طہارۃ ابی طالب عن الخطاء والنسیان والعصیان

معارج العرفان

در

عصمت صغریٰ ابی طالب عمران

مصنف

مورخ اسلام پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

ناشر

مکتبہ لطیف سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

ملنے کا پتہ

مکتبہ صغریہ دار العلوم محمدیہ بلاک ۱۹ سرگودھا

www.khwajalatifansari.com

الم یجدک یتیماً فآویٰ

اُس کا رتبہ ہے اعلیٰ سے اعلیٰ

جس نے احمدؐ کو گودی میں پالا

معارج العرفان

فی

عصمتِ ابی طالب عمرانؑ من آیاتِ قرآن

افکار طبع لطیف ابو الفضل مولانا پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری مؤرخ و مبلغ اسلام افریقہ۔ سابق پرنسپل دار العلوم محمدیہ سرگودھا

ناشر

مکتبۂ لطیف سرگودھا

ملنے کا پتہ
۱۔ مکتبۂ اصغریہ دار العلوم محمدیہ بلاک ۱۹ سرگودھا
۲۔ مکتبۂ جعفریہ بلاک نمبر ۷۔ سرگودھا

www.khwajalateefansari.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ——— معارج العرفان

مصنف ——— خواجہ محمد لطیف انصاری

ناشر ——— مکتبہ لطیف سرگودھا

مطبع ——— ثنائی پریس سرگودھا

کتابت ——— افضل الکتابت سرگودھا

تعداد ——— ایک ہزار

طبع ——— اوّل

تاریخ اشاعت ——— محرم سنہ ۱۳۹۹ھ

قیمت ——— Rs 30 00

www.khwajalateefansari.com

موضوع کتاب ایصالِ ثواب

تحریر از قلم ماسٹر طالب حسین جعفری نارووالی شاگرد رشید خواجہ محمد لطیف مؤلف

هو اللطیف والحکیم۔ یہ تالیف لطیف معارج العرفان سرکار رسالت سرکار ولایت کے آبائے طاہرین کی طہارت ولادت اور ان کی پاکیزہ زندگیوں پر لکھی گئی ہے۔ یہ ذوات قدسیہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے اوصیائے کرام محافظین اعلام تھے۔ بالخصوص سرکار شفقت و ار الاحسان مبرا عن المعاصی اور منزہ عن العصیان ابو طالب عمران کی عفت کے بیان میں ہے جس نے ان کی عفت کو عصمت کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی شیعہ عصمت مطلقہ اور عصمت کبریٰ سرکار چہاردہ معصومین [illegible] آپ سے عصمت صغریٰ کہیں یا عفت غلطی۔ حضرت ابو طالب [illegible] رسالت کے وہ [illegible] تھے [illegible] آغوش عاطفت [illegible] شریف [illegible] گی۔

[illegible] اسلام [illegible] آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ کہ ان کی ذات میں گناہ کو بیان کر سکے۔ کوئی قطعہ [illegible] پاک و پاکیزہ اشیاء

www.khwajalateefansari.com

کو ظروف ناپاک میں نہیں رکھ سکتا ۔ حکیم مطلق اللہ نے نجس مشرکین کے اصلاب و ارحام میں نورِ رسالت اور نورِ ولایت کو کس طرح رکھا جبکہ اللہ مشرکین کے متعلق حصر کے ساتھ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ۔ سوائے اس کے نہیں کہ تمام مشرکین نجس و ناپاک ہیں ۔ اس تصنیفِ منیف کے مقاصد میں سے ایک مقصد طبیب حاذق اور حکیم با حکمت حکیم خواجہ یونس حسین سہارنپوری کے لئے ایصال ثواب ہے ۔ حق تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔ اور مرکز ارواح مومنین وادی السلام نجف اشرف میں سکون عطا فرمائے ۔

اگرچہ ہمارا مرکزِ روح وادی السلام نجف

اگرچہ تن سے جدا روح ہو در پاکستان !

سرکار احدیت کی بارگاہ رحمت میں مغفرت کی دعا ہے ۔ کہ ان کی مغفرت فرمائے ۔ اور ان کی اولاد بالخصوص ان کے فرزند ارجمند خواجہ مونس حسین اور ان کی شریکہ زندگی میری دختر نیک اختر اور ان کے فرزندان خواجہ افتخار مہدی خواجہ انتظار مہدی اور خواجہ وقار مہدی اور ان کی دختران ارجمند کو زیادہ سے زیادہ توفیق دے ۔ کہ وہ ان کے ایصال ثواب کے لئے زیادہ سے زیادہ اعمال خیر کر سکیں ۔

حکیم صاحب نے یوسفِ ملت مولانا خواجہ یوسف حسین جیسے باپ اور یعقوب سیرت خواجہ یعقوب حسن جیسے چچا کے دامن تربیت میں تعلیم و تربیت حاصل کی مرحوم ہر دو علوم علم الادیان اور علم الابدان کے ماہر تھے ۔ علوم اسلامیہ سے بھی انہیں شغف تھا ۔ مگر علوم ابدان کی طرف ان کا رجحان تھا ۔ وہ صحت کے لئے بلا لوث خدمت خلائق کرنا چاہتے تھے ۔ وہ تقسیم ملک کے بعد چنیوٹ میں وارد ہوئے ۔ اور وہاں حفظان صحت کی خدمات انجام دیتے رہے ۔ پھر سرگودھا میں آئے ۔ تو ہمدرد دواخانہ کی ایجنسی

www.khwajaatefansari.com

حاصل کی. جس کے تحت تین اضلاع ہیں. سرگودھا جھنگ اور میانوالی آج بھی یہ علاقے اس دواخانہ کی مفید اور صحت بردواؤں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ حکیم صاحب کے باقیات صالحات میں سے ہیں. حکیم صاحب سیرت مولائے کائنات علی مرتضےٰ کے عامل تھے. اور اکرام الضیف ان کا وظیفہ حیات تھا. اور بہت فیاض خلیق اور منکسر المزاج تھے. انہیں کبھی شدید غصے میں نہیں دیکھا گیا. خدا رحمت کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں.

معاویہ ابن سفیان کے زمانے میں ایک وضعی حدیث گھڑی گئی. کہ حضور رسالتؐ نے فرمایا کہ جو شخص سلطنت رومہ کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا. وہ قطعی جنتی ہے. اس پر معاویہ نے اپنے لاڈلے بیٹے کو جنتی بنانے کے لئے اس مہم پر روانہ ہونے کا حکم دیا. مگر وہ عیش وعشرت میں غلطاں تھا. موقع پر نہ پہنچ سکا. ایک اور شخص کی کمان میں بنی امیہ کے لشکر روانہ ہوئے. بعد میں باپ نے طوعاً وکرہاً اس لاڈلے عیاش فرزند کو بھی روانہ کیا. اس فوج میں جو لوگ جبری طور پر بھیجے گئے. حضرت ابو ایوب ان لوگوں میں سے تھے. جنہیں جبراً روانہ کیا گیا. مگر یہ مصلحت الہٰی تھی. کہ انہیں لڑنے کا موقع نہیں ملا. یہ قسطنطنیہ پہنچ کر بخار میں مبتلا ہوئے. اور ان کی وفات ہوگئی. قسطنطنیہ میں ان کی قبر زیارت گاہ خواص و عوام ہے. اور سلاطین عثمانیہ کے زمانے میں جس حال میں یہ دفن ہیں. وہ تاجپوشی کے جلسوں کا مقام رہا ہے. اس حملے میں مسلمانوں کی فوج کو اتنا فوجی نقصان ہوا. کہ ان کی فوجی عظمت خاک میں مل گئی. شدید شکست ہوئی. مسلمانوں کو تاوان جنگ بھی ادا کرنا پڑا اور سالانہ خراج کا جوا بھی اپنی گردن پر رکھنا پڑا. کیا ایسے حملے کو سرکار رسالت جنت میں پہنچنے کا ذریعہ کہہ سکتے تھے. میں نے اس حدیث کے وضعی ہونے کو اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد چہارم میں بیان کیا ہے.

میں نے سامراجی مذاہب جدیدہ شیخیہ احمد احسائی بابیہ، بہائیہ ذلیلہ قادیانیہ کی

www.khwajanteelansari.com

بتردید میں کتابیں لکھی ہیں۔ وہ غیر مطبوعہ ہیں۔ انہیں چھپوا کر فائدہ اٹھائیں۔

ان مذاہب کو تمام مجتہدین نے باطل کہا ہے۔ میں نے ان مذاہب کے مشاہیر کی سوانح عمریاں بھی لکھی ہیں۔ شیعہ مذاہب کی ہیروئن قرۃ العین کی بھی جو کبھی گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر بابی ہیروئن بنی۔ کبھی اس نے بہائی ہیروئن کا لبادہ پہنا۔ یہ مذاہب اسلام کی تخریب میں کوشاں ہیں۔ تقیہ کی حالت میں رہ کر نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایران میں جو آج خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ یہ ایران کے سابق بہائی وزیر اعظم کا تیار کردہ پروگرام ہے۔

www.khwajalateefansari.com

خاندانی حالات

از رشحاتِ قلم خواجہ حبیب صاحب ابن جناب خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری مؤلف کتاب

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی خَاتِمِ الاَنبِیَاءِ مُحَمَّدَانِ المُصطَفٰی اَرواحُنَا لَہُ الفِدَاءُ وَعِترَتِہِ الطَّاھِرَۃِ النُّجَبَاءِ اَمَّا بَعدُ اس تالیف لطیف کے مؤلف اور ناشرین کا تعلق خاندان انصار مدینہ طیبہ سے ہے۔ یہی وہ قبیلہ ہے۔ جس نے سرکار اسد اللہ الغالب۔ غالب علیٰ کل غالب مظہر العجائب والغرائب کی قیادت میں مجتمع عرب کے حملوں اور پورشیوں کا قلع قمع کیا۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی اعتراف کیا ہے۔ کہ غزوات نبویہؐ میں انصار کے برابر عرب کا کوئی قبیلہ اتنے شہداء نہیں دے سکا۔ ہجرت مدینہ کے وقت مہاجرین سے جو سلوک کیا۔ اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ مہاجرین کو مکانات دیئے۔ تجارت زراعت اور ذرائع آمدنی میں مہاجرین کو اپنا شریک کیا۔ اور ان کی ازدواجی زندگی کے لئے ان کے لئے ازواج مہیا کیں۔ احد کی لڑائی میں انتہائی نازک حالات میں اس قبیلے کی ایک بہادر عورت نے جس کا نام برکت اور کنیت عمارہ تھی۔ سرکار رسالت کی حفاظت کے لئے دفاع کیا۔ اور بازو پر تلوار کھائی۔ اس قبیلے نے حق و باطل کی عظیم جنگ کربلا میں اپنی جانوں کی قربانیاں دیں۔ جن میں سے چند شہداء کے نام ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) ابن عبد اللہ انصاری۔ جو حدیث غدیر کا راوی اور بیعت رضوان میں بیعت کرنے والا ہے۔

(۲) عمرو بن قرظہ (بلاگردان حسینؑ) (۳) بن عجلان جنادہ ابن جندب اور اس کا سات سالہ

بیٹا عمرو بن جنادہ اس کی بیوی نے اہلبیت کی مخدرات کے ساتھ قید ہو کر قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت ابو ایوب انصاری جن کا نام نامی خالد اور کینت ابو ایوب ہے ان کے لئے باعث فخر و مباہات یہ امر ہے کہ اللہ نے ہجرت کے وقت ان کے گھر کو جائے قیام رسول قرار دیا۔ اور ان کو میزبانی کا فخر بخشا ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ان کی اولاد ہمیشہ یہ شعر فخریہ پڑھے گی۔

ع ، ہمارے گھر میں ہو فخر رسل زہے قسمت
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

سرکار رسالت کے قدوم میمنت لزوم وہ تھے جو ان کے گھر میں آئے جنہوں نے شب معراج عرش کو عرش معلیٰ کر دیا۔ اور قرآن کریم میں ان کے قدوم کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں بیت اللہ اور مکہ کی قسم اس لئے کھاتا ہوں۔ کہ اے حبیب تیرے قدموں نے اس زمین کو روندا ہے حضرت ابو ایوب سرکار رسالت کے ان صحابہ میں سے تھے۔ جن کو تاریخ اور رجال میں شیعہ اصحاب کہا جاتا ہے۔ (تبصرۃ العلوم بر حاشیہ کتاب معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ص ۲ طبع لاہور سنہ ۱۲۹۶ھ)
امام اہل سنت علامہ ابو حاتم سجستانی بصری بغدادی متوفی سنہ ۲۲۸ھ اپنی کتاب الزینہ میں لکھتے ہیں کہ عہد رسول میں جو لفظ سب سے پہلے متداول و مشہور ہوا۔ وہ "شیعہ" ہے۔ اور یہ لفظ رسول اللہ کے چار صحابہ سلمان رضؓ۔ ابو ذر رضؓ مقداد اور عمار یاسر کا طرہ امتیاز ہے۔ اور ان کے علاوہ تاریخ و رجال اہلسنت میں سترہ اصحاب شیعہ اصحاب کہلاتے ہیں جن میں سے ایک حضرت ابو ایوب انصاری ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری کا شیعہ ہونا اس امر سے بھی ثابت ہے۔ کہ وہ جنگ صفین میں بہ رکاب سعادت انتساب مولا علیؑ میں مخالفین علیؑ سے خوب لڑے اور داد شجاعت لی شیعہ کے متعلق کتب فریقین میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ سرکار رسالت نے حضرت علی سے فرمایا۔ یا علیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ

ھُمُ الفائزون یا علی تو اور تیرے شیعہ نجات پانے والے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری قسطنطنیہ میں مدفون ہیں۔ اہل سنت کے ہاں ایک روایت ہے کہ جو قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ کرے گا۔ وہ جنتی ہے۔ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو جنتی بنانے کے لئے چاہا۔ کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرے۔ جب لشکر روانہ ہوا تو یزید سالار لشکر بنکر نہ جا سکا۔ کیونکہ وہ داد عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ لہٰذا ایک اور فوجی افسر کے ماتحت لشکر روانہ ہوا۔ بعد میں معاویہ نے یزید کو بھی بھیج دیا۔ اس لشکر میں جبری بھرتی کی گئی تھی اور حضرت ابوایوب انصاری کو بھی جبراً بھرتی کر کے اس فوج میں بھیجا گیا۔ مگر وہ لڑائی سے قبل ہی بخار کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور چند دن بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ ان کی قبر قسطنطنیہ میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ اور سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں بادشاہوں کی تاج پوشی اسی جگہ میں ہوا کرتی تھی۔ جس میں ان کی قبر ہے۔ یزید کو اس لڑائی میں شدید شکست ہوئی۔ اور اسے حکومت روم کو خراج ادا کرنا پڑا۔ یہ ہے جنتی بنانے والی حدیث کا وضعی ہونا۔ اس کو میں نے اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد چہارم میں بیان کیا ہے۔

یہ خاندان مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے ایران اور افغانستان کے مشہور شہروں میں آباد ہوا۔ ان کے دوسرے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ انصاری پیر ہرات تھے۔ ہرات اس زمانہ میں مملکت ایران میں شامل تھا۔ پیر ہرات عالم فقیہہ تھے۔ اور ایران و افغانستان میں قاضی القضاۃ تھے۔ اس زمانے میں قاضی القضاۃ، چیف جسٹس کو کہتے تھے۔ یہ شاعر بھی تھے اور ان کی رباعیات برصغیر پاک و ہند کی مختلف یونیورسٹیوں میں نصاب تعلیم رہی ہیں۔

اس خاندان کی مشہور شخصیتیں

خواجہ عبدالوہاب واعظ ہرات، خواجہ منہاج الدین ہروی المخاطب خواجہ ملک مردان دوست خواجہ نصیر الملک المخاطب ملک الشجیع صوبہ دار ملتان و گجرات اور خواجہ ملک فریدیکسانڈر انچیف افواج غزنویہ ان کی اولاد میں سے ان کے تین افراد برصغیر پاک و ہند میں آباد ہوئے۔

پانی پت ضلع کرنال شبھل ضلع مراد آباد اور سہارنپور اوران تینوں مقامات میں ان کی اولاد موجود رہی ۔ اور تقسیم ملک کے بعد اب پاکستان کے مختلف شہروں میں آباد ہے ۔ انصار سہارنپور کے مورث خواجہ سالار انصاری تھے ۔ جو سلسلہ چشتیہ کے پیشوا ہیں ۔ شجرۂ چشتیہ میں ان کا نام اس طرح آتا ہے ۔

" خواجہ سالار چشتی پیشوا کے واسطے "

ان کا عقد بی بی رزق اللہ جو مولانا محمد اسحاق المعروف شاہ ولایت کی بیٹی تھی سے ہوا یہ خاندان ہمیشہ ائمہ طاہرین کا ممدو مویدر رہا ہے ۔ اور ائمہ طاہرین کے نکاحوں کا ذریعہ رہا ہے ۔

امام رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جن کا نام افریقی زبان میں تکتم تھا۔ جس کے معنی عربی میں نجمہ ہیں ۔ وہ عقد ایک انصاری کی وساطت سے ہوا ۔ امام محمد تقی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سبیکہ نوبیہ طاہرہ کے عقد کا ذریعہ بھی ایک انصاری تھا ۔ اس خاندان سے عراق عرب ایران لبنان اور ہندوستان میں بڑے بڑے عالم بھی ہوئے ہیں ۔ شیخ مرتضیٰ انصاری جو کہ استاذ المجتہدین ہیں ۔ اسی خاندان سے تھے ۔ جو نجف اشرف میں مدفون ہیں ۔ اور ان کی تصنیف شدہ کتابیں درس خارج میں پڑھائی جاتی رہی ہیں ۔ ہندوستان میں جو علماء ہوئے ان کے حالات کا ذمہ قوم نظر پروفیسر مفخر عالم ابن شاعر اہل بیت سید عسکری حسن عارف نے لیا ہے ۔ وہ آپ اس کتاب کے اگلے مقالے میں پڑھیں ۔ نیز یہ خاندان ہندوستان میں آکر دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا ۔ شیعہ اور اہل سنت ۔ چنانچہ خواجہ محمد لطیف انصاری میرے والد ماجد کے آباؤ اجداد خواجہ محمد شفیع سے لیکر کئی نسلوں تک اہل سنت رہے ۔ مگر یہ سب کے سب علوم اسلامیہ کے ماہر تھے ۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور خاندان انصار نے ہی قائم کیا تھا ۔ اور اہل سُنت کا مشہور علمی مدرسہ دیوبند بھی اسی خاندان کی بدولت قائم ہوا ۔ اور اس وقت شیخ الجامعہ یعنی مدرسہ دیوبند کے پرنسپل طیب آغا اسی خاندان کے نونہال ہیں ۔ اسی خاندان کے پروفیسر خواجہ عبدالرشید اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے ۔ اور والد صاحب کے اساتذہ میں سے تھے ۔ ضلع سہارنپور میں اس خاندان کے افراد

قصبہ امیٹھیا میں آباد تھے جن میں مشہور عالم مولانا مشتاق احمد دیوبندی گورنمنٹ ہائی اسکول لدھیانہ میں ٹیچر تھے۔ مؤلف تاریخ ائمۃ مولانا مظہر الحسن موسوی سے ان کے اکثر مناظرے ہوا کرتے تھے مولانا مشتاق احمد کی بیٹی کی شادی خواجہ محمد لطیف صاحب کے بھانجے خواجہ محمد نقی سے ہوئی تھی۔ جو محکمہ انہار میں ملازم تھے۔ مؤلف تالیف لطیف جناب پروفیسر خواجہ محمد لطیف صاحب میرے والد کی شیعیت ان کی والدہ کے سبب سے ہوئی۔ جن کی چھپاسٹھ تالیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہیں۔ اب انہوں نے تہیہ کر لیا ہے۔ کہ عقائد شیعہ کے متعلق جو کتاب بھی لکھیں گے۔ وہ قرآنی استدلال پر مبنی ہوگی۔ ان کی پہلی کتاب اس سلسلہ میں کربلا کی کہانی قرآن کی زبانی "پچھلے سال شائع ہو چکی ہے۔ اب یہ کتاب مستطاب " معارج الفرقان فی عصمۃ ابیطالب عمران من آیات القرآن " شائع کی جا رہی ہے۔ جس میں سرکار رسالت کے آبائے طاہرین اور حضور کے عم نامدار حضرت ابوطالب عمران کی عفت اور عصمت صغریٰ کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتابیں انہوں نے ایسی حالت میں لکھائی ہیں۔ جبکہ وہ گیارہ سال سے مرض فالج میں مبتلا ہیں۔ جن پر ان کے یہ چند اشعار ان کی تالیفات کے متعلق ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

دس برس گزرے جو فالج میں بہت خوب ہوا۔
میں گناہ گار تھا کفارہ ذنوب ہوا۔
ضعف بینائی میں اللہ نے بصیرت بخشی۔
موتیا بند میں تصنیف کی طاقت بخشی
ان مصائب میں ہی کربلا کی کہانی لکھی
للہ الحمد کہ قرآن کی زبانی لکھی۔
کل ایمان کے والد کی ہے عصمت کا بیان
میں نے لکھ ڈالا یہ آیات جلی قرآنی۔

مرضِ فالج میں بھی سرگرم عمل ذہن رہا
وجود مہدئ برحق کا ہے نشاں گویا
غیبت کبریٰ بھی سرچشمہ فیضان ہوئی
غائب منتظر غیبت کی عجیب شان ہوئی

کیسی غیبت ہے۔ امداد کو آجاتے ہیں
اذنِ معبود سے بندوں کے وہ کام آتے ہیں
یہی سبب ہے کہ غائب سے لو لگائی ہے
اسی وسیلے سے ہر اک مراد پائی ہے

ان اشعار سے ظاہر ہے۔ کہ مؤلف کتاب شاعر بھی ہیں۔ اور ان کا سلسلہ تلمذ میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ تک پہنچتا ہے۔ خواجہ صاحب کے دادا خواجہ خدابخش انصاری فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ اور مصحفی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ خواجہ صاحب کی چند مشہور تصانیف کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ ان میں سے ایک کتاب تاریخ حسن المجتبیٰ علیہ السلام ہے۔ جبکہ ایک امریکی نے مذہب شیعہ کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی۔ جو شیعیت کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اس نے حضرت امام حسنؑ کی ذات قدسی صفات پر حملے کئے تھے۔ مثلاً کثرت نکاح کثرت طلاق، معاویہ کے ساتھ معاہدہ جنگ بندی اور آخر میں لکھا تھا۔ کہ کثرت نکاح سے انہیں تپ دق کا مرض لاحق ہو گیا تھا اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ سب چیزیں اہل سنت کی روایات سے مرتب کی گئی تھیں۔ بعد میں محترم والد صاحب کو علم ہوا۔ کہ یہ امریکی مصنف عقیدہ کے لحاظ سے بہائی تھا۔

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا مکمل سیٹ لکھا ہے۔ جس میں سے بعض کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کتاب کی تفصیل اس طرح پر ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد اوّل میں دور رسالت جلد دوم میں دور اصحاب ثلاثہ جلد سوم میں دور جناب امیرؑ اور

امام حسنؑ ۔ جلد چہارم میں دورِ امام حسینؑ واقعہ کربلا اور معاویہ ابن یزید کا دورِ حکومت جلد پنجم میں دورِ امام زین العابدین و امام محمد باقر علیہما السلام و سیاسی دور شاہان مروانیہ جلد ششم میں دورِ امام جعفر الصادق و امام موسیٰ کاظمؑ سیاسی بادشاہوں کا ذکر۔ دورِ ہارون عباسی تک جلد ہفتم و ہشتم میں باقی ائمہ طاہرین کا دور اور باقی شاہان بنی عباسیہ کا دور جلد نہم میں دور الشیعہ فی التاریخ یعنی شیعہ حکومتوں کا ذکر۔

تاریخ کربلا المعروف شہزادہ یثرب عالم ہجرت میں۔

سوانح عمری حضرت سلیمان محمدی، حیاتِ طیبہ امام علی نقی علیہ السلام ۔

حیاتِ طیبہ امام رضا علیہ السلام ۔ مواعظ میں شیخ جعفر شوستری کی کتاب المواعظ والبکاء جس کا ترجمہ اردو میں الارشاد والعزاء کے نام سے کیا۔ اور ان کی مشہور کتاب فوائد المشاہد کی سات مجلسوں کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اب اہلِ ملتان نے دونوں کتابوں کو ایک جلد میں شائع کیا ہے۔

الراقم

خواجہ حبیب رضا ابن خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری مؤلف کتاب ھذا۔

www.khwajaateefansari.com

ترتیب معارج العرفان

نمبر شمار	عناوین مضامین	صفحہ
(۱)	نذرانہ عقیدت	۲۱
(۲)	پیش لفظ	۲۲
	عروج عرفانی نمبر ۱	
	مسلمانوں کی تواریخ و احادیث	۲۵
	حزب اقتدار کے مؤرخین کا ایک مغالطہ اور اس کی تردید	۳۳
	تاریخ کی بدعنوانیاں۔	۳۶
	مسلمانوں میں تاریخ کی ابتداء	۳۶
	بنی امیہ۔	۳۷
	بنی امیہ کا سرکار رسالت اور ان کے آباؤ اجداد طاہرین حضرت ابی طالب اور اولاد ابی طالب کے خلاف پراپیگنڈہ	۳۸
	احادیث و اخبار	۴۰
	آنحضرت صلعم کے خلاف وضع احادیث کی ابتداء	۴۰
	راویان احادیث	۴۳
	حزب اقتدار کے وسائل اور قوت	۴۴
	وضع حدیث کے متفرقات	۴۵
	قرآن پاک کا معجزہ فصاحت و بلاغت	۴۶

www.khwajalatafansari.com

نمبر شمار	عناوین مضامین	صفحہ
	عروج عرفانی نمبر۲	
	قرآن حکیم کا معجزہ شفا	۴۶
	قرآن حکیم	۴۶
	قرآن پاک کا معجزہ فصاحت وبلاغت	۴۷
	عروجِ عرفانی نمبر۳	
	اقسام وجوب	۵۵
	عقیدۂ توحید	۵۵
	قُلْ	۵۵
	ھُوَ	۵۶
	اَللّٰهُ	۵۷
	اَحَدٌ	۵۸
	اَلصَّمَدُ	۵۹
	عروج عرفانی نمبر۴	
	محبت آلِ محمد کا عقیدہ	۵۹
	قُربیٰ	۶۰
	تفکر	۶۰
	کلمۂ توحید	۶۰
	آلِ محمد مشیت کے بندے	۶۲

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	عناوین مضامین	صفحہ
	ولایت کی خصوصیت	٦٣
	آیہ تطہیر کی خصوصیت	٦٣
	عروج عرفانی نمبر ۵	
	مفسرین قرآن صاحبان علم لدنی ہیں۔	٦٥
	عروج عرفانی نمبر ٦	
	قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔	٦٩
	عروج عرفانی نمبر ۷	
	خاندان نبوت و رسالت، خاندان امامت و ولایت، خاندان عصمت و طہارت آل ابراہیم و آل عمران علیہم الصلوٰۃ و السلام	۷٦
	مولود کعبہ	۷۷
	ایک شبہ	۷۸
	جواب	۷۸
	پاکیزہ خاندان	۸۲
	منہا من وصف الانبیاء	۸۳
	عظمت ابو طالب	۹۱
	بخاری کا افترآء	۹۳
	عروج عرفانی نمبر ۸	
	حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے اوصیاء کا سلسلہ اور سرکار	۹۸
	رسالت محمد مصطفےٰ اور سرکار ولایت علی مرتضےٰ کا سلسلہ نسب ایک ہے	۹۸
	عروج عرفانی نمبر ۹	۱۰۳

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	عناوین مضامین	صفحہ
	آل ابراہیم ذریت ابراہیم اور آل محمد و آل عمران کی خصوصیات	۱۰۴
	عروج عرفانی نمبر ۱	
	عصمت کی تشریح	۱۱۷
	پہلی حدیث	۱۲۷
	دوسری حدیث	۱۲۸
	تیسری حدیث	۱۲۸
	چوتھی حدیث	۱۲۹
	پانچویں حدیث	۱۲۹
	صلوٰت میں آل محمد شامل ہیں	۱۳۰
	معنیٰ بیت	۱۳۱
	حدیث ثقلین	۱۳۲
	عترت رسول	۱۳۲
	مباہلہ	۱۳۷
	شان نزول سورہ دھر	۱۳۹
	احسان کرنا	۱۴۱
	ایثار اہل بیت	۱۴۲
	مشیت اہل بیت مشیت خدا ہے	۱۴۴
	عقیدہ عصمت اور حضرات اہل تسنن	۱۴۶
	عقیدہ تفضیلۃ الانبیاء	۱۴۶
	زمانے کو تقیہ سے آزاد کرنے کا کام	۱۵۵

www.khwajalateefansari.com

صفحہ	عناوین مضامین	نمبر شمار
	عروج عرفانی نمبر ۱۱	
۱۵۸	عصمت سرکار شفقت و احسان حضرت ابو طالب	
۱۵۸	عمران من آیات القرآن	
۱۵۹	ادلہ قرآنیہ دلیل اوّل	
۱۵۹	سرکار رسالت کا قول و فعل	
۱۶۱	کفالت ابو طالب	
۱۶۲	کفالت زبیر کا افسانہ	
۱۶۴	زبیر حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالب کے ماں جائے بھائی نہیں تھے	
۱۶۵	تبلیغ توحید	
۱۶۶	شعب ابو طالب	
۱۶۶	سوشل بائیکاٹ	
۱۶۸	کفالت حضرت ابو طالب کے اہم نتائج	
۱۶۹	تجارت	
۱۷۰	پیسرہ مختار جناب خدیجہ	
۱۷۰	خطبۂ نکاح سرکار رسالت	
۱۷۳	وصیت	
۱۷۴	وصیت نامہ	
	عروج عرفانی نمبر ۱۲	
۱۷۷	عصمت ابی طالب عمران	

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	عناوین مضامین	صفحہ
	دلیل نمبر۲ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ط الخ	۱۷۷
	دلیل نمبر۳ وَوَھَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ط الخ	۱۸۱
	دلیل نمبر۴ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰهُ الخ	۱۸۲
	دلیل نمبر۵ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الخ	۱۸۴
	دلیل نمبر۶ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰکِ وَطَهَّرَکِ الخ	۱۸۵
	دلیل نمبر۷۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ الخ	۱۸۶
	فتح مکہ	۱۹۰
	بت شکنی۔	۱۹۰
	دلیل نمبر۸۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ الخ	۱۹۲
	گل ہائے عقیدت بحضور سردار مکہ سید البطحا حضرت ابوطالب علیہ السّلام (نظم)	۱۹۶
	دلیل نمبر۹ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی الخ	۱۹۸
	مدح حضرت امام حسن علیہ السّلام (نظم)	۲۰۰
	دلیل نمبر۱۰ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا الخ۔	۲۰۲
	الطالبین یا "شہدائے آل عمران ط"	۲۰۴
	عروج عرفانی نمبر۱۳-۱۴	۲۰۶
	"الولایت" بحقائق العرفان عقیدہ قرآنیہ	۲۰۶
	الولی	۲۱۱
	اولی الامر	۲۱۵
	اولی الامر۔ فی مدح خلیفۃ الرحمٰن و حلیف القرآن عجل اللہ ظہورہ (نظم)	۲۲۱

www.khwajalateefansari.com

صفحہ	عناوین مضامین	نمبر شمار
۲۲۷	خطبہ بر مقام غدیر خم	
۲۲۸	حضرت علی کی دستار بندی	
۲۲۸	صحابہ کی اس واقعہ پر مبارکباد	
۲۲۹	شعرائے دربار رسالت نے قصائد تہنیت پڑھے	
۲۳۲	جن لوگوں پر ولایت ناگوار گذری ان کا حشر	
۲۳۴	حارث بن نعمان فہری کا واقعہ	
۲۳۶	خاتمۃ الکتاب	

www.khwajalateefansari.com

باسمہٖ تعالیٰ

نذرانۂ عقیدت

ایک مفلوج مریض کا نذرانہ بہ بارگاہ سرکار شفقت احسان حضرت ابو طالب عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام والرضوان جنہوں نے انسانیت کے مصلح اعظم اور انبیاء و رسل کے خاتم رحمۃ للعالمین محمد المصطفیٰ ارواحنا لہ الفداء کو اپنی آغوش رحمت و شفقت میں اپنی اولاد سے بڑھ کر پالا اور جن کے وقار کے زیر سایہ اسلام نے اپنی ابتدائی منزلیں طے کیں۔ اور جن کی اولاد نے اپنی قربانیوں سے اسلام کو اسلام بنایا اور اُس کے قیامت تک باقی رہنے کا سامان کیا اور جن کی اولاد سے سرکار احدیت نے نسل سرکار رسالت کو قیامت تک بقاء بخشی اور انا اعطینٰک الکوثر کے وعدے کو پورا کیا۔ جن کے ایمان سے انکار مسلمانوں کی انتہائی ناشکر گذاری کی دلیل ہے جن کی مظلومیت کی یہ انتہا ہے کہ اسلام کے نام لیوا اُن کے اسلام سے انکار کر رہے ہیں۔

اے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے آخری وصی اور ناصر رسول خاتم النبیین آپ پر میرے ماں باپ میں اور میری اولاد فدا ہوں۔

اس کتاب کا نذرانہ اپنے مفلوج ہاتھ سے آپ کی بارگاہ عصمت صغریٰ و ایمان میں پیش کر رہا ہوں اور آپ کے معبود کا انتہائی احسان ہے کہ جس نے بتصدق آپ کے فرزند قائم منتظر مجھے شدتِ مرض میں اس تالیف کو مرتب و مدون کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

؎ چند اوراق تحفۂ مفلوج چہ کند بے نوا ہمیں دارد

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آپ کی اولاد کے در کا بھکاری

ابوالفضل محمد لطیف انصاری

www.khwajalateefansari.com

پیش لفظ

یاد رایام! جب ۱۹۲۷ء میں میں زیارات عتبات عالیات عراق و ایران سے مشرف ہوا۔ تو اُس زمانے میں معاند اسلام پادری یعقوب غربیل مصری کی ایک تالیف جسے اُس نے الہدایت کے نام سے موسوم کیا تھا۔ اور حقیقتاً وہ برعکس نہد نام زنگی کافور کی مصداق تھی۔ میری نظر سے گزری۔ اُس میں اُس نے سرور انبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موازنہ کیا تھا۔ جس میں اُس نے بزعم باطل خود جناب مسیح کو سرکار رسالتؐ پر ترجیح دی تھی۔ اس کتاب کا پہلا باب خاندان حضرت مسیح علیہ السلام و خاندان سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ارواحنا لہ الفداء کا موازنہ تھا۔ اُس نے خاندانِ جنابِ مسیح علیہ السلام کے متعلق آیاتِ قرآنیہ پیش کی تھیں۔ مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام۔ داؤد علیہ السلام۔ سلیمان علیہ السلام و دیگر انبیاء اسرائیل کا تذکرہ تھا۔ اور لکھا تھا۔ کہ جناب مسیح کا خاندان از روئے قرآن ایسا تھا۔ اُن میں اکثر افراد درجہ عصمت پر فائز تھے۔ اور منصوص من اللہ انبیاء و رسل آئمہ و اوصیاء تھے۔ اس کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے آباء و اجداد مشرک و کافر اور موحد نہیں تھے۔ اس معاملہ میں اُس کے استدلال کی بنیاد اُن روایاتِ موضوعہ پر تھی۔ جو معاندِ اسلام بنی امیہ کے زمانہ میں اُن کی وضع حدیث کی ٹکسال میں ڈھالی گئی تھیں۔ جن کے لئے موزوں لفظ ہفوات المسلمین ہی ہو سکتا ہے۔ اُس میں آباء طاہرین سرکار رسالت پر جرح و تنقید کے علاوہ کل ایمان کے والد حضرت ابوطالب عمران جن کے احسانات سے اسلام کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا، شدید مخالفت کی گئی تھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ اور مجھے ایسا صدمہ پہنچا جسے زبانِ قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ سفرِ زیارات سے واپسی پر مجھے مرحوم و مغفور مولانا غلام علی خان رئیس و زمیندار آنڈلو ضلع لدھیانہ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ اُن کے کتب خانہ میں امریکی نو مسلم

www.khwajalateefansari.com

محقق آفاقی تدین فخر الاسلام محمد صادق علیہ الرحمۃ والرضوان صاحب انیس الاعلام فی نصرۃ الاسلام کی ایک کتاب صدقِ مطلق میری نظر سے گزری جو پادری یعقوب عزبیل کی کتاب الهدایت کا جواب باصواب تھا۔ انہوں نے الہدایت کا جواب دس جلدوں میں دیا تھا۔ یہ دس کی دس جلدیں مولوی غلام علی خان کے کتب خانہ میں موجود تھیں میں نے ان کتابوں کو بالاستیعاب پڑھا۔ اور ان سے بہت کچھ مستفید ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جو کچھ اس قسم کی کتابیں لکھی جارہی ہیں اور سب مذاہب لکھ رہے ہیں وہ مسلمانوں کی غلط تاریخ اور منافقین اور اعداء اسلام جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا ان کی پیداوار ہیں خواہ وہ یعقوب عزبیل ہوں یا پادری فنڈر ہوں یا افریقہ کا وہ مناظر پادری ہو جس نے انگریزی میں مشہور کتاب "اسلام میں صداقت کہاں ہے" (WHERE IS THE TRUTH) لکھی ہے۔

جب میں نے ان کتابوں کو پڑھا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ موضوعہ روایات کے نتائج ہیں بھارت کے معاندین اسلام ہندوؤں نے بھی اسی مواد سے اسلام کے خلاف حملے کئے ہیں۔ سوامی دیانند کا ستیارتھ پرکاش ہو یا پنڈت لیکھراج کا اور سوامی شردھانند کا خلافِ اسلام لٹریچر ہو یا راجپال کا رنگیلا رسول ہو۔

یہ سب بنی امیہ کے زمانہ کی خلاف اسلام جد و جہد کے نتائج ہیں اس زہریلے مواد کو فنا کرنے اور بے اثر ثابت کرنے کے لئے حقائقِ قرآنیہ کی ضرورت ہے وہ حقائق جن کو راسخون فی العلم صاحبانِ علمِ لدنی اور منصوص من اللہ حجج الٰہیہ نے اپنی تفسیر سے مرتب کیا ہو۔ چنانچہ اس تالیف میں یہی اندازِ تحریر اختیار کیا گیا ہے اس انداز کی زیادہ توضیح کرنے کے لئے دو مقدموں کی ضرورت ہے پہلے مقدمہ میں مسلمانوں کی تواریخ اور احادیث پر ناقدانہ طور پر غور و فکر کیا گیا ہے اور ان کے مفاسد کو سیر حاصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا مقدمہ قرآن حکیم کے متعلق ہے کہ اس سے اس طرح حقائق کو حاصل کیا جائے

www.khwajafateelansari.com

اس لئے اس تالیف میں نصوص قرآنیہ سے مطالب کلام کو تدوین کیا جائے گا۔ مثلاً ابراہیم خلیل علیہ السلام کا باپ کون تھا یا خاندان رسالت کے آباء و اجداد کا اسلام میں مقام کیا تھا یا حضرت ابوطالب جن کے اسلام کا انکار کیا جاتا ہے اُن کا اسلام و ایمان از روئے قرآن کیا تھا اور ہم اس کتاب میں ثابت کریں گے کہ ان کا اسلام و ایمان عصمت صغریٰ کا مقام رکھتا ہے جسے عدالت کا بلند ترین مقام سمجھیے۔

محمد لطیف انصاری

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۱

مسلمانوں کی تواریخ واحادیث

تواریخ

مسلمانوں کے مورّخین ع کہتی ہے تم کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

غیر مسلم مفکرین مغرب کی آراء

۱۔ مسٹر سیمن آکلے پروفیسر عربی جامعہ کیمبرج (متوفی ۱۷۲۰ء) اپنی کتاب ہسٹری آف "سارا سین" کے مقدمے میں عربی کی لکھی ہوئی تواریخ کے متعلق کہتے ہیں۔

"عربوں نے بڑی محنت وجانفشانی سے یونانی زبان سیکھی۔ یونانی ادب اور فلسفہ پر کافی عبور حاصل کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اگر یہ لوگ یونانی مورّخین کی تصانیف وتالیفات کا اور اُن کے تاریخ نویسی کے اصول کا بھی جدوجہد اور دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرتے تو آج ہم ایسے عربی مورخین پاتے جن کا شمار اچھے اور صحیح اصول تاریخ لکھنے والوں میں ہو سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

پھر ایک جگہ یہی مفکر لکھتے ہیں۔

"میرے دل میں علوم مشرقیہ کی اس قدر عزت و وقعت ہے کہ میں عربی مورّخین کی مذمت کرنا نہیں چاہتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ انہوں نے تاریخ نویسی کا غلط طریقہ اختیار کر کے ہم کو اس

مسرت اور فائدے سے محروم کر دیا ہے جو ہمیں ان کی لکھی ہوئی تاریخوں سے حاصل ہو سکتا تھا۔ مؤرخ کے فرائض اور حدود کیا ہوتے ہیں انہوں نے کما حقہٗ نہ سمجھا اس لئے ان فرائض اور حدود کو نظر انداز کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے بعض مؤرخین نے اہم تاریخی واقعات کے ساتھ چھوٹی چھوٹی غیر اہم باتیں بکثرت لکھ ڈالیں اور بعض مؤرخین نے تاریخی واقعات کو بیان کرنے میں ایسی عبارت انگیزی اور انشاء پردازی کی کہ ان کی تاریخیں اچھی خاصی ادبی کتابیں ہو گئیں انہوں نے تاریخی واقعات کی تحقیق و تنقید کے عوض اپنی ادبی مہارت و قابلیت اور زورِ قلم کا مظاہرہ کیا بعض مؤرخین نے معمولی روزمرہ کے واقعات کو اپنی ادبی قابلیت کی وجہ سے اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا کہ بادی النظر میں بڑے اہم تاریخی واقعات نظر آنے لگے۔ ان سب اسقام کی وجہ سے ہمارے لئے ان کی لکھی ہوئی تاریخوں کا مطالعہ کرنا اور ان سے صحیح تاریخی واقعات اخذ کرنا بہت مشکل ہو گیا۔

مشہور و معروف مؤرخ گبن جس کی مشہور تالیف "سلطنت روما کا عروج و زوال" ہے وہ بھی عربی مؤرخین کے متعلق وہی رائے رکھتے ہیں جو پروفیسر آکلے کی ہے اور تقریباً وہی بات کہی ہے جو پروفیسر صاحب ان سے بہت پہلے کہہ گئے تھے۔ یہ لکھتے ہیں۔

"بعض عربی مؤرخین نے اپنی کتابوں میں صرف تاریخی واقعات یکے بعد دیگر خشک طریقے پر بیان کر دیئے ہیں جو کچھ انہوں نے اپنے بزرگوں سے سنا لکھ دیا بعض مؤرخین نے تاریخی واقعات کی تحقیق و تنقید کو اہمیت دینے کے عوض فصاحت و بلاغت سے کام لیا اور اپنی تواریخ کو ادبی کتابیں بنا دیں تاکہ اپنی ادبی قابلیت کی داد لیں اور پڑھنے والوں سے خراجِ تحسین حاصل کریں۔

پروفیسر مارگولیت جو جامع آکسفورڈ میں ایک مدت تک عربی کے پروفیسر رہ چکے تھے پروفیسر آکلے اور گبن کے ہم خیال تھے اپنی کتاب "محمڈن ازم" میں لکھتے ہیں۔

"عرب کے بہترین مؤرخ بھی قابلیت اور عظمت میں یونان و روم اور بعد کے یورپین مؤرخین کے مقابلے میں پست نظر آتے ہیں۔"

مسٹر فلپ کے ہٹی پروفیسر عربی جامعہ پرنسٹن یونیورسٹی امریکا (PRINCITON UNIVERSITY) نے اپنی تالیف تاریخ عرب میں عربی مورخین پر تبصرہ کیا ہے اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"عرب کے فلسفہ اور طب میں یونانیوں کا اثر نمایاں ہے لیکن تاریخ نویسی میں انہوں نے ایرانیوں کا رنگ اختیار کیا ہے واقعات کو پیش کرتے کا وہی قدیم اسلامی حدیث نویسی کا طریقہ جاری رکھا یعنی ہر ایک واقعہ راویوں کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص سے سُنا اور آخری راوی وہ ہوتا ہے جس نے واقعہ کو بچشم خود دیکھا ہو اور وقوع واقعہ کے وقت موجود رہا ہو۔

اس طریقے کے اختیار کرنے کی وجہ عربی مورخین نے راویوں کے سلسلہ اسناد اور دن و تاریخ واقعہ کی تحقیق و تفتیش کو بہت اہمیت دی لیکن اصل واقعہ کی تحقیق پر کہ آیا وہ ممکن الوقوع ہے یا جس طرح بیان کیا گیا ہے ویسا ہی واقعہ ہوا ہو گا کوئی توجہ نہیں دی بلکہ جو کچھ راویوں نے کہہ دیا لکھ دیا ان مورخین نے اپنی عقل و فہم اور قوت تمیز سے کام لے کر واقعات کے متعلق تحقیق و تشریح و تنقید نہیں کی۔

عرب کے مورخین کے متعلق مغرب کے محققین کی جو آراء ہیں وہ ہماری رائے میں درست ہیں ہمیں بڑی حد تک ان سے اتفاق ہے۔

عربی تواریخ کے بعد جب ہم فارسی تاریخوں پر نظر ڈالتے ہیں تو اور زیادہ مایوسی کا سامنا ہوتا ہے ان میں واقعات عربی تواریخ سے لئے گئے ہیں لیکن ان کے بیان کرنے میں عبارت انگیزی اور انشاء پردازی کی گئی ہے بعض فارسی تاریخوں نے داستان اور افسانے کا رنگ اختیار کر لیا ہے فارسی مورخوں نے ملک ایران کی تاریخ یا ہندوستان کی تاریخ لکھنے میں بھی یہی ادبی اور انشاء پردازی کا رنگ اختیار کیا ہے چنانچہ میرے زمانۂ تعلیم میں جب میں لاہور اورینٹل کالج میں طالب علم تھا منشی فاضل کے نصاب میں دو اہم تاریخیں داخل تھیں دُرّۂ نادرہ یعنی شہنشاہ نادر

کی تاریخ جو مرزا مہدی نے لکھی تھی اس میں عربی الفاظ کو ایسے انداز سے بھر اگیا تھا کہ جہاں فعل آتا تھا وہاں معلوم ہوتا تھا کہ یہ فارسی کی کتاب ہے۔ دوسری کتاب اورنگ زیب عالمگیر کی تاریخ ہے جس میں اُس کے وزیر نعمت اللہ خان عالی نے گولکنڈا کے حملہ کو بیان کیا ہے۔ کتاب کا نام "وقایع نعمت خان عالی" ہے یہ کتاب فنِ بیان کی صنایع و بدایع میں اپنی نظیر آپ ہے۔ یہاں تک تو بحیثیت مجموعی اسلامی تواریخ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ان میں جب ہم آل محمد اہل بیتؑ طاہرین کے حالات اور واقعات کا تفحص کرتے ہیں تو ہماری مشکلات میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ اوّلاً تو اکثر مسلمان مورخین نے آل محمدؐ کے واقعات اور حالات لکھنے میں بخل سے کام لیا تاریخوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مورخین نے زیادہ تر بادشاہوں کے حالات درج کئے جو حکمران تھے اور آل محمدؐ کے واقعات و حالاتِ زندگی کو کوئی وقعت نہیں دی بلکہ ضمناً ادھر اُدھر لکھ دیا ان بزرگواروں کے متعلق بعض اہم اور مشہور واقعات کا ذکر بھی مجملاً کیا اور پھر کافی تحقیق و تفتیش کی زحمت گوارہ نہیں کی مثلاً واقعہ کربلا کو بیان کیا جاتا ہے مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم اور اہم ترین واقعہ ہے لیکن اکابر مورخین نے اس واقعہ کو ضمناً اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آل محمدؐ کے متعلق مسلمان مورخین نے یہ طریقۂ عمل کیوں اختیار کیا۔ اس کے بظاہر دو وجوہ تھے ایک یہ کہ اکثر مورخین کا تعلق ایسے مکتبِ خیال کے لوگوں سے تھا جو آلِ محمدؐ سے کوئی محبت نہ رکھتے تھے اور ان بزرگواروں سے اُن کو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی ظاہر ہے کہ جب کسی شخص سے محبت اور تعلق نہ ہو تو کیوں اس کے متعلق کچھ کہنے اور لکھنے کی تکلیف و زحمت برداشت کی جائے۔

آل محمدؐ سے یہ بے اعتنائی اور لاپرواہی اور بے تعلقی اس لئے ظہور پذیر ہوئی کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد اسلامی دنیا میں جو انقلاب ہوا یعنی اسلام کی قیادت اُن کے گھر سے نکل کر دوسروں میں منتقل ہوگئی تو یہ اُن مقدس ہستیوں کی تباہی اور ہلاکت کا باعث ہوئی

نہ صرف یہ بزرگوار یکے بعد دیگرے تلوار - زہر- قید تنہائی کے ذریعے صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے بلکہ صدیوں تک مسلسل اور منظم کوششیں کی گئیں کہ ان کے کمالات ان کے علوم ان کے فضائل اور مراتب بھی مٹا دیئے جائیں اور لوگوں کے دلوں سے بھلا دیئے جائیں پس ان تمام کاروائیوں کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جو ناگزیر تھا کہ مسلمانوں میں سوائے چند باایمان نفوس کے باقی سب ان بزرگواروں کے حالات. کمالات فضائل و مراتب سے ناواقف ہو گئے۔ اور یہ مورخین بھی اُسی زمرے میں شامل ہیں۔

ثانیاً یہ کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلام کی یا مملکت اسلامی کی قیادت اور سرداری ایسے افراد کے سپرد ہوتی گئی جو آل محمدؐ کی عداوت و مخالفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ان سیاسی قائدین اور حکمرانوں کو ایک دقیقہ کے لئے بھی گوارا نہ ہوتا تھا کہ کہیں آل محمدؐ کا نام بھی لیا جائے یا اُن کا ذکر خیر ہو زمانے کا یہ رنگ ہو گیا تھا کہ اگر کوئی صاحب ایمان ان بزرگواروں کا نام نیکی کے ساتھ لیتا یا اُن کے فضائل بیان کرتا تو اس کی سزا حبس اور تلوار ہوتی یعنی قید اور قتل کیا جاتا تا اس شدید احتساب کی موجودگی میں ان مورخین کو جو پہلے سے ان مقدس ہستیوں سے کوئی خاص دلچسپی اور محبّت نہیں رکھتے تھے کیا پڑی تھی کہ اپنی جان اور مال کو خطرے میں ڈال کر ان کے حقیقی حالات اور واقعات شرح و بسط کے ساتھ لکھتے۔ بس اتنا ہی لکھا جتنا کہ حکومت وقت نے اجازت دی اور جس کا ترک ناگزیر تھا اسے چھوڑ دیا۔

مسلمانوں میں تدوین تاریخ کا سلسلہ بنی امیّہ کے عہد میں شروع ہوا بنی امیّہ کے سب سے پہلے تاجدار معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں سب سے پہلے تاریخ کی کتاب " اخبار الماضیین " لکھی گئی۔ تاریخ کے اس دور کی خصوصیت ہے کہ یہ تاریخ نویسی نہیں تھی بلکہ تاریخ سازی تھی جس میں ارباب اقتدار آل محمدؐ کے کارناموں پہ پردے ڈالنے میں مصروف تھے۔

معاویہ نے جب اسلامی مملکت پر قبضہ کر لیا اور میدان کو اپنے لئے خالی کر لیا تو اہل بیتؑ کی مخالفت شروع کی اور ان کے فضائل پہ پردے ڈالنے کو شعار بنا لیا۔ علامہ ابن ابی الحدید

لکھتے ہیں کہ معاویہ نے اپنے عمّال اور حکام اور گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا۔

"فرمان کا مضمون یہ تھا۔ ایسے لوگوں کے لئے جو ابوتراب یا اس کے خاندان کے متعلق فضائل یا کوئی چیز بیان کریں اُن کے لئے ہمارے ملک میں آمان نہیں ہے"

(شرح ابن ابی الحدید خطبہ نمبر ۲۰۰)

اس فرمان میں یہ بھی حکم تھا کہ ہمارے ملک کے تمام خطیب جہاں کہیں اسلامی منبروں پر جائیں وہ علی علیہ السلام کو ناسزا اور ناروا سبّ وشتم کریں اور اُن پر تبرّا کریں اور انہیں اور ان کے خاندان کو ناروا باتوں سے منسوب کریں معاویہ نے بصرہ اور کوفہ کی حکومت زیاد بن کو دی اور اس نے شیعیان علی کو وہ کسی ڈھیلے یا پتھر کے پیچھے کیوں نہ چھپے ہوئے ہوں باہر نکالا اور سزائیں دیں۔ یہاں تک کہ شیعہ مقتولین کی تعداد معاویہ کے زمانہ میں چالیس ہزار تک پہنچ گئی جن میں سے صرف عراق کے شیعوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچتی ہے اُن کے ہاتھ اور پاؤں قطع کر دیئے جاتے تھے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اندھا کر دیا جاتا تھا۔ اُن کو سولی دیدیا جاتا تھا اور شاہی حکم یہ تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے ہر وہ شخص جو شیعہ علی یا اہل بیت ہو اس کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے جب کسی سے حضرت علیؑ کی فضیلت میں کوئی حدیث سنو تو ویسی ہی حدیث ہماری فضیلت میں بنا دو۔ ایک دوسرے فرمان نامے میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ تمام عمّال وحکام متوجہ رہیں کہ جس شخص کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ شیعیان علیؑ سے یا علیؑ کی اولاد سے ہے اُس کے نام پر قلم پھیر دی جائے اور رعایا کے لئے جو حقوق اور بخششیں ہیں اُس کے لئے منقطع کر دی جائیں۔ اور جس شخص کے متعلق یہ احتمال ہو کہ وہ آل محمدؐ کے محبوں میں سے ہے تو اُس کو شکنجے میں کھینچ دیا جائے اور اس کے گھر کو تباہ ومسمار کر دیا جائے

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۴۴ مطبوعہ بیروت)

معاویہ کی تبلیغات میں سے علی علیہ السلام پر تبرّا کرنا عبادت گنا جاتا تھا اگر کوئی شخص کسی دن تبرہ نہ کرے تو اُس پر اُس کی قضا واجب تھا۔ معاویہ کی یہ کوشش تھی کہ علیؑ اور

www.khwajafateeranisari.com

اُن کے خاندان کو اسلام میں نہ سمجھا جائے یہ شاہی فرمان واحکام تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے اس کا نتیجہ وہ ہوا جسے ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فرحت الغری" میں نقل کیا ہے اس روایت کو غور و فکر سے پڑھیئے۔ وہ کہتے ہیں کہ قبیلۂ بنی داؤد کا ایک شخص جو اپنے بیٹوں اور اپنے غلاموں کو حضرت علیؑ پر تبرّا کرنے کی تعلیم دیتا تھا۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آیا۔ حجاج نے اُس سے سختی سے بات کی اُس نے جواب میں کہا اے امیر ہمارے ساتھ اس روش سے باتیں نہ کرو ہم بہت سی فضیلتیں رکھتے ہیں حجاج نے کہا تم کیا فضیلتیں رکھتے ہو اُس مرد نے کہا کہ ہماری یہ عادت ہے کہ اگر کوئی شخص ہم میں سے کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس عورت سے سب سے پہلے وہ پوچھتا ہے کہ کیا تو ابوتراب سے محبت رکھتی ہے اور ان کا بھلائی سے ذکر کرتی ہے اگر وہ جواب دے کہ ایسا ہی ہے تو ہم اس سے کبھی بھی نہیں نکاح کرتے حجاج نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ ہمارے قبیلے میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا نام علی یا حسن یا حسین ہو کوئی لڑکی نہیں ہے جس کا نام فاطمہ ہو۔ جس دن حسین علیہ السلام عراق آئے ہمارے قبیلے میں سے ایک عورت نے یہ منت مانی کہ اگر حسینؑ قتل کئے جاویں تو میں شکرانہ میں دس اونٹ قربانی کروں گی جب اس نے حضرت کی شہادت کی خبر سُنی اور لوگ اس کی نذر کھانے کے لئے آئے تو ہمارے قبیلے میں سے ایک شخص نے کہا کہ علی پر تبرّا کرو اس نے کہا کہ میں ان کے بیٹوں پر بھی ایسا کرتی ہوں۔

"فرحت الغری صفحہ ۱۳-۱۲ مطبوعہ نجف اشرف"

یہ آزادی اور فراخدلی کا زمانہ ہے مگر تاریخ سازی کی یہ مہم رُو بہ ترقی۔ بے لطف یہ ہے کہ عصر حاضر میں جو روشنی اور ترقی کا زمانہ کہلاتا ہے اس میں علوم مغربیہ سے مزیّن لوگ بھی تاریخ میں غلط فہمیاں پیدا کرنے اور آلِ محمدؐ کے کارناموں کو چھپانے میں سرگرم عمل ہیں یہاں ہم صرف دو عظیم دانش گاہوں کے بلند مرتبہ پروفیسروں کی نامناسب سعی و جہد کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں یہ دونوں حضرات حمید کے نام سے موسوم ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ استاذ قانون بین الممالک جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن۔

۲۔ ڈاکٹر حمید الدین ایم۔ اے (پنجاب) ایم۔ اے (دہلی) پی۔ ایچ۔ ڈی لیکچرار شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے تاریخ کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور حقائق کو جسم ملّت سے نکال دیا ہے ان کی تالیف ہے (عہد نبوی کے میدانِ جنگ) قارئین کو یہ پڑھ کر تعجب ہوگا کہ عہد نبوی کے میدانِ جنگ جتنے بھی انہوں نے لکھے ہیں وہ غالب علیؑ کل غالب اسد اللہ الغالب یعنی لا فتیٰ الاّ علی سے خالی نظر آتے ہیں لطف تو یہ ہے شبِ ہجرت میں بستر رسالت پر علی علیہ السلام کی فداکاری اور جاں نثاری کو چھپانے کی مذموم کوشش بھی موجود ہے لکھتے ہیں کہ جب آپ کی جان کے خلاف ایک سخت خطرناک اور زبردست سازش کی گئی تھی تمکّے سے نکلتے غار حرا میں چھپتے عام رستے سے بچتے اور پہاڑوں اور وادیوں سے ہوتے مدینے کی جنوبی آبادی میں پہنچتے ہیں اونٹوں کا ایک مختصر سا قافلہ جس میں آنحضرت اور آپ کے یار غار ابو بکر صدیق ایک غلام اور ایک رہبر تھا وہاں پہنچا (عہد نبوی کے میدان جنگ صفحہ ۱۰) ایسی حق پوشی کا پتہ انسانوں کو مرنے کے بعد ہی چل سکے گا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ جنگِ بدر جہاں پچاس فیصد کفار کو علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا اُس علیؑ کا کہیں ذکر تک نہیں حالانکہ موجودہ زمانے کے انصاف پسند مورخ حضرت علی علیہ السلام کو جنگ بدر کا ہیرو کہتے ہیں اس حق پوشی کا فیصلہ کرنے والا احکم الحاکمین ہی ہے۔ جنگ اُحد میں بھی اس جاں نثار علیؑ کا کہیں ذکر نہیں جس نے رسول اللہ کے سامنے سینہ سپر ہو کر رسول اللہ کی جان بچائی اور شکست کو فتح سے بدلا۔ غزوۂ احزاب یعنی جنگ خندق میں اس کل ایمان علیؑ کا جس کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے بڑھ کر ہوئی تھی کہیں ذکر نہیں نہ عمرو بن عبدود کا کہیں ذکر ہے حالانکہ ابو بکر اور حضرت کا بھی تذکرہ شدومد سے دیکھا گیا ہے۔ لاکھ اخفا کی کوشش کی جائے مگر

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

www.khwajalateefansari.com

فتح مکہ میں شیرہ چشتی کا ثبوت موجود ہے مگر دیکھنے والے چشمِ عرفان سے دیکھ رہے ہیں۔ صفحہ ۴۲ تا ۴۸ سے

علیؑ بر دوشِ احمدؐ چشم بددور — عیاں شد معنیٔ نور علیٰ نور
بود چونکہ کتفِ نبیؐ بالاتر از عرشِ بریں — زاں سبب شد جائے پا بیت یا امیر المومنینؑ

جنگ حنین میں بھی مظہر العجائب اور غرائب کا نام نہیں لیتے صفحہ ۴۸ تا ۵۴
فاتح خیبر کرار غیر فرار جو اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں ان کا نام لینا اس مؤلف کے نزدیک گناہ ہے۔ حق پوشی کی سب کوششیں رائیگاں جائیں گی حق حق رہے گا اور حق پوش مواخذہ میں ہوں گے۔
اِلی اللہ المشتکیٰ۔

۲۔ ڈاکٹر حمید الدین ایم۔ اے لیکچرار شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی

حزبِ اقتدار کے مورخین کا ایک مغالطہ اور اسکی تردید

ڈاکٹر حمید الدین صاحب پر ہی موقوف نہیں۔ بلکہ عام مورخین عامہ عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے شیعہ کے نظریہ حکومت الٰہیہ کی غلط ترجمانی اس طرح پر کرتے ہیں۔

"شیعہ ایک خاص خاندان یعنی اہل بیت کو حکومت کا حقدار سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ تخیل ایران سے لیا تھا۔ ایران میں شاہی خاندان کے افراد کے سوا کوئی دوسرا بادشاہ بننے کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا"

اسی جادۂ پامال پر ہمارے فاضل مورخ ڈاکٹر حمید الدین صاحب بھی گامزن ہوئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"خلافت اور اہلبیت"

خلافت کے متعلق قرآن مجید میں کسی مخصوص طریق انتخاب کا ذکر نہیں ہے۔ معتبر حدیثیں

www.khwajalateefansari.com

بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے اس نظام کو خود امّت پر چھوڑ دیا ہے کہ حالاتِ زمانہ اور ضرورتِ وقت کے مطابق جو طریقہ بہتر ہو اس پر عمل کر کے خلیفہ منتخب کر لیا کریں۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی حکومتوں کو جمہوری بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا کافی و شافی جواب ہم اپنی اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کی جلد دوم میں دے چکے ہیں۔ پھر پروفیسر حمید الدین صاحب لکھتے ہیں۔

"مگر اس دوران میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا تھا جو یہ سمجھتا تھا کہ خلافت صرف اہل بیت کا حق ہے (اہل بیت سے مراد خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد ہے) اور وہ لوگ جو خلافت پر متمکن ہیں ظالم اور غاصب ہیں، ان کے نزدیک خلیفہ کا انتخاب جمہوری نہیں بلکہ قرابت داری کی بنا پر ہونا چاہیئے"

"خاندانی قرابت سے حصولِ حکومت کا نظریہ شیعوں کا نظریہ نہیں، بلکہ حضرت ابوبکر کا نظریہ ہے جنہوں نے انصار کے مقابلہ میں حق قرابت کو پیش کر کے اور رسول اللہؐ کی عزیزداری کی اپیل سے انہیں مرعوب کر کے اپنے ہی مقصد کو حاصل کیا ہے۔

فاضل موصوف کو اپنے اس بیان کا مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیئے تھا۔

۱۔ کیا قرآنِ مجید نامکمل کتاب ہے جو نظریۂ حکومت جیسے اہم اصول کے متعلق خاموش ہے؟ جس پر انسانی اصلاح معاشرہ و تمدّن کا انحصار ہے۔

۲۔ کیا معتبر حدیثوں کی خاموشی معاذ اللہ رسول اللہؐ کی فرائض کی کوتاہی کی دلیل ہیں۔

۳۔ کیا نظریہ حکومت مسلمانوں میں تشنۂ تکمیل ہے؟ پھر الیوم اکملت لکم دینکم کے کیا معنی ہیں؟

۴۔ کیا یہ کہنا کہ اسلام نے نظریۂ حکومت کو بیان نہیں کیا، قرآن کی تکذیب نہیں۔

۵۔ یہ اصول کہ شریعت نے اس نظام کو خود اُمّت پر چھوڑ دیا ہے۔ قرآن کی کس آیت یا رسول اللہ کی کس حدیث سے مستنبط ہے۔

۶۔ کیا ایسے حضرات جو نہ نصِّ احدیت سے اور نہ نصِّ رسالت سے خلیفہ ہوئے ہوں انہیں خلیفۃ اللہ یا خلیفۂ رسولؐ کہہ سکتے ہیں؟

۷۔ جنہیں مسلمان منتخب کریں وہ خلیفۃ اللہ یا خلیفۂ رسولؐ کی بجائے خلیفۃ المسلمین کہلانے کے زیادہ مستحق نہیں؟

قرآن نے نظریۂ حکومت کا جس طرح ذکر کیا ہے اسے ہم نے اسی تالیف اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے حصّہ دوم میں بیان کیا ہے۔

خلافت کے متعلق معتبر احادیث ہماری اس تالیف اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے پہلے حصّہ میں موجود ہیں۔ پھر پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

شیعہ کے عقیدہ میں جمہوری طرز پر خلیفہ کا انتخاب بے انصافی اور خلافِ انصاف تھا۔ کیونکہ یہ حق اہل بیت کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اپنے اس اعتقاد پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے بڑے بیٹے حسنؓ کو خلیفہ بنالیا اور جمہوری انتخاب ختم کر دیا۔ رہی سہی کسر بنی امیہ اور بنی عباس نے پوری کر دی جب کہ خلافت سراسر موروثی حق ہو کے رہ گئی۔ (بحوالہ تاریخ اسلام مرتبہ ڈاکٹر حمید الدین لیکچرار شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

یہ ہے وہ زہر افشانی جو ڈاکٹر صاحب ممدوح نے فرقۂ شیعہ کے خلاف فرمائی ہے ان کا یہ کارنامہ یا تو لاعلمی اور جہالت کا شاہکار ہے اور یا ناصبیت و تعصب کا شہ پارہ ہے۔ یا تو شیعہ اصول عقائد کا علم ہی نہیں اور یا پھر ان کا تجاہل عارفانہ ہے۔ ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اس صورت میں تعصب تاریخ سازی پر ضروری ہے کہ ہم فنِ تاریخ سے تاریخ کی بے عنوانیوں کا ذکر کریں۔

www.khwajalateefansari.com

تاریخ کی بدعنوانیاں

مگر یہ اہم اور مفید مضمون جب انسانی بدعنوانیوں سے آلودہ ہو جائے اور انسانی خواہشات نفسانیہ کا تختۂ مشق بن جائے تو اس کے نقصانات بھی بہت عظیم اور دیرپا ہوتے ہیں۔ ذاتی اغراض ومقاصد کے پیش نظر لکھی ہوئی غلط تاریخ فساد عظیم کا سبب ہوتی ہے چنانچہ ماہرین فن تاریخ نے تاریخ کی بدعنوانیوں کو اس طرح بیان کیا ہے۔

۱۔ تاریخ جب کسی خاص سیاسی گروہ یا کسی خاص مکتب خیال یا کسی خاص فرقہ مذہب کے پروپیگنڈے کے لئے لکھی جائے تو ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔

۲۔ تاریخ جب سطحی اور ذاتی اغراض کے لئے تدوین کی جائے اس میں حزب اقتدار بادشاہوں، وزیروں اور جرنیلوں کے مصالحہ آمیز پالیسیوں کو بیان کیا گیا ہو۔ اور حزب اختلاف کے سراپا خلوص اراکین کو نشانہ اتہام بنایا گیا ہو اور ان جمہور کا اور ان کی زندگی کا ذکر نہ ہو اس میں صرف سیاسی اور عسکری امور کو اہمیت دی گئی ہو معاشی اور معاشرتی پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا گیا ہو تو ایسی تاریخ ناقص تاریخ کہلاتی ہے۔

۳۔ جب تاریخ لکھوانے والے حزب اقتدار کے ایماء پر تاریخ لکھی جائے اور خوشامدی مؤرخوں کو حزب اقتدار پر تنقید وتبصرہ کی جسارت نہ ہو اور وہ ارباب اقتدار کی بدعنوانیوں سے پیدا ہوتے والے اثرات کو نظر انداز کر دیں تو ایسی تاریخ معیاری تاریخ نہیں ہوتی۔

مسلمانوں میں تاریخ کی ابتداء

مسلمانوں میں تاریخ کی ابتدا بنو امیہ کے ایماء پر ہوئی اور سب سے پہلی تاریخ اخبار الماضین

بنو امیہ کے پہلے مُستبِد بادشاہ (DE SPOTIG MONARCH) معاویہ بن ابی سفیان کے ایماء سے تدوین ہوئی اس کے بعد حزبِ اقتدار کے ایماء پر حدیث سازی اور تاریخ نویسی کی مہم شروع ہوئی جس کا واحد مقصد حزبِ اختلاف اہل بیت رسول کے خلاف سیاسی حیلوں سے مسلسل پروپیگنڈہ تھا تاکہ اسلام کے مخلص جاں نثاروں کو عوام کی نظروں میں پست کیا جائے۔ یہ اموی تاریخ ہے جس میں اربابِ اقتدار نے روحانیت تعلیم قرآن تعلیم رسول کو پس پشت ڈال کر سیاست ملک گیری دنیاداری حصول اقتدار وشان وشوکت دنیوی کو اپنا مطمح نظر بنایا اور اپنے حصول اقتدار کے لئے وہ کچھ کر گزرے جو ملوک جبابرہ سلاطین جائرہ عصوص اور اربابِ اقتدار نے ہر زمانے میں کیا ہے اور آج بھی کر رہے ہیں یہ اسی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم اور اس کی اصلی صورت مسخ ہوگئی ہے اور ایسی مسخ ہوئی کہ آج تک اسلام اپنی اصلی صورت میں نظر نہیں آرہا۔

بنی امیہ

تاریخ لکھوانے والے بنو امیہ جنہوں نے یہ تاریخ مرتب کروائی اپنے اغراض ومقاصد کے بندے تھے چنانچہ مصر کے مشہور سنی اہل قلم عباس محمود العقاد اپنی تصنیف ابوالشہداء میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کا موازنہ اس طرح کر رہے ہیں یہ دونوں خاندان مزاج اور اخلاق کے لحاظ سے مختلف تھے اگرچہ قبیلہ قریش کی دو شاخیں تھیں لیکن بنو ہاشم اغلب طور پر انسانیت کا نمونہ عمل روحانی انسان تھے یہ خصوصیت خاص طور پر جناب سیدہ فاطمہؑ کی اولاد میں موجود تھی بنو امیہ عام طور پر اکثر اپنے ذاتی منافع کے لئے ہی عمل کرنے والے انسان تھے یہ خصوصیت پدری اور مادری طور پر عبدالشمس کی اولاد میں موجود تھی (ابوالشہداء صفحہ ۲۹)

السید محسن الامین الحسینی العاملی اپنی شہرہ آفاق کتاب اعیان الشیعہ میں بنو امیہ اور بنو عباس کے حالات کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں حضرت علی مرتضیٰؑ اور ان کی ذریت تمام ازمنہ میں شریعت، عدل، احسان، زہد اور تقویٰ کے طریقے کے محافظ تھے یہاں تک کہ ان حضرات کا حسنِ سلوک دشمنوں سے بھی ایسا ہی تھا اس لئے لوگ ان کی طرف مائل ہوتے تھے سوائے حاسدوں

اور دشمنوں کے جوان کے مخالفین کی طرف مائل ہوتے تھے لہٰذا سلاطین زمانہ اور بادشاہان وقت کو ان سے ہمیشہ اپنی سلطنت کے متعلق اندیشہ لاحق رہتا تھا اس لئے انہوں نے ان حضرات کے مراتب گھٹاتے اور ان کے پیروؤں کی ایذارسانی میں حد سے زیادہ کوششیں کیں بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے سرکار رسالت محمد مصطفٰےؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔

بنو امیّہ کا سرکار رسالتؐ اور اُن کے آباءو اجداد طاہرینؑ

حضرت ابی طالبؑ اور اولاد ابی طالبؑ کے خلاف پروپیگنڈہ

حضرت محمدؐ مصطفٰےؐ اور حضرت ابوطالبؑ نے اپنی زندگی میں بنوامیّہ کے ارادوں کو جس طرح ناکام بنایا اور ان کے اغراض ومقاصد کو جس طرح خاک میں ملایا اور ان کی اولاد نے جس طرح اسلام کو پروان چڑھایا اور بنوامیّہ کو خلاف اسلام جنگوں میں جس طرح شکست پر شکست دی وہ اموی حکمرانوں کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی اس کا نتیجہ بنوامیّہ کا حضرت محمدؐ مصطفٰےؐ حضرت ابوطالب اور اولاد ابی طالب سے عناد کی صورت میں ظاہر ہوا انہوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں تاریخی پروپیگنڈے کی ایک زبردست مہم شروع کی اور آج تک ان کے متبعین کے دم قدم سے جاری ہے حضرت محمدؐ مصطفٰےؐ ابوطالب اور اولاد ابی طالب کے وقار کو کم کرنے کے لئے مختلف عنوان اختیار کئے گئے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ شہرت دی گئی کہ آزر بُت گر بُت فروش اور بُت پرست اُن کے باپ تھے حالانکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے ایسے چچا تھے جیسے سرکار رسالت محمدؐ مصطفٰےؐ کے چچا معاند اسلام ابولہب بُت پرست تھے۔

۲۔ سرکار رسالتؐ اور سرکار ولایت علیؑ مرتضیٰؑ کے آباؤ اجداد معاذاللہ بُت پرست تھے حالانکہ یہ حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصیاء تھے۔

www.khwajatefanasari.com

۳۔ سرکار احسان ابوطالب عمران کے اسلام سے انکار۔

۴۔ سرکار احسان ابوطالب عمران جن کی تجارت ممالک خارجہ میں تھی کے افلاس کے تذکرے۔

۵۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی کثرتِ ازدواج و کثرت طلاق کے افسانے۔

۶۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صنفی خواہشات کے افسانے۔

۷۔ حضرت امام حسن علیہ السلام پر زنانہ زندگی کا الزام۔

۸۔ حضرت امّ کلثوم بنت جناب امیرؑ و سیّدہ فاطمہؑ کے عقد کا افسانہ۔

۹۔ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا مظلومہ شام کے متعلق نادرا حملے۔

باوجود اس احتساب اور روک تھام کے خدا نے کچھ ایسے افراد بھی پیدا فرمادیئے جنہوں نے صاحبان اقتدار اور حکام وقت کے تعزیراتی احکام کو ٹھکرا دیا۔ ان کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنی جان خطرہ میں ڈال کر ان اولیاء اللہ۔ اوصیاء رسول اللہ کے حالات۔ کمالات اور فضائل و مناقب دل کھول کر لکھ دیئے۔ لیکن افسوس کہ ان کے اکثر ملفوظات تالیفات اور تصانیف ہم تک نہ پہنچنے پائے۔ ان میں اکثر کتب تو حکام جور نے باضابطہ اور منظم طور پر تلف کرا دیں بعض لوگوں کے یہاں چند کتابیں جو بچ گئیں ان کو حکام جور کے خوف سے ان لوگوں نے اس طرح چھپایا اور مخفی کیا کہ یہ تلف اور غائب ہو گئیں دنیا انہیں پھر نہ دیکھ سکی۔ مثلاً جب ہم ابن ندیم (المتوفی ۳۸۵ھ) کی کتاب "الفہرست" پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ایسی متعدد کتب کے نام پاتے ہیں جو دوستان اور جاں نثاران اہل بیتؑ نے ان کے حالاتِ زندگی، فضائل و مصائب کے متعلق لکھی تھیں لیکن ان کتب میں سے دو فی صد بھی باقی نہ رہیں بلکہ مفقود و معدوم ہو گئیں۔

المختصر اسلامی تواریخ سے اہل بیت علیہم السلام کے متعلق خاطر خواہ کافی اور صحیح معلومات ہم کو نہیں ملتیں۔

www.kitabmart.in

احادیث واخبار

دوسرا ذریعہ معلومات کا احادیث واخبار ہیں۔ لیکن ان کی حالت بھی قابلِ اطمینان نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم کے خلاف دروغ بافیوں کی ابتداء

اسے بدقسمتی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ عہدِ رسالت اور عہدِ خلفاء راشدین اور السابقون الاوّلون کے حین حیات میں احادیث کا کوئی مجموعہ مرتّب نہ ہو سکا اس عدم تدوین احادیث کے نہایت مضر نتائج برآمد ہوئے اس نے منافقین اور گروہ مؤلفۃ القلوب کو اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف تہمت تراشی میں حد درجہ بے باک کر دیا منافقین وہ لوگ تھے جنہوں نے جان و مال کے خوف سے یا دیگر مصالح دنیوی کی وجہ سے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا اور جو زبان سے حضور صلعم کو رسول اللہ رسول اللہ کہتے تھے لیکن دل سے نہ ان کی رسالت پر یقین رکھتے تھے اور نہ اصول اسلام کے قائل تھے۔ (مقدمہ عصمت رسولؐ)

رسولؐ اللہ کے زمانے میں ہی مسلمان جھوٹی حدیثیں بنانے اور شائع کرنے لگے تھے چنانچہ جب اس کی اطلاع آنحضرتؐ کو ہوئی تو آپ نے عتاب فرمایا اور ایسا کرنے سے لوگوں کو سختی کے ساتھ منع فرمایا بحار الانوار جلد اوّل میں حدیث ہے عن ابی جعفر الثانی فی مناظرتہ مع یحییٰ ابن اکثم انہ قال قال رسول اللہ فی حجّۃ الوداع قد کثرت علیّ الکذّابۃ و ستکثر ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوّء مقعدہٗ من النار۔ یحییٰ ابن اکثم سے مناظرہ کرتے ہوئے جناب امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ میری نسبت بہت سی جھوٹی حدیثیں منسوب کی جا رہی ہیں اور کثرت سے کی جا رہی ہیں جو شخص میرے متعلق عمداً جھوٹ کہے گا یعنی جھوٹی حدیثیں بیان کرے گا اس کا مقام جہنم ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے

www.khwajaiteefansari.com

امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ایک خطبہ میں دیکھا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میرے متعلق ایسی جھوٹی باتیں کہی جائیں گی جیسی کہ انبیاء ماسبق کے متعلق کہی گئی ہیں۔ ڈاکٹر احمد امین مصری کے قول سے اس نتیجے کی تائید ہوتی ہے وہ اپنی کتاب فجر الاسلام میں لکھتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضع احادیث کا سلسلہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں ہی شروع ہو گیا تھا چنانچہ حدیث من کذب علیّ متعمداً الخ کے بارے میں غالب گمان ہو جاتا ہے کہ کسی ایسے واقعہ کے متعلق ارشاد فرمائی جس میں رسولؐ اللہ پر دروغ بافی کی گئی تھی (مقدمہ عصمت رسول مؤلفہ سید حشمت حسین ایڈووکیٹ حیدرآباد سندھ)

رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد ایسی ہی جھوٹی باتیں کہی گئیں اور جھوٹی اور موضوعہ احادیث کا سلسلہ اس شدت سے جاری ہوا کہ اس کے انسداد کے لئے سخت کاروائی فرمانی پڑی یہاں تک کہ حضرت عمر نے ابوہریرہ کو دُرّے لگائے۔ خلفاء کے بعد جب حکومت خاندان بنی امیہ میں منتقل ہوئی تو اُن حکمرانوں نے جھوٹی حدیثیں وضع کرانے کا سلسلہ شروع کیا جس کے بانی معاویہ تھے انہوں نے رقم کثیر صرف کر کے حضرات شیخین اور اپنے فضائل میں اور جناب امیر علیہ السلام اور اہل بیتؑ کی منقصت میں جو احادیث بنوائیں اُس کے ذکر سے کتب احادیث و اخبار بھری پڑی ہیں۔ پروفیسر فلپ کے ہٹی تاریخ عرب میں لکھتے ہیں مسلمان عربوں کے دو فریق ہیں جب کوئی مذہبی، سیاسی، سماجی، نزاع واقع ہوتی تھی تو ہر فریق اپنی تائید میں رسول اللہ کی حدیثیں پیش کرتا تھا وہ احادیث کچھ صحیح ہوتیں اور کچھ موضوعہ یا جھوٹی ہوتیں۔ اور ابوبکر کی سیاسی مخالفت علیؑ اور معاویہ کا جھگڑا بنی عباس اور بنی امیہ کی عداوت وغیرہ باعث ہوئے متعدد جھوٹی حدیثوں کے بننے کا۔ اس کے علاوہ علماء کی کثیر تعداد کے لئے یہ دولت کمانے اور روپیہ پیدا کرنے کا ذریعہ بن گیا تھا۔

اس حدیث سازی کے وبائی مرض کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دنیائے اسلام کے علماء اس سے متاثر ہو گئے اور ان جھوٹی اور موضوعہ حدیثوں کو اکثر علماء نے تو عمداً حکام وقت کی خوشنودی

www.khwajateefansari.com

کی خاطر اور بعض نے دانستہ طور پر اپنی کتابوں میں شریک کر لیا۔ اور اس کثرت سے شریک کیا کہ بعد میں ان کے متعلق محققین کو بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھنی پڑیں اس کے باوجود بعض معتبر اور مستند کتب احادیث مثلاً صحاح ستہ وغیرہ میں یہ جھوٹی اور موضوعہ حدیثیں رہ گئیں اور اب تک موجود ہیں۔

کتب شیعہ بھی ان سے محفوظ نہیں رہیں۔ ان کی کتب احادیث و اخبار میں بعض ایسی حدیثیں نظر آتی ہیں جن سے بادیٔ النظر میں محمدؐ و آل محمدؐ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن ذرا غور و فکر کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دراصل اُن سے ان بزرگواروں کی منقصت اور توہین ہوتی ہے یہ حدیثیں بڑی چالاکی اور مکاری کے ساتھ موضوع کی گئیں تھیں بعض بھولے شیعہ علماء نے ان کو مفید مطلب سمجھ کر اپنی کتب میں شریک کر لیا۔ مثال کے طور پر سرکار شفقت و احسان حضرت ابوطالب عمران کے افلاس کا قصہ ہے وہ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ جب جناب امیر المومنینؑ پانچ برس کے تھے تو مکہ معظمہ میں قحط پڑا بنی ہاشم کو حضرت ابوطالب کے افلاس پر رحم آیا۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ابوطالب علیہ السلام کی اولاد کو اُن سے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے تقسیم کر لیا جائے۔ چنانچہ تقسیم اس طرح ہوئی کہ حضرت ابوطالب عقیل کے کفیل رہیں اور عباس بن عبدالمطلب جعفر طیار کو سنبھال لیں اور علی علیہ السلام کو رسولؐ اللہ کی کفالت میں دیدیا جائے سادہ لوح شیعہ علماء کے لئے یہ پُر فریب موضوع حدیث اس لئے جاذب توجہ ہوئی کہ اس میں حضرت علیؑ رسولؐ اللہ کی صحبت میں دے دیئے گئے تھے ان حضرات نے جناب امیر علیہ السلام کے اس خطبہ کو نہیں پڑھا جس میں زمانۂ رضاع سے ہمیشہ تک کوئی ایسا وقت نہیں ملتا جس سے علی علیہ السلام رسولؐ اللہ سے جُدا رہے ہوں ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ حضرت ابوطالب ایک غیر ملکی تاجر تھے ممالک خارجہ شام و یمن میں درآمد و برآمد کا کاروبار کیا کرتے تھے بھلا ممالک خارجہ میں تجارت کرنے والا ایسا مفلس ہو سکتا ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں اپنے تین بچوں کا کفیل نہ ہو سکے حالانکہ حضرت ابوطالب کے متعلق مشہور رہے اور حقیقت ہے کہ وہ سخی مہمان نواز تھے

اور کثیر الرّما دہ مشہور تھے اور زمانۂ شعب ابیطالب میں حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کبریٰ کی دولت ہی کام آئی تفصیل کے لئے ہماری کتاب "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" کی پہلی جلد کا مطالعہ کیجئے۔

یہاں تک تو حدیثوں کی وضع اور ترتیب کا حال بیان کیا گیا اب راویان حدیث کے حالات بھی قابل غور ہیں۔

راویان احادیث

معتبر و مستند کتب احادیث مثلاً صحاح ستہ میں جو احادیث درج ہیں اُن کے راویوں میں ہر قسم کے لوگ عالم۔ جاہل۔ عابد و زاہد۔ متقی و پرہیز گار فاسق و فاجر۔ صادق و کاذب۔ مدلّس و ناصبی و خارجی اور قاتلان حسین بھی ہیں مثلاً حصین بن نمیر جو روز عاشور امام حسین علیہ السلام کے خلاف لڑ رہا تھا اور بعد میں واقعہ حرّہ میں یعنی مدینہ طیبہ کی قتل و غارت میں فوج یزید کے کمانڈر مسلم بن عقبہ کا نائب یا اسسٹنٹ تھا۔ اس کی موت کے بعد جب یزید کی افواج نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو یہ فوج کا سپہ سالار تھا اور خانہ کعبہ کی آتش زنی میں شریک تھا اسی طرح امام حسین علیہ السلام کا قاتل شمر ذی الجوشن بھی راویوں میں ہے۔

عمران بن حصین، عبید اللہ بن زیاد سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے یہ بھی رُواۃ میں ہے

(اصابہ جلد ۵ صفحہ ۲۷)

انس بن مالک جناب امیرؑ کے آغاز سلطنت میں بصرے میں موجود تھا۔ اس نے جناب امیرؑ کی بیعت نہیں کی اور جنگ جمل و صفین میں جناب امیرؑ سے الگ رہا عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ سے اس کے روابط و ضوابط تھے۔ (سیر الانصار صفحہ ۱۴۸)

عمران بن حطان خارجی جس نے واقعہ شہادت جناب امیرؑ پر ان کے قاتل عبدالرحمن بن ملجم کی مدح میں شعر کہے تھے۔ رواۃ میں ہے (مقدمہ تہذیب الکمال صفحہ ۲۵)

اشعث بن قیس حضرت ابوبکر کی ہمشیرہ اُم فروہ کا شوہر تھا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے قتل میں ابن ملجم کا شریک کار تھا اس کی بیٹی جعدہ بنت اشعث امام حسن علیہ السلام کو زہر دینے

www.khwajalateefansari.com

والی خاتون ہے اس کا بیٹا محمد بن اشعث حضرت مسلم بن عقیل کے قتل میں شریک ہے اور اس کا بھائی قیس بن اشعث امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک ہے یہ ہیں حدیث کی مشہور کتابوں کے راوی ان معتبر و مستند کتب و احادیث کے رُواۃ کے حالات کا جب کتب رجال اور تاریخوں سے پتہ چلایا جاتا ہے کہ بعض راویوں کے عادات و اخلاق۔ چال چلن بہت ہی خراب۔ پست اور ناگفتہ بہ تھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جامعین احادیث اور علماء نے ایسے لوگوں کی روایتوں کو کیونکر قبول کیا اور اپنی کتب میں ان کو کیونکر جگہ دی۔

حزبِ اقتدار کے وسائل اور رُواۃ

جب حدیث جیسے مقدس فن کا یہ حشر ہوا ہو تو اس سے آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلامی دنیا کو کیسی کیسی فریب کاریوں میں مبتلا کیا گیا ہے وضع حدیث حزب اقتدار کا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے۔ حزبِ اختلاف یعنی آل محمدؐ اور ان کے شیعہ ہمیشہ اربابِ اقتدار کا تختۂ مشق بنے رہے۔

حزبِ اقتدار کے پاس اقتدار بھی تھا دولت بھی پریس کی طاقت پر بھی پورا تسلط تھا چنانچہ ہٹی صاحب نے اپنے آخری جملہ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا یعنی حدیث سازی علماء کی کثیر تعداد کے لئے دولت کمانے اور روپیہ پیدا کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ حزبِ اختلاف کے پاس ایسے ذرائع کہاں موجود تھے کہ وہ مصنفین کی ضمیر خریدنے کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہا سکیں اس بدعنوانی کی ساری ذمہ داری اربابِ اقتدار کے سر پر ہی ہے اس طریق کار کے نتائج تیرہ سو برس گذرنے کے بعد بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔

ع ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلماں کردند

کے مصداق حکمرانوں کو جنہوں نے مرکز توحید قبلۂ انام خانۂ کعبہ کو نذر آتش کیا مدینے پر حملہ کر کے روضۂ رسول کو اصطبل بنایا۔ مدینہ میں اُن افعال کا ارتکاب کیا جو ناگفتہ بہ ہیں جن لوگوں نے اولاد رسول کو قتل کر کے خاندان رسالت کی بہو بیٹیوں کو قید کیا ان کو نجات کے سرٹیفکیٹ عطا ہوئے اور قسطنطنیہ میں فوج کشی کے پردے میں ان کو جنتی قرار دیا گیا حالانکہ وہ قسطنطنیہ میں ہزار ہا

مسلمانوں کو قتل کرا کے اور شکست کھا کے قیصر روم کو تاوان جنگ دیگر سالانہ اخراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے لوٹے تھے۔ مفصل حالات اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ حصہ چہارم میں مطالعہ فرمائیں۔

وضع حدیث کے مضر نتائج

آج یہی وضعی تاریخیں اور حدیثیں تحقیق اور ریسرچ کے پردے میں منظر عام پر لائی جا رہی ہیں۔

سرکار رسالتؐ کے متعلق صنفی خواہشات کے وہ افسانے ہیں جنہیں بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہی وہ مواد ہے جسے غیر مذاہب والے اسلام اور ذات قدسی صفات جناب محمد مصطفیٰؐ کے خلاف پیش کرتے ہیں اور جن کا اعادہ کسی اسلامی کتاب کے شایان شان نہیں۔

اے کاش مسلمان ان وضعی احادیث کو درایت کی کسوٹی پر پرکھتے اور تنقید و تبصرہ کر کے انہیں کتب احادیث سے خارج کر دیتے ان احادیث میں ایسی ایسی باتیں حضور کی ذات اقدس کی طرف منسوب کی گئی ہیں جن کے صدور کا ایک مسلمان سے بھی امکان نہیں جناب رسالت مآبؐ کی طرف ایسے جنسی مسائل کی نسبت دی گئی کہ وہ ایک نبیؐ معصوم رسول مرتاض، مصلح بنی آدم کی بجائے ایک سراپا تعیش انسان معلوم ہوتے ہیں اور اس قسم کے افسانے شرعی جواز کے ضمن میں وضع کئے گئے۔ اس قسم کے لٹریچر کو شائع کرنا ہم خلاف اصول و خلاف اعتقاد سمجھتے ہیں۔

مگر واضعین احادیث کی بد باطنی کے اظہار کے لئے صرف ایک وضعی حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

انس سے روایت ہے کہ سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ شب و روز میں ایک ہی وقت میں اپنی گیارہ بیویوں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ انس سے پوچھا گیا کہاں ان میں اتنی طاقت تھی انس نے کہا ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے (السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ حلب)

ہماری کتب احادیث و اخبار میں بھی ایسی بے سروپا حدیثیں موجود ہیں جو تشیعی اصول کے خلاف ہیں۔ اور جن کی وجہ سے یورپ اور امریکہ کے مصنفین کو حملہ کرنے کا موقع ملا۔

www.khwajalateefansari.com

از ماست کہ بر ماست

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے متعلق کہ خدیجۂ طاہرہ عقد رسالت میں آنے سے پہلے بیوہ عورت تھیں حالانکہ مذہب اہل بیتؑ کے لحاظ سے وہ باکرہ اور طاہرہ تھیں اس کے سلئے آپ ہماری تالیف تذکرہ خواتین اسلام حیات طیبہ خدیجۃ الکبریٰؑ کو پڑھیئے۔

۲۔ حضرت اُم کلثومؑ کے عقد کا افسانہ۔ ہماری سمجھ میں یہ کبھی نہیں آیا کہ وہ کون سا زمانہ تھا جس میں وہ اس موضوعہ افسانۂ نکاح میں آسکتی تھیں اُن کا پہلا عقد عون بن جعفر طیار سے ہوا اس کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیار سے ہوا ان کی وفات کے بعد جب جناب زینب طاہرہ کا انتقال ہو چکا تو وہ عقد عبداللہ بن جعفر طیار میں آئیں اس کی تحقیق اور ریسرچ کو اگر حیات مستعار نے مہلت دی تو ایک مستقل کتاب کی صورت میں ہم پیش کرنے والے ہیں۔

۳۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کی بہن کی تین بیٹیوں کو رسول اللہ کی (صلب) اور خدیجۃ الکبریٰؑ کے بطن سے ہونے کا افسانہ جن کے عقد ابتداء میں تین کافروں سے ہوئے۔ عتبہ اور عتیبہ پسران ابولہب سے لیکن انھوں نے اسلام کی دشمنی کے باعث ان دونوں مخدرات کو طلاق دیدی اور ایک بیٹی کا عقد ابوالعاص سے بحالت کفر ہوا جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اس کی مکمل توضیح و تشریح ہماری کتاب خواتین اسلام میں پڑھیئے۔

وما توفیقی الا باللہ وھو ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللھم احفظنا من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفیٰ خاتم النبیین وآلہ الطیبین الطاھرین المعصومین۔

عروج عرفانی نمبر۲

قرآن حکیم

قرآن آسان نمود اوّل وے استاذ مشکل ما (اکبر الہ آبادی)

ہماری اس تالیف کے اصل موضوعات قرآن حکیم پہ مبنی ہیں اس سلئے

قرآن مجید کے اسلوب بیان اس کی خصوصیات اور امتیازات اس کے صنائع وبدائع اس کے حصول تعلیم کے طرق کو بیان کرنا نہایت ضروری ہے ہماری اس تالیف کا عنوان عصمت ابیطالبؑ عمران من آیات القرآن ہے اس لحاظ سے ہمارے دلائل اور ان کی توضیحات قرآن حکیم سے ہی بیان کی جائیں گی اس لئے پہلا یہ باب نہایت ضروری اور اہم ہے ،

خطبہ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان اللعین الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط
الحمد لمن خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوٰۃ والسلام علی من علمہ القرآن
وآلہ الامجاد الذین ھم ابلغ البیان۔

قرآن پاک کا معجزہ فصاحت وبلاغت

قرآن حکیم سرکار رسالت محمد مصطفےٰؐ ارواحنا لہ الفداء کا معجزہ ہے جس طرح وہ حیات ظاہریہ سرکار رسالت میں معجزہ تھا۔ آج صدیاں گذر جانے کے بعد بھی معجزہ ہے اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل خود قرآن حکیم نے ان الفاظ سے پیش کی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ (سورہ البقرہ آیت ۲۴ پارہ ۱ رکوع ۳)

اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا اگر اس میں تمہیں کچھ شک ہو تو ویسے ہی ایک سورۃ تم بھی بنا لاؤ اگر تم سچے ہو تو خدا کے سوا اور اپنے سب گواہوں کو بلا لو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرتے رہو جس کا ایندھن آدمی ہیں اور پتھر جو خاص کر کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اس آیہ مبارکہ میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے انکار

www.khwajalateefansari.com

کرنے والوں کو چیلنج کیا گیا ہے یہ زبردست تحدّی ہے۔ قرآن حکیم نے پہلی دفعہ ہی منکرین کے خلاف یہ چیلنج نہیں کیا بلکہ یہ آخری چیلنج ہے جو بتدریج بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے رب العزت نے اس چیلنج کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸ پارہ ۱۵ رکوع ۱۰)

تم یہ کہہ دو اگر سب آدمی اور کل جنّ اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند بنا دیں تو اس کے مانند نہ بنا سکیں گے۔ گو ان میں سے ایک دوسرے کا پشت پناہ بھی ہو اس آیہ مبارکہ میں منکرین کو اس طرح چیلنج کیا گیا ہے کہ تم تمام انسان اور جنّ ایک دوسرے کے مددگار ہو کر اس قرآن کی مانند نہیں بنا سکتے ہو۔ جب اس تحدّی پر تمام فصیح و بلیغ عرب جنہیں اپنی زبان اور ادب پر اتنا ناز تھا کہ اپنے آپ کو خوش بیان سمجھتے تھے اور اپنے مقابلے میں تمام دنیا کے انسانوں کو عجم یعنی گنگ کہتے تھے لاجواب ہو گئے تو پھر تدریجاً اس سے کم کا مطالبہ کیا۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (سورہ ہود آیت ۱۳ پارہ ۱۲ رکوع ۲)

وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے بنا لیا ہے۔ تم کہہ دو کہ ایسی بنی ہوئی دس سورتیں تم بھی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ اللہ کے سوا تم جن جن کو بلا سکتے ہو بلا لو۔

جب وہ ایسی دس سورتیں بنانے پر بھی قادر نہ ہو سکے تو پھر سورہ بقرہ کی اس آیت سے چیلنج فرمایا جو ہم نے عنوان میں بیان کی ہے اس میں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ لفظ سُوْرَةٍ پر تنوین ہے جو نکرہ کی علامت ہے یعنی کسی خاص سورۃ کا تعین نہیں کیا جب کہ قرآن مجید میں سورہ بقرہ جیسی طویل سورتیں بھی موجود ہیں اور نہ ہی کسی قصیر ترین سورت کا مطالبہ کیا حالانکہ قرآن مجید میں چھوٹی سے چھوٹی سورتیں موجود ہیں یہاں تک کہ چھوٹی سے چھوٹی

سورت سورہ الکوثر ہے۔ جو صرف تین جملوں پر مشتمل ہے یعنی اس قرآن کے مقابلے میں فصیح و بلیغ عرب تین جملے بھی نہ بنا سکے اور اس قدر تنگ اور عاجز آ گئے کہ فارسی ضرب المثل بجنگ آمد بجنگ آمد تنگ آ کر لڑنے پر آمادہ ہو گئے جنگ و جدل میں کٹ مرے لیکن تین جملے نہ بنا سکے اور اُن کے فصیح ترین عرب نے اپنے عجز کا اس طرح اعتراف کیا کہ ان ھذا الکلام لیس من البشر یہ کلام کسی انسان کا نہیں سورہ کوثر تین جملوں کا سورہ ہے اور ان تین جملوں میں قرآن کریم کے پانچ اعجاز مضمر ہیں پہلا اعجاز یہ ہے کہ لفظ کوثر تین معنوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ حوض کوثر۔ اور کثرت متبعین۔ اس سورہ میں کثرت متبعین کی پیشین گوئی مکے کی سکونت کے زمانے میں کی گئی ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے اس زمانے میں متبعین کی قلت تھی اور اس قلت میں بشارت دی گئی کہ ایسی کثرت ہو جائے گی کہ وَيَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (سورہ النصر پ ۳۰ رکوع ۲۵ آیت ۲) خدا کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو جائیں گے اور تیسرا امر رسول اللہ کو کثرت اولاد کی بشارت دی گئی ہے اور یہی معنی لفظ ابتر کے قرینے سے زیادہ مطلوب ہیں سرکار رسالتؐ کے بقاء نسل کے لئے صرف ایک بیٹی تھی اور اس بیٹی کی اولاد کو مخالفین اور معاندین نے دنیا سے مٹا دینے کی انتہائی جدوجہد کی آج کثرت اولاد کی یہ انتہا ہے کہ دنیا کے ہر کونے میں نسل سادات پھیلی ہوئی ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اس انعام کے شکریئے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کی قربانیاں دو۔ آیہ مبارکہ مکے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کی عسرت کا زمانہ تھا گویا بشارت تھی کہ تمہارے معاشی حالات اس قدر وسیع ہو جائیں گے کہ تم اونٹوں کی قربانیاں کر سکو گے اور آخری چیز اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (سورہ الکوثر پ ۳۰ ع ۳۳ آیت ۴) تمہارا دشمن مقطوع النسل ہے یعنی اس کی نسل نہیں رہے گی اس کی سچائی اظہر من الشمس ہے کہ کوئی شخص سرکار رسالتؐ کے اعداء کی اولاد ہوتے کا اس زمانے میں دعویٰ نہیں کر رہا۔

قرآن مجید موزونیت الفاظ کا شاہکار ہے۔ معاند اسلام پادری فنڈر نے آیہ موزوں

پر اپنی جہالت سے ایک اعتراض کیا ہے وہ کہتا ہے کہ نزول وحی کے لحاظ سے رسول اللہ کا منصب نبی یا رسول تھا اور منصب کے لحاظ سے تنزیلِ قرآن میں لفظ نبی یا رسول ہونا چاہیئے تھا یعنی مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی نَبِیِّنَا یا رَسُوْلِنَا ہونا چاہیئے تھا لیکن یہاں عبدنا کا لفظ ہے اُسے یہ علم نہیں کہ عربی زبان میں بالخصوص قرآن میں ایک ہی لفظ کے لغوی معنی بھی ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی بھی قرآن مجید میں عبد کا لفظ قرآن کی اصطلاحی شان سے لایا گیا ہے۔ خداوند عالم شیطان رجیم سے ارشاد فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (سورہ الحجر آیت ۴۲ پارہ ۱۴ رکوع ۳)

اے شیطان بے شک میرے جو بندے ہیں اُن پر تیرا کوئی تسلط نہیں یعنی اس آیت کے لحاظ سے عبد اُسے کہتے ہیں جس پر شیطان قابو نہ پا سکے اور ایسی ہستی کو ہی معصوم کہتے ہیں کیونکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ کی رُو سے جس پر قرآن نازل ہو اس کا منزہ عن الخطاء یعنی معصوم ہونا ضروری ہے، اس لئے عبد کا لفظ یہاں رسول یا نبی کے لفظ سے زیادہ موزوں ہے اور اس کی موزونیت پر قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت مؤید ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ (سورہ النجم پارہ ۲۷ ع ۵ آیت ۵)

ہمارا یہ رسول خواہش نفس سے کبھی لب نہیں ہلاتا جو کچھ کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اُس پر وحی کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کا یہ چیلنج محض اُس زمانے کے عربی دان اور عربی بولنے والے طبقے کو عربی زبان کے لحاظ سے تھا؟ لیکن ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم آج دنیا کے تمام انسانوں کو جو مختلف زبانیں بولتے ہیں چیلنج کرتے ہیں کہ وہ قرآن حکیم جیسی فصیح و بلیغ کتاب دنیا کی کسی زبان میں بنا کر لائیں۔ اگرچہ اس مختصر مضمون میں ان دلائل کی گنجائش نہیں جو ہمارے اس دعوے کو ثابت کر رہے ہیں تاہم انحصار سے چند باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ تکرار (REPITITIONS) تکرار، اثر کو زائل کر دیتا ہے کیونکہ جذبے کے بار بار

ابھرنے سے نظام عصبی حرکت میں آتا ہے اس لئے اعصاب جو جاندار ہیں بار بار متحرک ہونے سے تھک جاتے ہیں یہ فطرت کا مسلمہ قانون ہے قرآن حکیم نے اس فطرت کے قانون کو توڑ دیا ہے اس لئے کہ قرآن مجید سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفداء کا زندہ معجزہ ہے قرآن حکیم میں مختلف قصص و حکایات ہیں قرآن پاک مختلف سوروں اور پاروں میں ایک ہی امر یا واقعہ کو بار بار بیان کرتا ہے اس تکرار کے باوجود اس کی شان فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا اب دنیا کے کسی فصیح و بلیغ ادیب کو کہیئے کہ وہ اپنی زبان میں ایک ہی پلاٹ (Plot) کو بار بار بیان کرے وہ ہر بار اُسے اسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرنے سے قاصر رہے گا۔

۲۔ قرآن حکیم و فرقان حمید آئین و قوانین کی کتاب ہے۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب مجموعہ قوانین میں اس شانِ فصاحت و بلاغت کو اس طرح قائم رکھ سکتا ہے جس طرح قرآن حکیم نے رکھا ہے کیا فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ محسوسات و مشاہدات میں ہوتا ہے ایسی چیزوں کے بیان میں جو ہمارے احساسات و مشاہدات سے بلند و تر ہیں اظہار فصاحت و بلاغت قرآن حکیم کا شعار ہے قرآن مجید، توحید الہٰی، وجود صانع، معاد، ملائکہ جیسے مضامین بیان کرتا ہے اور پھر انتہائی فصاحت و بلاغت لئے ہوئے ہے کیا دنیا کا کوئی ادیب غیر محسوس و غیر مشاہد اشیاء کو اپنی زبان میں اس طرح بیان کر سکتا ہے۔

۴۔ ہر ادیب کسی خاص فن میں مہارت رکھتا ہے اردو شاعر سودا، مدح و قصائد میں میر غزل میں میر حسن مثنوی میں فردوسی رزم میں سعدی بزم میں غالب نفسیاتی رنگ میں وجدانات محبت میں اور علامہ اقبال اسلامیات و فلسفۂ عصر حاضر میں، میر انیس و مرزا دبیر اور ان کے خاندان کے شعراء مرثیے میں اکبر الہ آبادی مذاقیہ اصلاحی مضامین میں جوش ملیح آبادی انقلابی مضامین میں ماہر ہیں قرآن حکیم کا موضوع بیان ہر رطب و یابس رہا ہے کوئی عنوان ایسا نہیں جس کو قرآن حکیم و فرقان حمید نے اپنا موضوع بیان قرار دے کر انتہائے فصاحت و بلاغت کے معراج کمال تک

www.khwajalateefansari.com

تہ پہنچایا ہو۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب دنیا کی کسی زبان میں ایسی جامعیت پر قادر ہے؟

۵۔ اوامر و نواہی، پند و نصائح حلال و حرام ایسے خشک مضامین ہیں کہ نفس انسانی پر ہمیشہ ناگوار رہے اور اب بھی ناگوار ہیں کیا دنیا کا کوئی ادیب دنیا کی کسی زبان میں انہیں اس قدر موثر اور بلیغ بنانے پر قادر ہے جس قدر قرآن حکیم نے انہیں اثر آفریں اور سراپا فصاحت و بلاغت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ع۔ لبے بگفتم و گفتم نہ مشتے از خروار

ایسی فصیح و بلیغ اور جامع کتاب کے وارث کون ہیں قرآن مجید خود بیان فرما رہا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ (سورہ فاطر آیہ ۳۲ پارہ ۲۲ رکوع ۱۶)

پھر ہم نے وارثِ کتاب قرار دیا اُن لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے طہارت و پاکیزگی کے لحاظ سے چنا۔ یہ مصطفےٰ بندے یہ معصوم انسان محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں یہ فصاحت و بلاغت میں فنِ خطابت و تقریر میں ایسے مقام پر فائز ہیں جو قرآن جیسی معجزۂ فصاحت و بلاغت کتاب کے مفسر ہونے کے شایانِ شان ہے یہ حضرات اُس بلند قبیلے سے تھے جسے افصح العرب کے لحاظ سے یاد کیا جاتا تھا انھوں نے ایسے گھرانہ میں پرورش پائی جہاں فصاحت و بلاغت، خطابت و طلاقت وراثت میں بٹتی تھی علامہ جاحظ عثمانی اموی، بنی ہاشم کے متعلق لکھتے ہیں (عرب مثل بدن کے ہیں اور قریش اس کی روح ہیں بنی ہاشم عرب کا جوہر ہیں یہ زمین کی زینت اور عالم کی آرائش ہیں یہ فہم کی کان اور علم کا سرچشمہ ہیں ان میں علم بھی ہے اور تلوار بھی ان میں عزم بھی ہے اور حزم بھی خطا پوشی بھی یہ قدرت کے باوجود درگذر کرتے ہیں۔ یہ مثل پانی کے ہیں انہیں کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی سورج کی طرح ہیں یہ کہیں پوشیدہ نہیں ....

ان میں شہید بھی ہیں جن لوگوں نے ان کی مدد کی وہ انصار ہو گئے اور مہاجر انہیں کہا گیا جن لوگوں نے ان کی طرف یا ان کے ساتھ ہجرت کی صدیق وہ ہے جس نے ان کی تصدیق کی ...

ایسے کیسے نہ ہوتا جب کہ ان میں سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے قدرت کی طرف سے یہ عطیہ خاص ملا ہے کہ مختصر و معانی خیز جملے استعمال کرتا ہوں۔ (ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب مؤلفہ علامہ ابو المنصور عبدالملک بن محمد الثعلبی نیشاپوری مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ) استاذ احمد زکی سطوت حضرت علیؑ کی سیرت میں لکھتے ہیں۔ دراصل فصاحت و بلاغت اہل بیتؑ کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ یہ چیز تو آنحضرتؐ کو میراث میں ملی ہے زمانۂ جاہلیت اور عہد اسلام ہر دور میں یہ خاندان اس میں ممتاز رہا ہے فصاحت و بلاغت کا شیریں و خوشگوار چشمہ رہا ہے آپ کے جد اعلیٰ کعب بن لوئی جو حضرت علیؑ اور رسول اللہؐ کی ساتویں پشت میں ہیں عرب کے خطیبوں میں سب سے مقدم ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو عربوں نے اس کو ایک عظیم قومی سانحہ سمجھا تھا اور بطور یادگار ان کے سال ارتحال سے عام الفیل کے زمانے تک اس سے تاریخ کا شمار کرتے رہے اس طرح آپ کے اجداد میں قصی۔ ہاشم عبدالمطلب اور آپ کے باپ ابوطالب ان سب کا شمار خطباء عرب میں ہے (ترجمہ علیؑ ابن ابی طالب مؤلفہ احمد زکی سطوت صفحہ ۱۰۷ طبع مصر)

اسی طرح عبداللہ اور ابوطالب۔ زبیر۔ حمزہ و عباس وغیرہم فرزندان عبدالمطلب میں سے کون ہے جن کے اشعار ماثورہ اور کلمات منقولہ فصاحت و بلاغت کی جان نہ ہوں۔ خصوصاً جناب ابوطالب جو اپنے زمانے میں ایک بلند مرتبہ شاعر و خطیب تھے آپ کے اشعار و خطب تاریخ اسلام میں آج تک موجود ہیں ابو عبداللہ محمد بن سلام الجمحی البصری نے حضرت ابوطالب کا شمار قریش کے بہترین شعراء میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ کان ابوطالب شاعراً جید الکلام وابرع (طبقات الشعراء لمحمد بن سلام صفحہ ۹۸ طبع مصر)

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار منقبت رسولؐ۔ فضائل نفس۔ اخلاق کریمہ جذبۂ ایثار و فداکاری۔ شجاعت، شہامت اور بہت سے تاریخی حقائق پر مشتمل ہیں جن میں اسلامی روح خدا پرستی۔ حق کوشی کی تڑپ ہے اس بناء پر امیرالمومنین علیؑ المرتضیٰ ارشاد

فرماتے ہیں۔ تعلموا شعر ابی طالب وعلّموا اولادکم فانّہ کان علی دین اللہ وفیہ علمٌ کثیرٌ (مستدرک۔ نہج البلاغہ لہادی آل کاشف الغطاء جلد دوم صفحہ ۳۷ طبع نجف)

ابو طالب کے اشعار کو حاصل کرو اور اس کی تعلیم اولاد کو دو اس لئے کہ وہ دینِ خدا پر تھے اور اس میں علم کثیر ہے۔

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۱۱

جب ہم علوم قرآنیہ پر نظر کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کے لئے تبحّر علم درکار ہے ایسا علم جو اکتسابی نہ ہو بلکہ علم لدّنی وربانی ہو۔ قرآن حکیم اوامر ونواہی کی کتاب ہے اس لئے ہم اس عنوان پر تھوڑے سے معلومات پیش کرنا چاہتے ہیں فعل امر کا زیادہ تعلق احکام تکلیفی سے ہے کتب اصول فقہ میں مصرحاً ومفصلاً اور مطولاً ان کا ذکر ہوا ہے۔ احکام شرعیہ میں پانچ عنوان ہیں۔ وجوب۔ ندب۔ اباہت۔ کراہت۔ حرمت۔

اقسام وجوب

پہلی قسم وجوب کی۔ وجوب نفسی۔ نماز وروزہ (۱) وجوب غیری (۲) وضوء وجوب مشروط ومقید۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ جہاد (۳) وجوب تخییری جیسے۔ کفارہ۔ مثلاً ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا دو مہینے متتابعین (پے درپے) روزے رکھنا یا ایک غلام آزاد کرنا وجوب کفائی (نماز جنازہ) وجوب توصلی۔ لیکن یہ اُس مرتبہ پر ہے جب کہ انسان اس علم کے درجے تک پہنچ جائے۔ تکلیفِ عقائد کے متعلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

عقیدۂ توحید

سورہ اخلاص قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد ولم یکن لہ کفوا احد (پ۔ ۳۰ ع ۳۷) تفسیر قمی میں ہے کہ اس سورہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں آکر یہ عرض کیا تھا کہ اپنے پروردگار کا نسب نامہ بیان فرمایئے اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ مبارکہ نازل فرمائی۔

قُل

کتاب التوحید میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اس چیز کا اظہار کر دے جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے اور جس طرح حرفوں کو جمع کر کے ہم نے تجھے اطلاع

دی ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے ہر شخص جو توجہ کرے اور دل کے کانوں سے سنے متاثر ہو اس آیہ میں قل صبغہ امر متعلق بہ تکلیف عقائد ہے جو وجوب کے لئے ہے یعنی قل سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد جو صفات الٰہیہ اور اوصاف ربانیہ بیان ہوں اُن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور صفات پر اعتقاد رکھنے سے ہی واضح ہوگا کہ واضع قانون کن صفات کا حامل ہونا چاہیئے انسانی قوانین بدلتے رہتے ہیں ان میں ترامیم ہوتی رہتی ہیں وہ جنبہ داری سے خالی نہیں ہوتے اس لئے وہ امن عالم کے کفیل نہیں ہو سکتے قانون بشری نہیں بلکہ مافوق البشر طاقت کی طرف سے آنے چاہیئے جس کی صفات یہ ہیں

"ھو" عربی زبان میں اشارہ کے لئے دو لفظیں استعمال ہوتی ہیں ھذا کا اشارہ ایسی چیز کی طرف کرتے ہیں جو ظاہری حواس سے محسوس ہوتی ہے اس لئے ھُوَ کا لفظ اختیار کیا گیا کہ وہ معبود ایسا نہیں کہ جو ظاہری حواس سے محسوس ہو

ھُوَ کی لفظ تو اس وجود کو ثابت کر رہی ہے جو ثابت و قائم ہے اور ایسے غائب کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جو نہ آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہے اور نہ کسی اور حاسہ سے محسوس کرنے کی وہ ان سب سے اعلیٰ و بالا ہے بلکہ بینائی کا ادراک کرنے والا اور احساس کا ایجاد کرنے والا ہے وہ ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا وہ حقائق عرفان سے پہچانا جاتا ہے۔

اللہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ کے معنی ہیں ایسا معبود کہ مخلوق اس کی ماہیت کے معلوم کرنے سے اور اس کی کیفیت سمجھ لینے سے عاجز و پریشان ہو عرب کا دستور رہے کہ جب کسی معاملہ میں متحیر ہو جائیں اور عقل و علم سے اس پر احاطہ نہ کر سکیں تو کہا کرتے ہیں الہ الرجل یہ شخص اس میں حیران رہ گیا اور جب کسی ایسی چیز کی طرف متوجہ ہوں جس سے ڈرتے بھی ہوں اور بچنا بھی چاہتے ہیں تو وَلَہ کی لفظ بولتے ہیں الہ کے معنی ہیں ایسا پوشیدہ جسے مخلوق کے حواس نہ پا سکیں۔

اللہ معبود کا ایسا نام ہے کہ آپ کتنا ہی تجزیہ کریں اس کا اطلاق معبود پر ہی ہوگا مثلاً اگر اللہ کا الف حذف کر دیا جائے تو باقی ﷲ رہ جاتا ہے اس کا اطلاق بھی اللہ پر ہی ہوتا ہے قرآن حکیم میں ہے لِلّٰہِ مافی السمٰوات والارض وہ اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمان اور زمین میں ہے اگر ل کو حذف کر دیا جائے تو لہٗ رہ جاتا ہے اس کا اطلاق بھی اللہ پر ہی ہوتا ہے لہٗ مافی السمٰوٰت والارض اسی اللہ ہی کے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اگر اس لام کو بھی حذف کر دیا جائے تو "ہُ" رہ جائے گا اس کا اطلاق بھی اللہ پر ہوتا ہے قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ۔

(سورہ الاعراف آیت ۱۸۸ پ ۹ رکوع ۱۳)

اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کے پاس ہے وہ خود ہی اس کے ہو جانے کے وقت اس کو ظاہر کرے گا۔

دنیا کی کسی زبان میں کسی مذہب میں اللہ کا ایسا نام نہیں ملے گا جس کا ایک ایک حرف حامل عقیدۂ توحید ہو۔

احد

لفظ احد مفید معنی اکمل فی الوحدۃ ہے اس لحاظ سے قل ھو اللہ احد کے معنی یہ ہوں گے اللہ احد ہے کوئی ثانی نہیں رکھتا کیونکہ احد مانع وجود ثانی ہے احد کا ترجمہ دنیا کی کسی دوسری زبان میں نہیں ہو سکتا۔ احد کا ترجمہ "ایک" نہیں احد کا ترجمہ "یک" نہیں احد کا ترجمہ "ONE" نہیں اس لئے کہ عربی زبان میں ایک کے لئے دو لفظیں استعمال ہوتی ہیں احد اور واحد، واحد ایسی اکائی کو کہتے ہیں جس کے بعد دو تین چار ہوتے ہیں اور احد ایسی اکائی ہے جس کے دو نہیں یہ لفظ انتہائے توحید بلکہ توحید محض ہے ہاں قرآن مجید میں اللہ کے لئے واحد کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے "قل انما الھکم الٰہ" واحد یہاں واحد کے ساتھ اِنّمَا کلمہ حصر ہے جس سے واحد احد کا ہم معنی ہو جاتا ہے۔

بعض علماء نے اس کی توضیح فرمائی ہے احد کے معنی ہیں ذات یکتا جس کی نظیر نہ ہو

اور توحید کے معنی ہیں یکتائی کا اقرار کرنا اور واحد ایسا منفرد و یکتا ہے کہ نہ اور کوئی چیز اس سے نکلتی ہے نہ وہ کسی سے باہم متحد ہو سکتا ہے اسی لئے گننے والوں نے کہا ہے کہ عدد کی بنا تو واحد پر ہے مگر خود واحد عدد نہیں ہے اس لئے کہ لفظ عدد یعنی گنتی ایک کے لئے موزوں ہی نہیں یعنی ایک تو ایک ہے ہی اس کو کوئی گننے کیا بلکہ گنتی دو یا دو سے زائد پر راست آتی ہے لہذا خدا تعالیٰ کے اس قول کے اللہ احد کہ یہ معنی ہوئے کہ وہ ایسا معبود ہے کہ جس کی ذات کے سمجھ لینے میں اور کیفیات کے احاطہ کر لینے میں مخلوق متحیر و پریشان ہو وہ اپنی الوہیت یعنی معبود ہونے میں یکتا ہے اور اپنی مخلوق کی صفتوں سے کہیں برتر ہے

صمد جسم و جسمانیت سے منزہ صمد وہ ہستی ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو صمد جو اپنی ذات سے قائم اپنے غیر سے مستغنی ہو کون و فساد سے برتر ہو (اقوال آئمہ طاہرینؑ)

یوں کہ اللہ وہ ہے جسے نہ کسی نے جنا نہ اس نے کسی کو جنا نہ کوئی اس کا کفو یعنی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

عروجِ عرفانی نمبر ۴

محبّت آلِ محمد کا عقیدہ

آیہ مبارکہ قُل لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (پ ۲۵ رکوع ۴ آیت ۲۴) سورہ شوریٰ

اس آیہ مبارکہ کے یہ الفاظ غور وفکر چاہتے ہیں قل، اسئلکم، اجر، قربیٰ لا اور الّا۔

قل ۔ صیغہ امر تکلیف عقاید کے متعلق ہے اس لئے امر وجوب کے لئے ہے ائمہ اربعہ اہل سنت میں سے امام شافعی نے اس وجوب کی اپنے ایک شعر میں وضاحت فرمائی ہے

یا اھل بیت رسول اللّٰہ حبکم
فرض من اللّٰہ فی القرآن انزلہ

اے اہل بیت رسول اللہ آپ کی محبت فرض ہے جو قرآن میں نازل ہوئی ہے امام صاحب نے محبّت قربیٰ کو فرض کہا ہے حالانکہ وہ فرض نہیں بلکہ اجر ہے فرض معاف بھی ہو جاتا ہے جیسے نماز جو افضل الفرائض ہے صنف اناث کے لئے خاص حالات میں مہینہ میں چند روز کے لئے معاف ہو جاتی ہے اجر میں معافی نہیں۔

صوم یا روزہ فرض ہے مگر بیمار ضعیف اور مسافر کے لئے ملتوی ہو جاتا ہے مگر اجیر کے لئے حکم ہے کہ مزدور کے پسینہ خشک ہو جانے سے پہلے ادا ہو جانا چاہیئے۔

بعض فرائض بعض انسانوں کے لئے ہیں بعض کے لئے نہیں مثلاً حج، خمس وزکوٰۃ

www.khwajalateefansari.com

جہاد مگر اجر سب پر واجب ہے۔ محبت اور مودت میں معنوی فرق (حب) طلب الشی اور (وُدّ) طلب الشی و طلب بقائہ (راغب اصفہانی)

محبت کسی چیز کو چاہنا اور مودت کسی چیز کو چاہنا اور اس کی بقاء کو بھی چاہنا سوال شان ختم رسالت کے شایان نہیں پھر جو یہ سوال اجر رسالت حکم رب العزت سے کیا جیسا کہ لفظ قل سے ظاہر ہے کہ یہ دین اسلام کے لئے ہے اس سے ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے بعد سلسلہ ہدایت کا قیام مقصود ہے آئندہ اوراق میں ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ انشاءاللہ

قربیٰ قربت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ نسلی یا نسبی قربت یہ قربیٰ اس لحاظ سے بھی رسول اللہ کے قربیٰ ہیں اور ایک مدارج عالیہ اور مناقب مرتفعہ اس لحاظ سے بھی آل محمدؐ رسول اللہ کے قربیٰ ہیں اور ایک قربت الٰہیہ اور ربانیہ ہوتی ہے جس کے لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ (سورہ واقعہ پ ۲۷ ع ۴ آیت ۱۲) ایمان اور اعمال صالحہ میں سبقت کرنے والے یہی لوگ اللہ کے مقرب ہیں۔ غرضیکہ یہ ذوات قدسیہ جن کی مودت واجب ہوئی ہے بہر معنی قربیٰ ہیں انہیں آپ قربیٰ کہیں یا آل محمدؐ کہیں یا آل عمران کہیں اس آیہ مودت میں نافیہ کے بعد استثنائیہ موجود ہے جو مفید حصر ہوتا ہے اور حصر کے ساتھ قرآن مجید اہم امور کو بیان کیا کرتا ہے۔

حصر قرآن حکیم میں حصر کے بہت سے طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ حروف نافیہ کے بعد حروف استثناء سے حصر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اہم عقائد کو اسی انداز سے بیان کیا ہے اولاً توحید کو جو تمام عقائد کا مرکز ہے اور سب عقائد سے اہم ہے اسی انداز حصر سے بیان کیا گیا ہے۔

حروف نفی ما۔ لا۔ لیس ہیں اور حروف استثناء الّا و لکن وغیرہ ہیں۔

کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کوئی معبود نہیں مگر صرف اللہ لا برائے نفی جنس اِلٰہ ہے بالاتفاق حرف لا کے بعد حرف الّا حصر کا فائدہ دیتا ہے اسی انداز میں

کئی مقام پر توحید بیان ہوئی ہے مامِن اللہ الا اللہ کوئی معبود نہیں مگر صرف اللہ

لا الہ الا ھو خالق کل شیٔ۔ کوئی معبود نہیں مگر صرف وہی جو ہر چیز کا خالق ہے

توحید کے بعد اہم ترین عقیدہ نبوت و رسالت کا عقیدہ ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ نے حصر میں بیان فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ۔ (سورہ سبا آیت ۲۹ پارہ ۲۲ رکوع ۹)

ہم نے تجھے رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے تم بشیر و نذیر ہو لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے رسولِ خدا سے دریافت کیا یا ابن الاخ کیا تم تمام آدمیوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہو یا اپنی قوم کے لئے فرمایا آدمیوں کے لئے گورے ہوں یا کالے عرب ہوں یا عجم بخدا اس امر کی دعوت میں سب لوگوں کو دوں گا۔

اسی طرح پروردگار العزت نے حضرت ختمی مآب محمد مصطفےٰ کی رحمت واسعہ کو بیان فرمایا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (سورہ الانبیاء آیت ۱۰۸ پارہ ۱۷ رکوع ۷) اے رسول ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر۔

سرکار ولایت حضرت علی مرتضیٰؑ کی شجاعت بھی چونکہ نہایت اہم تھی کیونکہ جس طرح قرآن حکیم نے عربوں کے لبوں پہ مہر سکوت لگادی تھی اسی طرح عربوں کو جس شجاعت اور شہامت پہ ناز تھا۔ علیؑ کی شجاعت نے اس بازو کو توڑ کر رکھ دیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ جس طرح کلمۂ توحید کو بیان فرماتا ہے اسی انداز میں حرف نافیہ کے بعد الا حرف استثناء کے بعد ایک حدیث قدسی میں کلمۂ شجاعت علی کو بیان کیا گیا ہے اور وہ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کوئی جوانمرد نہیں رہا مگر صرف علیؑ اور کوئی تلوار نہیں رہی مگر صرف ذوالفقار۔ غور فرمایئے کلمۂ توحید کے انداز میں ہی یہ کلمۂ فتوت و

کلمہ شجاعت نفی جنس کے ساتھ بیان ہوا ہے یہ مولاء کائنات علیؑ مرتضیٰ ہیں کمال فتوت اور ارتقاء حضرت احدیت کی وجہ سے ہے کیونکہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی مانند کسی نے نصرت رسولؐ اسلام نہیں فرمائی یہ لا نفی جنس اور خصائص ماہیت افراد کے لحاظ سے ہے۔ لا سیف الاّ ذوالفقار یہ لا نفی جنس بھی اسی لحاظ سے ہے کیونکہ یہ تلوار حدید آسمانی سے تھی حدید ارضی سے نہیں تھی اور اس لحاظ سے بھی ہے کہ علیؑ کے دستِ مبارک میں وہ اس حصر کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے اس میں بھی نفئ جنس حقیقی موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے شفاعت معصومین علیہم السلام کو بھی اسی اندازِ حصر سے بیان کیا ہے لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ (سورہ مریم آیت ۸۸ پارہ ۱۶ رکوع ۹)

کوئی مالکِ شفاعت نہیں مگر صرف وہ جس نے اللہ سے مالک شفاعت ہونے کا عہد لیا ہے۔ یہ ہے شفاعت مطلقہ اللہ نے شفاعت محدودہ کو اسی انداز میں بیان کیا ہے من ذالذی لا یشفع عندہٗ الّا باذنہ کوئی اس کے پاس شفاعت نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت اور اذن سے کر سکتا ہے۔ لیکن جس کسی کو اللہ کسی چیز کا مالک قرار دیدے تو مالک کو اذن و اجازت کی ضرورت نہیں اس آیہ مبارکہ میں لفظ عہد ہے اور قرآن مجید میں عہد کے متعلق دو آیتیں ہیں ان القرآن یفسر بعضہٗ بعضاً جیسا کہ

الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان

(سورہ یٰسین پ ۲۳ ع ۴ آیت ۱۷)

اے بنی آدم کیا ہم نے تم سے عہد نہیں لیا کہ شیطان کی متابعت نہ کرنا پس جس نے شیطان کی متابعت نہیں کی وہ عہد پہ قائم ہے اور وہ معصوم ہے اور دوسری آیت اس موقع کی ہے کہ جب اللہ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو انسانوں کا امام قرار دیا تو آپ نے عرض کیا وَمِن ذُرِّیَّتِی میری ذریت میں سے بھی ارشاد ہوا لا ینال

www.khwajalateefansari.com

عہدی الظالمین۔ عہدہ امامت کو گنہگار نہیں پا سکتے یہ اللہ کا عہدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ معصوم امام ہی شفاعت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عصمت آل محمدؐ کو بھی اسی انداز حصر میں بیان کیا ہے ارشاد ہوتا ہے

آل محمدؐ مشیت کے بندے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (سورہ الدہر آیت ۳۱ پارہ ۲۹ رکوع ۲۰)

اے آل محمدؐ تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آیہ مودت میں بھی لا نافیہ کے بعد الا استثنائیہ مفید حصر ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (سورہ الشوریٰ آیت ۲۳ پارہ ۲۵ رکوع ۴)

کہدے اے محمدؐ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اگر میری تبلیغ رسالت کا کوئی اجر ہے تو وہ میرے قربیٰ سے محبت ہے القربیٰ پر الف لام استغراق کا ہے یعنی وہ قربی جو ہر لحاظ اور نسبت کے لحاظ سے قریبی ہیں۔ سورہ الشوریٰ مکی سورہ ہے مگر آیت مودت مدنی ہے

ابن عباس سے روایت ہے کہ سورہ الشوریٰ میں چار آیات مدنی ہیں جن میں سے ایک آیۃ مودت ہے۔ جمہور کے نزدیک انما بھی کلمۂ حصر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے توحید کو اسی کلمۂ حصر سے بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ انما الٰھکم الٰہٌ واحد تمہارا کوئی معبود نہیں مگر صرف ایک۔ قل انما یوحیٰ الیّ انما الٰہٌ واحد اے رسول ان سے کہدے کہ مجھ پر صرف اللہ واحد نے وحی کی ہے کہ اللہ ایک ہے اللہ تعالیٰ نے ولایت مطلقہ کو بھی اسی حصر سے بیان کیا ہے۔

ولایت کی خصوصیت

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ (سورہ مائدہ آیۃ ۵۶ پارہ ۶ رکوع ۱۲)

www.khwajalateefansari.com

سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی صرف اللہ ہے۔ اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درحالانکہ وہ حالت رکوع میں ہوں۔ آیۃ ولایت کا حصر بتلاتا ہے کہ یہ ولایت مطلقہ ہے اور ولی کی لفظ اولیٰ بالتصرف کے معنوں میں استعمال ہو رہی ہے اور کسی معنی میں نہیں۔

آیہ تطہیر کی خصوصیت

آیۃ تطہیر کو بھی اللہ نے انما کے حصر کے ساتھ ہی بیان فرمایا ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورہ احزاب آیہ ۳۴ رکوع ۱ پارہ ۲۲)

سوائے اس کے نہیں کہ اللہ ہمیشہ سے ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے ہر طرح کے رجس کو اے اہل بیت دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے اور الرجس پر الف لام استغراق کا ہے اس آیت کی تفسیر ہم باب عصمت میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

www.khwajaalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۵

مفسّرین قرآن صاحبانِ علمِ لدنّی ہیں

قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل اس طرح بیان ہوتی ہے کہ یہ سراپا اعجاز کتاب جامع جمیع علوم دنیویہ و آخرت اور جمیع علوم جدیدہ و قدیمہ ہے ارشاد سرکار احدیت ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (سورۃ الانعام آیت ۳۹ پارہ ۷ رکوع ۱۰)

ہم نے اس کتاب میں ہر چیز بیان کر دی ہے کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر نہ کر دیا ہو۔

دوسری آیت لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ (سورہ الانعام آیت ۶۰ پارہ ۷ رکوع ۱۳)

کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو اس کتاب مبین یعنی بیان کرنے والی کتاب قرآن مجید میں موجود نہ ہو یعنی ہر خشک و تر کا ذکر اس کتاب محکم میں بیان ہوا ہے خواہ بطور تفصیل ہو خواہ بحیثیت اجمال ہو اس آیت میں بھی لا نافیہ کے بعد الّا استثنائیہ ہے جو مفید حصر ہے۔

تیسری آیت وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ (سورہ نحل آیت ۹۰ پارہ ۱۴ رکوع ۱۸)

اے رسول ہم نے تجھ پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے جو مسلمانوں کیلئے ہدایت رحمت اور بشارت ہے۔ قرآن حکیم مختصر سی کتاب ہے اس میں چھوٹی اور بڑی ۱۰۲ سورتیں ہیں بعض سورتیں صرف چند جملوں پر مشتمل ہیں اس کی آیات یعنی جملوں یا فقروں کی

تعداد میں اختلاف ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

قاریان کوفہ	۶۲۳۶	آیتیں
اہل بصرہ	۶۲۱۶	"
اہل شام	۶۲۵۰	"
اہل مکہ	۶۲۱۲	"
اہل عراق	۶۲۱۴	"
جمہور بلاد مختلفہ	۶۶۶۶	"

(معارج العرفان فی علوم القرآن صفحہ ۵۱)

ایسی کتاب کے لئے جس میں ہر چیز کا بیان ہو یقیناً ایسے شارحین و معلمین کی بوجہ اتم ضرورت ہے جو علم لدنی کے بلند مقام پر فائز ہوں اور ان کا علم ہر شے پر حاوی ہو ایسے ہی امام کی شان میں قرآن حکیم نے ان الفاظ میں رہنمائی فرمائی۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ۔ (سورہ یٰسین آیت ۱۲ پارہ ۲۲ رکوع ۱۸)

ہم نے ہر شے کو امام مبین میں جمع کر دیا ہے اگر قرآن مجید تبیاناً لکل شئی ہے تو اس کا معلم اور شارح بھی ایسا ہو جسے ہر شے پر احاطہ ہو۔

سنت الٰہیہ ربانیہ ہے کہ ہر ہدایت کرنے والے پیشوا کو وہ نبیؑ ہو یا رسول امام ہو یا خلیفہ، وصی ہو یا ولی مطلق اُسے علم لدنی کی صفت پہلے ہی سے عطا فرما دیتا ہے۔ علم لدنی اس کی فطرت میں ودیعت رکھ دیتا ہے اور اُسے علم لدنی کے رجحان طبعی سے سرفراز فرما دیتا ہے مثلاً حضرت آدمؑ کے لئے ارشاد ہوا۔

عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (سورہ البقرہ آیت ۳۱ پارہ ۱ رکوع ۴)

اللہ نے آدم کو تمام اسماء تعلیم کر دیئے حضرت خضر کے متعلق ارشاد ہے وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (سورہ الکہف آیت ۶۵ پارہ ۱۵ رکوع ۳۰) ہم نے اس کو علم لدنی دیا۔

حضرت یحییٰ کے متعلق ارشاد ہے وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (سورہ مریم آیت ۱۲ پارہ ۱۶ رکوع ۴) ہم نے اس کو بچپن میں فیصلہ کرنے کی طاقت فرمائی۔

قرآن حکیم بزبان حضرت عیسیٰ روح اللہ سے خود اس حقیقت کو اس طرح بیان کروا رہا ہے۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (سورہ مریم آیت ۳۱ پارہ ۱۶ رکوع ۵)

میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور نبی بنایا ہے۔ حضرت لوط کے متعلق ارشاد ہے وَلُوْطًا اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (سورہ انبیاء آیت ۷۵ پارہ ۱۷ رکوع ۵) اور لوط کو ہم نے فیصلے کی قوت اور علم عطا کیا۔ پھر حضرت ابراہیم کے متعلق ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ (انبیاء آیت ۵۲ پارہ ۱۷ رکوع ۵) ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے سمجھ عطا کی تھی اور ہم ان کی قابلیت سے واقف تھے۔

حضرت موسیٰ اور ہارون کے متعلق ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ (سورہ الانبیاء آیت ۴۹ پارہ ۱۷ رکوع ۴)

اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل کی جانچ اور اُن پرہیزگاروں کے لئے روشنی اور نصیحت عطا کی تھی۔

پھر جناب ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا۔ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ (سورہ النساء آیت ۱۱۴ پارہ ۵ رکوع ۱۴)

اے رسول ہم نے تم پر کتاب و حکمت نازل کی اور جو کچھ تمہیں معلوم نہیں تھا پڑھایا پھر دوسرے مقام پر سرکار رسالت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ (سورہ النجم آیت ۵ پ ۲۷ ع ۵)

www.khwajalateefansari.com

وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے وہ وہی کہتے ہیں جو اُن پر وحی ہوتی ہے انہیں شدید قوت والے یعنی خدا نے تعلیم دی الغرض سنت الہیہ یہ ہے کہ جس کسی کو اللہ تعالے ہدایت خلق کا کام سپرد کرتا ہے اُسے اپنی طرف سے علم عطا فرماتا ہے جب سنّت الہیہ ہمیشہ اسی طرح سے جاری وساری رہی ہے۔ تو بعد ختم رسالت جو حضرات ہدایت خلق کے لئے درجہ امامت و ولایت مطلقہ پر فائز ہوں ان کے لئے اپنی مقررہ سنّت کو وہ کس طرح تبدیل کرے گا۔ جب کہ قرآن مجید میں نص موجود ہے کہ اللہ کی سنت کے لئے تبدیلی نہیں ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً ۔ (پارہ ۲۶ آیت ۲۳ سورہ الفتح رکوع ۱۱) حالانکہ بعد ختم رسالت صاحبان علم لدنی اور راسخون فی العلم کی انبیاء ماسبق کے زمانہ سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ نبوت ورسالت ختم ہو چکی ہے اب قیامت تک نوابین سرکار رسالت ہی نے کار ہدایت کو انجام دینا ہے ختم نبوت ورسالت کے بعد نیابت وخلافت حضرت خاتم کو امامت اور ولایت کے القابات سے ہی سرفراز کیا گیا ہے۔ سرکار رسالت کے جانشینوں کے ذمے اُن تمام امور کی انجام دہی ہے جن کے لئے حضور مبعوث ہوتے ہیں۔ اس لئے آئمہ نے تعلیم کتاب وحکمت کو انجام دینا ہے وہ کون سی کتاب جس میں کوئی چیز نظر انداز نہیں کی گئی جس میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ جب تک کتب وصحائف ماسبق کے لئے جن کی تعلیم درجہ کمال کو نہیں پہنچی تھی انہیں تکمیل کی سند نہیں ملی تھی انہیں ایسے ہادیوں کی ضرورت تھی جو صاحبان علم لدنی ہوں۔ تو ایسی کتاب کے لئے جو اکمل اور کامل ترین ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے ایسے معلّمین وشارحین کی بوجہ اتم ضرورت ہے جو علم لدنی کے بلند مقام پر فائز ہوں صاحبانِ علم اکتسابی ایسی کتاب کے ترجمان اور شارح نہیں ہو سکتے۔

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۶

قرآن مجید کلام الٰہی ہے

قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق جو قرآن مجید میں دلائل ہیں ان میں سے ایک دلیل پیش کی جاتی ہے ارشاد ربانی ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ (سورہ النساء آیت ۸۳ پارہ ۵ رکوع ۹) کیا تم قرآن میں تدبر نہیں کرتے اگر یہ کتاب اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتی تو تم اس میں اختلاف کثیر پاتے اس آیہ مبارکہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن حکیم میں اختلاف نہیں ہے اور حکیم مطلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر اس میں اختلاف ہو تو سمجھو کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں قرآن مبنی برحق و صدق ہے اس لئے اس کتاب میں قطعاً کوئی اختلاف موجود نہیں ہے مگر امت محمدیہ میں جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ اختلاف کثیر موجود ہے پھر اس وقت طرّہ یہ ہے کہ ہر فرقہ اپنے اختلافی مسائل کو قرآن کے دلائل سے ثابت کرنے کے لئے تلا ہوا ہے۔ اور اس روش نے قرآن مجید میں معاذ اللہ اختلاف پیدا کر دیا ہے فرقہ مرزائیہ کو تو مسلمان نہیں سمجھا جاتا مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور مسلمان سمجھتے ہیں اور وفات مسیح کے قائل ہیں اور اس موضوع کے لئے آیات قرآنیہ سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح نیچری فرقہ مسلمان سمجھا جاتا ہے اور وہ بھی وفاتِ مسیح کا قائل ہے اور ان کی تفاسیر میں وفات مسیح پر قرآن حکیم سے دلائل دیئے گئے ہیں اس کے خلاف ہم سب مسلمان حیاتِ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے قائل ہیں اور ان کے خلاف قرآن

سے مسکتِ خصم دلائل رکھتے ہیں شیعہ سُنی میں افضل الفرائض نماز کے متعلق بھی اختلافات ہیں ہر فرقہ اپنی مسلّمات کو براہین قرآنیہ سے پیش کرنے کی جدوجہد میں مبتلا ہے اسی انداز فکر کا نتیجہ ہے کہ جو قرآن حکیم میں خلاف حقیقت اختلاف پیدا کر رہا ہے اصدق الصادقین اللہ تعالیٰ کے کلام میں اختلاف نہیں ہوسکتا یہ اختلاف دراصل قرآن مجید کی ترجمانی اور تفسیر میں غیر معصوم انسانوں کی خواہشاتِ نفسانیہ اور حرص و ہوا نے پیدا کیا ہے۔ قرآن کے مفسر معصوم عن الخطاء ہونے چاہئیں جس طرح ذات قدسی صفات جس پر قرآن نازل ہوا جب وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا تو اس کے مفسر بھی منزّہ عن الخطا ہونے چاہئیں اور کتاب کی جامعیت چاہتی ہے کہ وہ صاحبانِ علم لدُنی ہوں۔ اور جو وہ تفسیر کریں وہ وہی ہونی چاہیئے جو اللہ نے ان کو تعلیم دی ہو۔ وہ منصوص من اللہ ہونے چاہئیں۔ تفسیر کے متعلق تمام فرق اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انّ القرآن یفسر بعضہٗ بعضاً کہ قرآن کی بعض آئتیں بعض آیتوں کی خود تفسیر کر رہی ہیں ہم اس مسئلے کو کہ معلمین قرآن مفسرین قرآن، مترجمین قرآن از روئے قرآن کون ہونے چاہئیں۔ لیکن قرآن کی تفسیر ہر کوئی کر سکتا ہے یہ غلطی غلط تفسیر کی وجہ سے اس آیت کے ذریعے سے پیدا کی گئی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ۔ (سورہ القمر آیت ۱۷ پارہ ۲۷ رکوع ۹) ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کیا ہے تم میں سے کون ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ ذکر کا لفظ قرآن حکیم میں چھ معنوں میں استعمال ہوا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ اس آیت میں مذکور کن معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق ہم آیاتِ قرآنی کو دلائل محکمہ سے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ۔ (سورہ طلاق آیت ۱۲ پارہ ۲۸ رکوع ۱۸) اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو رسول بنا کر نازل کیا تاکہ وہ تم پر اللہ کی آیات کو بیان کر کے تلاوت کرے اور اُن لوگوں

www.khwajafateelansari.com

کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے
اس آیت میں کئی الفاظ قابلِ تشریح و توضیح ہیں الذکر۔ یہ لفظ سرکار ختمی مرتبت جناب
محمد مصطفیٰ کے اسمائے گرامی میں سے ایک اسم ہے جس طرح آپ کی طہارت و عصمت کے لئے
آپ کا اسم گرامی طٰہٰ ہے آپ کا کملی یا چادر اوڑھ کر عبادت کے لئے کھڑے ہونے کے
لحاظ سے آپ کا نام نامی اور اسم گرامی مزّمل و مدّثر ہے اور آپ کے سرور دو عالم ہونے کے
لحاظ سے آپ کا اسم گرامی یٰسین ہے اسی طرح آپ کے معلم قرآن ہونے اور آپ کے لئے
قرآن کے آسان ہونے کے لحاظ سے آپ کا اسم سامی ذکر ہے پھر اس آیت میں اس
بات کا قرینہ صارف ہے کہ آیات کی تلاوت جس طرح آپ کا فریضہ ہے اسی طرح جس کو
اس انداز سے بیان کرنا کہ اہل ایمان اور صاحبان اعمال صالحہ کو غلط تفسیر کی پیدا کی گئی تاریکیوں
سے نکال کر روشنی میں لائیں حضور کے فرائض میں سے ہے پھر تنبیہ کا ایک حطبکا ان الفاظ میں
دیا گیا ہے کہ قرآن ذکر یعنی رسول کے لئے آسان کیا گیا ہے کیا تم پھر اپنے خواہشات نفسانیہ
سے تفسیر کرنے کی جرأت کرتے ہو اور اس امر سے نصیحت نہیں لیتے کہ قرآن تمہارے لئے
نہیں بلکہ رسول اللہ کے ذریعے آسان ہوا ہے خود تفسیر کرکے نصیحت نہیں حاصل کرتے اس
کے بعد رب العزت اس طرح قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ النحل آیت ۴۴ پارہ ۱۴ رکوع ۱۱) اگر تم قرآن کی کسی بات کو نہ سمجھتے ہو
تو اہل ذکر سے پوچھو رسول اللہ ذکر ہیں اور ان کی موجودگی میں آل رسول اہل الذکر ہیں اور
ہم قرآن سے ثابت کریں گے کہ بعد سرکار رسالت یہ اہل الذکر از روئے قرآن "ذکریٰ
للعالمین" بھی ہیں۔ اس مقام کے لئے آیہ مودّت پر تفسیر بالقرآن سے کچھ لمحات فکریہ کا
صرف کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے کئی مقامات پر بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ سرکار
آل محمدؐ کے متعلق جو رسولؐ اللہ کے کنبہ ہیں ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا
الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ آیت ۲۳ پارہ ۲۵ رکوع ۴)

www.khwajalateefansari.com

اے رسول ان سے کہدے کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا مگر صرف قریبیوں کی محبت، آل محمد کے فضائل کو مٹانے کے لئے اپنی خواہشات نفسانیہ سے غلط تفسیر کرنے والوں نے اس آیہ مبارکہ کی بیجد غلط ترجمانی کی ہے۔

۱۔ تمام انبیاء نے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگا قرآن حکیم میں ان کے بیانات موجود ہیں وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہِ فھو علی کل شیٍٔ شھید میرا اجر تو اللہ پر ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے پھر سرکار رسالت منہاج انبیاء کے خلاف اپنے قریبیوں کی محبت کا کس طرح سوال کر سکتے تھے۔ ان کا سوال کرنا ان کی اپنی غرض پر مبنی ہوتا اس لئے اس آیت میں استثناء منقطع ہے۔

اس سارے اعتراض کا جواب قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں ان الفاظ سے دیا گیا ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ (سورہ سبا آیت ۴۷ پارہ ۲۲ رکوع ۱۲)

اے رسول ان سے کہہ دے میں نے جو تم سے تبلیغ رسالت کا اجر مانگا ہے وہ تمہارے فائدے کے لئے ہے۔ علم نحو میں لام نفع اور افادہ کے لئے آتا ہے میرا اجر تو اللہ پر ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اب قرآن مجید سے یہ دیکھنا ہے کہ اجر تبلیغ رسالت امت کے لئے کن کن معنوں میں مفید اور نفع رساں ہے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں اسی اجر کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا

(سورہ الفرقان آیت ۵۷ پارہ ۱۹ ارکوع ۴)

اے رسول اللہ ان سے کہدے کہ میں نے جو تم سے اجر رسالت طلب کیا ہے وہ اس لئے ہے کہ جو شخص تم میں سے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرنا چاہے تو یہ اجر رسالت

صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کے لئے ہے گویا مودّت آل محمد ہدایت و راہنمائی کے لئے واجب کی گئی ہے۔ رسول نے اپنے لئے یہ طلب نہیں کی بلکہ لفظ قُل بتلا رہا ہے کہ امر وجوب کے لئے اس واسطے ہے کہ ان قربیٰ کے ذریعے سے لوگ حق تعالیٰ کے دین اسلام کو اختیار کریں اُس کے بعد کہ وہ دین حق کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔

(سورہ الانعام آیت ۹۰ پارہ ۷، رکوع ۱۶)

اے رسول کہدے کہ میں نے تم سے تبلیغ رسالت کا اجر نہیں مانگا مگر اس لئے کہ یہ قربیٰ ذکریٰ للعالمین ہیں۔ اس کو پھر ایک اور آیت میں بھی ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔ (سورہ ص آیت ۸۸ پارہ ۲۳ رکوع ۱۴)

میں نے تم سے تبلیغ رسالت کا اجر نہیں مانگا اور نہ ہی تمہیں تکلیف میں مبتلا کرنے والا ہوں یہ اجر اس لئے ہے کہ قربیٰ عالمین کے لئے ذکر ہیں اور اس امر کے نتائج کی کچھ وقت کے بعد خبر معلوم ہو جائے گی کہ آل محمدؐ کس طرح ذِکرٌ للعالمین ہیں یہاں لفظ للعالمین کی توضیح بھی از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات احدیت کے ساتھ حمد کا طریق (تعلیم کے لئے) یوں بیان فرماتا ہے الحمد للّٰہ رب العالمین: تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا اور تربیت کرنے والا ہے۔ پھر سرکار رسالت محمد مصطفےٰؐ کے لئے ارشاد فرمایا۔ ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ اے رسول ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں جہاں ربّ العزت کی ربوبیت کار فرما ہے وہاں وہاں سرکار رسالت کی رحمت جلوہ نما ہے پھر فرمایا۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

(سورہ الفرقان پ ۱۸ ع ۱۶ آیت ۱)

با برکت ہے وہ ذات احدیت جس نے اپنے معصوم بندے پر حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ عالمین کے لئے نذیر ہو۔ یعنی جہاں جہاں اللہ کی ربوبیت اظہار فرما رہی ہے وہاں وہاں سرکار رسالت کا نذیر ہونا کار فرما ہے اسی طرح آل محمدؐ کے لئے ذکریٰ للعالمین کا مقصود یہ ہے کہ جہاں جہاں اللہ کی ربوبیت موجود ہے وہاں آل محمدؐ کا عالمین کے لئے ذکر ہونا ہویدا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمدؐ و آل محمدؐ اس عالم کے لئے ہی ہادی و راہنما نہیں بلکہ تمام عالمین کے راہنما ہیں۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ محبت آل محمد علیہم السلام اللہ نے واجب قرار دی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

(سورہ طٰہٰ آیت ۹۸ پارہ ۱۶ رکوع ۹)

تحقیق جو لوگ حقیقی معنوں میں ایمان لائے اور انہوں نے صالحہ کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے مودت کو عنقریب مقرر کر دے گا اور اس کی توضیح یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو تیری زبان کے لئے آسان کیا ہے تاکہ تو متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور جھگڑا کرنے والی قوم کو ڈرائے اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک گروہ کی محبت نہیں بلکہ مودت واجب قرار دی گئی ہے محبت کا لفظ حُبّ سے مشتق ہے اور مودت کا لفظ وُدّ سے ماخوذ ہے۔ مشہور صاحب لغات راغب اصفہانی نے اس لغت میں جس میں مترادف الفاظ کا فرق بتلایا ہے اس میں وہ لکھتا ہے وہ حُبّ،، طلب الشئ محبت کسی چیز کو چاہنا ہے اور ود وُدّ،، طلب الشئ و طلب بقائہم یعنی کسی چیز کو چاہنا اور اس چیز کی بقاء اور باقی رہنے کو بھی چاہنا۔ اے رسول ہم نے اس مودت کو اس لئے مقرر کیا ہے کیونکہ ہم نے تیری زبان کے لئے قرآن کو آسان کیا تاکہ تو متقی انسانوں کو بشارت دے اور جھگڑا کرنے والوں کو ڈرائے۔

www.khwajalateefansari.com

ہر زبان میں زبان کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک کسی شخص کی اپنی زبان اور دوسرے وہ لوگ جو اس کی تعلیمات اور اس کے اقوال کے حقیقی معنوں میں ترجمان ہوں اس شخص کی زبان کہلاتے ہیں تو آل محمدؐ اس لحاظ سے رسولؐ برحق کی زبان ہیں جیسا کہ ایک محبِ اہلبیتؑ شاعر نے کہا ہے

ع علیؑ ناطق نطق خیر الوریٰؐ ہے
لسان پیمبرؐ لسانِ علیؑ ہے،

یعنی اے رسولؐ قرآن کو آسان یا تو تیری زبان کے لئے کیا گیا ہے یا اُن لوگوں کے لئے جو تیرے افکار و اعمال کے ترجمان ہیں تاکہ تو قرآن کی تفسیر کر کے متقی انسانوں کو بشارت دے اور تیرے ترجمان اس قوم کو جو خواہشات نفسانیہ سے قرآن کی تفسیر کر کے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا کرتی ہے ۔ ان حرکات سے تنبیہ فرمائیں اور ڈرائیں ۔

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۷

خاندانِ نبوّت و رسالت۔ خاندانِ امامت و ولایت خاندانِ عصمت و طہارت آلِ ابراہیم و آلِ عمران علیہم الصلوٰۃ والسلام

جدالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے والد تارخ موّحد مسلم تھے آذر بت پرست، بت گر اور بت فروش حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا جس طرح سرکار ختم رسل محمد مصطفےٰؐ کا چچا ابو لہب کافر تھا مخالفین منافقین نے آذر بت پرست کو حضرت خلیل الرحمٰنؑ کا باپ قرار دینے کی یہاں تک کوشش کی کہ آذران کا باپ مشہور ہو گیا اور شعراء اپنے کلام میں حضرت ابراہیمؑ کو اس کا بیٹا کہنے لگے فارسی رباعی ہے۔

کعبہ دگاہِ خلیل آذر است　　　دل گذرگاہ جلیلِ اکبر است

دل بدست آور کہ حج اکبر است،　　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

خلیل آذر میں اضافت ابنی ہے۔ کعبہ آذر کے بیٹے خلیلؑ کی بنائی ہوئی عمارت ہے اور انسانی دل ربِ جلیل کی گذرگاہ ہے۔ انسانی دل کو ہاتھ میں لا کہ یہ حج اکبر ہے ایک دل ہزارہا کعبہ سے بہتر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو کافر کیوں قرار دیا گیا اس میں ایک مسلّمہ اعتقاد کی مخالفت مطلوب ہے ؎

بہر طور یکہ خواہی جامہ می پوشش　　　من انداز قدت را می شناسم

www.khwajateefansari.com

ترجمہ :- جس طرح تمہارا دل چاہے لباس پہن لو میں تیرے قد کے انداز کو جانتا ہوں ۔

خاندان نبوت و رسالت ، امامت و ولایت کے مذہب کے اعتقاد کے متعلق مذہب شیعہ کے بڑے عالم علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ سرکار رسالت محمدؐ مصطفیٰ ارواحنالہ الفداء کے والد و والدہ بلکہ کل اجداد و جدات تک صحیح مذہب پر تھے آپ کا نور مبارک نہ کسی مشرک مرد کی صلب میں داخل ہوا نہ کسی مشرکہ عورت کے رحم میں بلکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت کے باپ دادا سب کے سب انبیاء و اوصیاء دین خدا کے حامل تھے اور حضرت اسماعیلؑ کے فرزند جو آنحضرت صلعم کے اجداد کرام تھے حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء خلائق کے مرجع تھے ۔ اور ملتِ ابراہیمی ان کے درمیان باقی تھی اور حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی شریعت کی وجہ سے ملتِ ابراہیمی منسوخ نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ حضرات اُس کے محافظ تھے اور ایک دوسرے کو اس کی حفاظت کی وصیّت کرتے آتے تھے ۔

اور بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم نہ میرے والد نے بتوں کی پرستش کی نہ میرے جد عبد المطلب نے نہ ان کے پدر بزرگوار ہاشم نے نہ ان کے والد عبد مناف نے بلکہ یہ کل حضرات کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور دین حضرت ابراہیمؑ پر قائم تھے (حیات القلوب جلد ۲ باب ۱۱ فصل ۳)

مولود کعبہ

بلکہ جناب فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت امیر المومنینؑ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کی عورتیں بھی کافر یا مشرکہ نہیں تھیں بلکہ دین ابراہیمؑ پر تھیں چنانچہ جب جناب امیر کی ولادت کا وقت قریب پہنچا اور جناب فاطمہ کے لئے وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے آپ خانہ کعبہ کے پاس آئیں اور کہا پروردگار میں تجھ پر اور تیرے ان انبیاء پر جو تیرے پاس سے آئے اور جو کتابیں تیرے ہاں نازل ہوئی ہیں اُن سب پر ایمان رکھتی ہوں

www.khwajalateefansari.com

اور اپنے جد ابراہیم کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں۔ پس جس بزرگ نے اس خانہ کعبہ کو بنایا ہے میں تجھ کو اُسی کے حق کا واسطہ دیتی ہوں اور جو مولود میرے بطن میں ہے اُس کے حق کا بھی واسطہ دیتی ہوں کہ وضع حمل مجھ پر آسان کر دے (مناقب شہر آشوب صفحہ ۱۴۳)

ایک شبہ اب اس سے صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آذر کو صرف اس کلیہ کے توڑنے کے لئے اُن کا والد بنایا گیا تاکہ یہ کہا جا سکے کہ جب خاندانِ نبوت و رسالت اور امامت و وصایت میں ایک شخص بت پرست تھا یعنی اس کی نسب ایک کڑی کفر و شرک میں ملوث تھی تو پھر یہ عقیدہ صحیح نہ رہا کہ خاندانِ رسالت میں حضرت آدمؑ سے آج تک زمانہ حضرت قائمؑ تک کوئی مشرک اور بت پرست نہیں ہوا۔ یہ سلسلۂ طاہرہ از آدمؑ تا قائمؑ شرک و کفر سے پاک و منزہ رہا۔ اور الحادسے پاک و پاکیزہ رہا۔ مگر مخالفین اس سلسلے کی عظمت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ آذر ہیں جن کو قرآن نے "اَب" کہا ہے اور وہ بت فروش اور بُت گر تھے جب اس خاندان کی ایک کڑی بھی شرک سے ملوث ہوگئی تو کلیہ غلط ہوگیا کہ اس خاندان میں کوئی مشرک و بت پرست نہیں ہوا۔ کیونکہ آذر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا "اب" کہہ کر پکارا "اَب" باپ کو کہتے ہیں

جواب اب اس کا جواب سنئے قرآن کریم سے ہی یہ ثابت ہے کہ آذر حضرت ابراہیمؑ کے باپ نہیں تھے بلکہ چچا تھے عربی زبان میں باپ کے لئے دو لفظیں استعمال ہوتی ہیں اَب اور والد۔ والد کی لفظ مختص المعنیٰ ہے سوائے باپ کے کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا لیکن "اَب" کی لفظ مشترک المعنیٰ ہے جو دادا کے لئے اور عم یعنی چچا کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا جب وقت آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کر کے سوال کیا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ قرآن مجید اس سوال اور اس

کے جواب کو اس طرح بیان فرمارہا ہے۔ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (سورہ البقرہ آیت ۱۳۳ پارہ ۱ رکوع ۱۶)

اولادِ یعقوب نے حضرت یعقوب کو جواب دیا کہ ہم تیرے معبود کی عبادت کریں گے اور تیرے آباء کے معبود کی یعنی ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو صرف ایک خدا ہے اور ہم اسی کے اطاعت گذار و تابعدار ہیں۔

آباء کی لفظ سے جو "اَب" کی جمع ہے اَب کا اطلاق ان ہستیوں کے لئے آیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جو حضرت یعقوب کے دادا تھے معلوم ہوا کہ اَب کا اطلاق دادا پر ہوتا ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے جو حضرت یعقوبؑ کے چچا تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب کا اطلاق چچا پر بھی ہوتا ہے اور حضرت اسحاق کے لئے جو حضرت یعقوبؑ کے باپ تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ "اب" کی لفظ دادا، چچا اور باپ کے لئے مشترک المعنیٰ ہے۔ قرآن حکیم نے آذر کو "اب" کہا ہے اور والد نہیں کہا لہٰذا قرآن مجید سے یہ بات ہم ابھی ثابت کریں گے کہ آذر حضرت ابراہیمؑ کے چچا تھے اور باپ نہیں تھے رب العزت سورہ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔ آیت ۱۱۴/۱۱۵ پارہ ۱۱ رکوع ۳ سورۃ التوبہ)

کسی نبی کی یہ شان نہیں بلکہ کسی مومن کے بھی شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی مشرک کے لئے دعائے مغفرت کرے اگرچہ وہ اس کا قریبی رشتے دار ہی ہو۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے

جو دعائے مغفرت اپنے چچا کے لئے کی یہ ایک وعدہ کی وجہ سے تھی جو انہوں نے اس سے کیا تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو یہ ثابت ہوگیا کہ ان کا "اب" آذر اللہ کا دشمن ہے تو پھر اُسی وقت تبرّا کیا یعنی اس سے بیزار ہوگئے اور پھر اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انتہائی بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ جیسے بیٹے عنایت فرمائے تو اس نعمت کے شکریہ میں پھر حضرت ابراہیمؑ سورہ ابراہیم میں عرض کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۳۹/۴۱ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸)

ولادت حضرت اسماعیلؑ کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۹۹ ننانوے برس کی تھی اور حضرت اسحاقؑ کی ولادت کے وقت آپ کی عمر ایک سو بارہ ۱۱۲ سال تھی: تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحاق عطا فرمایا۔ تحقیق میرے پالنے والا البتہ دعا کا سننے والا ہے۔ اے پالنے والے مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری ذرّیت کو بھی اے ہمارے پالنے والے میری دعا کو قبول فرما ہمارے پالنے والے میری بھی مغفرت فرما اور میرے ماں باپ کی بھی اور مومنین کی بھی اس دن جب حساب لیا جائے۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آذر حضرت ابراہیمؑ کے والد یعنی باپ نہیں تھے چونکہ وہ آذر کے لئے دعائے مغفرت ترک کرچکے تھے اور اس پر تبرّا بھی کرچکے تھے لیکن اپنے والد کے لئے آخری عمر تک دعائے مغفرت کرتے رہے آذر اپنے شرک اور بت پرستی کی وجہ سے خاندان سے منقطع ہوچکے تھے۔ لہذا وہ خاندان طہارت و عصمت کے فرد نہ رہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد جن کا نام تارخ تھا جیسا کہ توریت سے ثابت ہے

www.khwajatateefansari.com

کہ تارخ مؤمن اور مسلم تھے اور ان کی صلب میں سلسلہ نبوت و رسالت خلافت و امامت و وصایت موجود رہا۔

تارخ ستر برس کے تھے جب اُن سے ابرام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے۔ یہ تارخ کا نسب نامہ ہے (توریت پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶)

اس نسب نامے میں آزر کا ذکر نہیں ہے اگرچہ مشہور نساب زجاج کا قول یہ ہے کہ آزر جسے عبرانی زبان میں اُوریا کہتے ہیں ابراہیم کا نانا ہو جس طرح "اَب" کی لفظ "اب" پدری کے لئے استعمال ہوتی ہے بہت ممکن ہے کہ اَب مادری کے واسطے بھی استعمال ہوتی ہو لیکن زیادہ مشہور یہی ہے کہ آزر ابراہیمؑ کا چچا تھا۔

قرآن حکیم نے آزر کو ابراہیم کا باپ بنانے والوں کی تمنا خاک میں ملادی۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

پاکیزہ خاندان

لطف کی بات یہ ہے کہ اہل سنت کے چند محققین، آبا سرکار رسالت کے متعلق ہمارے ہمنوا ہیں ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ آباؤ اجداد سرکار رسالت میں سے کوئی مشرک اور بت پرست نہیں ہوا چنانچہ علماء اہل سنت کے ایک جلیل القدر بزرگ علامہ سیوطی نے اس موضوع پر نو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ کہ حضرت ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد ذکور و اناث سب کے سب باایمان اور دین حنیف (دین ابراہیمی) پر تھے یہ کل کتابیں ریاست حیدرآباد دکن کی طرف سے شائع ہوئی ہیں ان مجلدات میں انہوں نے ثابت کر دیا کہ رسولؐ خدا کے تمام آباء واجداد کبھی مشرک نہ تھے انہوں نے کبھی کفر اختیار نہیں کیا بلکہ برابر دین ابراہیمؑ کے پیرو رہے مثلاً لکھتے ہیں "ان آباء النبی لم یکن فیھم مشرک"، حضرت کے آباؤ اجداد میں سے ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا (مسالک الحنفاء صفحہ ۱۹)

شاہ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے کہ جناب رسولؐ خدا کے آباؤ اجداد کرام حضرت آدمؑ

ہے حضرت عبداللہ تک سب کے سب کفر و شرک کی نجاست سے منزہ و مبّرء بعض علماء متاخرین نے اس کے متعلق دلائل قاطعہ تحریر کئے ہیں اور یہ وہ خصوصیت ہے جسے خدا نے اُن کے لئے مخصوص کیا ہے اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت کے کل آباؤ اجداد دین اسلام پر تھے یہ ممکن ہی کہ خدا اس نور پاک کو تاریک و گندی جگہ کافروں کے اصلاب وارحام میں رکھے اور آخرت میں اُن کے کافر آباؤ اجداد پر عذاب کر کے رسولؐ خدا کو رسوا کرے (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۲۵۲)

اور علامہ فخرالدین رازی نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھا ہے ان آباء الانبیاء کانوا کفاراً انبیاء کے آباؤ اجداد کافر نہیں تھے ولھذا التقدیر الآیۃ دالۃ علی ان جمیع آباء محمدؐ کانوا مسلمین اور اس نظریہ پر یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ آباؤ اجداد محمدؐ سب کے سب مسلمین تھے وھذا یدّل علی آباء محمدؐ ما کانوا مشرکین لقولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات اس امر کی دلیل کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد مشرک نہیں تھے کیونکہ حضرت رسولؐ خدا کی یہ حدیث بھی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ پاکیزہ باپوں کے صلبوں سے پاکیزہ ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتا آیا (مسالک الحنفاء صفحہ ۱۸)

یہی پاکیزگی اصلاب وارحام تھی جس کی وجہ سے خالق عالم نے اس پاک و پاکیزہ خاندان کو انبیاء ورسلؑ اور آئمہ واوصیاء پیدا کئے اور اسے قرآن حکیم میں شجرہ طیبہ کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۲۵/۲۶ پ ۱۳ رکوع ۱۶)

کیا تم نے خیال نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے پاک کلمہ کی مثال کیسی بیان کی ہے کہ وہ ایک

پاک و پاکیزہ درخت کی مانند ہے اس کی جڑ قائم ہے اس کی شاخ آسمان پر پہنچی ہوئی ہے۔ ہر زمانہ میں وہ خدا کے حکم سے پھل دیتا رہتا ہے اور مثالیں اللہ تعالیٰ آدمیوں کے لئے اس غرض سے بیان کرتا ہے تاکہ وہ یاد رکھیں۔

مقصد یہ ہے کہ یہ پاک و پاکیزہ خاندان ہے اس کی جڑ مضبوط ہے یعنی اس کے مخالف اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے عظمت کے لحاظ سے معراج کمال کو پہنچا ہوا ہے اس خاندان کے روحانی رہنما ہر وقت دنیا میں موجود رہتے ہیں اور خدا کے حکم سے اہل عالم کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں اللہ یہ مثالیں اس لئے بیان کرتا رہتا ہے کہ دنیا کے لوگ یاد رکھیں اور حق کو اختیار کریں۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر باب علوم نبویؐ سرکار سید الموحدین علی المرتضیٰ ارواحنا لہ الفداہ نے بالوضاحت فرمائی ہے۔

منہا من وصف الانبیاء

فاستودعھم فی افضل مستودع واقرھم فی خیر مستقر تناسختھم کرائم الاصلاب الی مطھرات الارحام کلما مضی منھم سلف قام منھم بدین اللہ خلف حتی افضت کرامۃ اللہ سبحانہ الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخرجہ من افضل المعادن منبتا واعز الارومات مغرسا من الشجرۃ التی صدع منھا انبیاءہ وانتخب منھا امناءہ عترۃ خیر العتر واسرتہ خیر الاسر وشجرتہ خیر الشجر نبتت فی حرم ولبقت فی کرم لھا فروع طوال وثمرۃ لا تنال فھو امام من اتقی وبصیرۃ من اھتدی سراج لمع ضوءہ وشھاب سطع نورہ و

www.khwajalateefansari.com

زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهٗ، سِيرَتُهُ الْقَصْدُ وَسُنَّتُهُ الرُّشْدُ وَكَلَامُهُ الْفَصْلُ وَحُكْمُهُ الْعَدْلُ۔ (نہج البلاغہ جلد ۱ خطبہ ۹۰ ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

اوصاف انبیاءؑ میں

انبیاء کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا اور بلند مرتبہ اصلاب سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے جب ان میں سے کوئی گذر جانے والا گذر گیا دوسرا دین خدا لیکر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ جنہیں ایسے معدنوں سے جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسے اصلوں سے کہ جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں پیدا کیا اسی شجرہ سے کہ جس سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے ان کی عترت بہترین عترت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے جو سرزمین حرم پر اُگا اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں وہ پرہیزگاروں کے امام ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے سرچشمۂ بصیرت ہیں وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ ہے جس کا نور ضیاء پاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے ان کی سیرت افراط و تفریط سے بچ کر سیدھی راہ پر چلنا اور ان کی سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم میں عدل کرنا ہے۔

علامہ ابن خلدون مغربی نے اس خاندان عالی قدر کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ کوئی آدمی نہ نکلے گا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک اس کے آباؤ اجداد علی الاتصال حسب و شرافت کے صدر نشین رہے ہوں۔ اگر کوئی ہے تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آنحضرتؐ کے تمام آباؤ اجداد آدم علیہ السلام تک صاحب مجد و شرف ہوئے ورنہ جو شرافت قائم ہوئی اس کو زوال ہوا اور جب کسی خاندان میں عزّ و شرف کی بنیاد قائم ہوئی تو چار پشتوں سے زیادہ اُسے ثبات و قرار نہ ہوا۔ علامہ ابن خلدون

www.khwajataheefansari.com

کی تحقیق ہے کہ ایک مورث کی شرافت و نجابت، حسن کردار اور سیرت چار پشتوں تک باقی رہتی ہے اب ذرہ سرکار رسالت محمد صلعم مصطفٰی اور سرکار ولایت علیؑ مرتضٰی اور ان کے والد سرکار شفقت، وا۔سان حضرت ابوطالب عمران کے نسب پر غور کیجیے نسب سرکار رسالت محمد صلعم مصطفٰی ارواحنا لہ الفداء اس طرح ہے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم نسب سرکار ولایت علیؑ مرتضٰی ارواحنا لہ الفداء باپ کی طرف سے علی بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ۔ نسب سرکار ولایت علی مرتضٰی علیہ التحیۃ والثناء والدہ کی طرف سے فاطمہ بنت اسد بن ہاشم حضرت علی علیہ السلام کے والد حضرت ابوطالبؑ عمران اور رسول اللہ صلعم کے والد حضرت عبداللہ ماں اور باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھے یہ شرف آنحضرت صلعم کے کسی اور چچا کو نہ تھا حضرت علیؑ کی والدہ رسول اللہ صلعم سے دوسری پشت میں ملتی تھیں۔ وہ حضرت ابوطالبؑ کی حقیقی بنت عم یعنی چچا زاد بہن تھیں مورخین اسلام نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی فضیلت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ انہا اول ہاشمیۃ تزوجت ہاشمیاً و ولدت ہاشمیاً و اول ہاشمیۃ ولدت خلیفۃ۔ فاطمہ بنت اسد پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جن کا عقد بھی خاندان بنی ہاشم میں ہوا اور ہاشمی فرزند آپ کے بطن سے پیدا ہوئے آپ ہی وہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن کے بطن اقدس سے خلیفہ رسول علیؑ مرتضٰی پیدا ہوئے (الاستیعاب و اصابہ و اسد الغابہ۔ تذکرہ فاطمہ بنت اسد اور اسی طرح تاریخ الخلفاء میں بھی مرقوم ہے)

بنی ہاشم کے متعلق جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا ہے قال جبرائیل قلبت مشارق الارض و مغاربہا فلم اجد رجلاً افضل من محمد و قلبت مشارق الارض و مغاربہا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۶)

مجھ سے جبرائیل نے کہا کہ میں نے روئے زمین کے تمام مشارق و مغارب کو چھان ڈالا۔ لیکن کسی شخص کو محمد سے اور کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل و اعلیٰ نہیں پایا۔

www.khwajalateefansari.com

اس خاندان عصمت وطہارت خاندان نبوت ورسالت اور خاندان امامت و وصایت کو آل ابراہیم کے معزز لقب سے سرفراز کیا گیا اور اس سلسلے میں اولاد ابراہیم میں نبوت اور کتاب کو رکھا چنانچہ ارشاد احدیت ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (سورہ العنکبوت آیت ۲۷ پارہ ۲۰ رکوع ۱۵)

ہم نے ابراہیم کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھی۔

اس آل ابراہیم یا ذریت ابراہیم میں ہدایت کے دو سلسلے ہیں۔ (۱) بنی اسرائیل یعنی اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام انہیں بنی اسرائیل اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت اسحق کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ۔ (سورہ آل عمران پارہ ۴ رکوع ۱ آیت ۹۴)

ہر طعام بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا سوائے اس کے جسے اسرائیل نے اپنے نفس پر تورات کے نازل ہونے سے پہلے حرام کر دیا تھا۔ اونٹ کے گوشت کو حضرت یعقوبؑ نے اس لئے حرام کر لیا تھا چونکہ وہ ان کے لئے مرض کا باعث تھا۔ تورات کے نازل ہونے پر بنی اسرائیل کے لئے حلال ہو گیا۔ اس سلسلہ میں بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں اس سلسلے کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے۔ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ۔

(سورہ البقرہ آیت ۱۳۲ پارہ ۱ رکوع ۱۶)

حضرت ابراہیمؑ نے اور حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور کہا اے بیٹوں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پاکیزگی کے لحاظ سے دین کو چنا پس تم نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو یعنی تک کہ اس سلسلے میں انبیاء علیہم السلام کا دور رہا وہ خود ہی مسلم

کہلواتے رہے اور اپنے پیروان اُمت کو بھی مسلم کہلوانے کی ہدایت کرتے رہے اور ان سے مسلم ہونے کا اقرار لیتے رہے چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تذکرے میں رب العزت فرماتا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔ (سورہ آل عمران آیت ۵۲ پارہ ۳ رکوع ۱۳)

جب مسیح علیہ السلام نے اُن سے کفر محسوس کیا تو کہا تم میں سے کون اللہ کے لئے میرے انصار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کی نصرت کرنے والے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں تم گواہی دینا کہ ہم مسلم ہیں۔ جب تک یہ سلسلہ ملتِ ابراہیم پر مسلم رہا صاحب فضیلت رہا اور الٰہی انعام کا مستحق رہا چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے یٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ (سورہ البقرہ آیت ۴۸ پارہ ۱ رکوع ۶)

اے بنی اسرائیل یاد کرو اس نعمت کو جو میں نے تم پر انعام فرمائی اور تم کو عالمین پر فضیلت دی۔

اور جب یہ سلسلہ دین حق سے پھر گیا اور لفظ اسلام کو چھوڑ کر اپنے آپ نام اختیار کر لئے مثلاً اُمتِ حضرت موسیٰؑ یہودی کہلانے لگی اور مسیح علیہ السلام کی اُمت عیسائی، مسیحی یا نصرانی کہلانے لگی نصرانی کی لفظ اس گاؤں کی طرف منسوب ہے جہاں مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی اور اس کا نام ناصرہ تھا تو اس کی طرف منسوب ہو کر نصرانی یا نصاریٰ کہلانے لگے اب اولاد ابراہیمؑ اپنے ناموں کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم ہو گئی یہودی، نصاریٰ اور مسلم ہر گروہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے خاندان کا مُورث ہونے کے لحاظ سے اپنے تجویز کئے گئے نام سے منسوب کرنا چاہتا تھا اللہ نے اس خیال کی اس طریق پہ تردید فرمائی۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا

مُسْلِمًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ (سورہ آل عمران آیت ۶۸ پارہ ۳ رکوع ۱۵)

ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے لیکن وہ شرک سے پہلو تہی کرنے والے مسلم تھے اور مشرکین میں سے بھی نہیں تھے جب یہودی دین حق اسلام سے منقطع ہو گئے تو ارشاد ربانی ہوا۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۱۲ پارہ ۴ رکوع ۳)

یہ جہاں کہیں پائے جائیں ان کے لئے ذلت قرار دی گئی ہے سوائے اس کے کہ خدا کے عہد اور آدمیوں کے عہد کی پناہ میں آ جائیں مگر بہ غضب خدا میں گرفتار ہوئے اور اُن پر تنگ دستی کی مار پڑی ہے یہ اس لئے کہ وہ آیات خدا کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے نیز اس لئے نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گذر جاتے تھے انہوں نے دین اسلام کو چھوڑ کر جو دوسرے نام اختیار کئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے نتیجے کی خبر ان الفاظ میں دی ۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورہ آل عمران آیت ۸۶ پ ۳ ع ۱۷)

جو شخص اسلام کے سوا دین چاہے گا ۔ تو اس کا یہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا ۔ دوسرا سلسلۂ عالیہ اولاد ابراہیمؑ میں بنی اسمٰعیل ہیں (حضرت اسمٰعیل کی اولاد) میں کثیر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام اولاد ابراہیم میں سے بنی اسرائیل سے ہوئے مگر بنی اسمٰعیل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد صدف نبوت و امامت کا دُرِّ یتیمہ ودیعتِ الٰہی کا وہ نایاب گوہر ۔ قدرت لامتناہی کا لاجواب جوہرِ علم و ایقان کا مخزن ۔ عرفان و ایقان کی معدن ۔ بشارت موسیٰ کا مدعا ۔ نوید عیسیٰ کا

مقتضی، اثر وحدت کا معلّم، امر رسالت کا متمم، سیّد المرسلینؐ، خاتم النبیینؐ، آئینہ معرفت کبریا، خاتمۂ سلسلۂ انبیاء، گوہر گنجینۂ علم و کمال، جوہر آئینہ حسن و جمال

شمسۂ ایوان قضا و قدر — خمسۂ ارکان عقول بشر

جلوہ دہ شاہد وحدانیت — جلوہ گاہ عاشق روحانیت

علت غائیۂ ہر جزو و کل — اوّل ہر خلقت، ختم الرسل

ہفت فلک از کرمش استوار — ہشت بہشت از قدمش نوبہار

منتظم نظم قضا و قدر — مقتدر و معتمد و معتبر

نام ولیش اوّل ابجد شدہ — احمد و محمود و محمد شدہ

(سیّد اولاد حیدر بلگرامی)

اسی سلسلے میں نبوت و رسالت کے ختم ہونے کے بعد بارہ[12] ہادیان حق نقیب امامت و ولایت سے سرفراز ہوئے توراۃ میں اس سلسلے کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا اور اُسے بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور اسے بڑی قوم بناؤں گا (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰-۱۹)

ان آیات کے متعلق آغائے محمد بن فخر الاسلام محمد صادق نومسلم امریکائی اپنی مشہور و معروف تالیف انیس الاعلام فی نصرت الاسلام جلد ۲ میں لکھتے ہیں کہ پیدائش کی اس آیت میں خیانت سے کام لیکر رحمت کو برکت سے بدل دیا ہے۔

اور رحمت سے مراد وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یعنی ذات قدسی صفات محمد مصطفیٰ رحمۃ للعالمین ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ اولاد اسمٰعیل میں حضرت ختم رسل اور بارہ امام ہوں گے۔

انجیل کے حصہ مکاشفات یوحنا میں حضرت حجّت قائم بارہویں امام کا ذکر اس

طرح ہے کہ وہ آسمان سے اترنے والی عورت یعنی سیدہ فاطمہؑ طاہرہ کا ظہور ہو گا۔ جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کرے گا (مکاشفات یوحنا باب ۱۲ آیت ۵)

اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام نے باوجودیکہ دنیا میں لاکھوں انقلاب آئے لیکن انہوں نے دینِ ابراہیم حنیف کو نہیں بدلا وہ امتِ مسلمہ مسلمین۔ ملتِ ابراہیم کہلاتے رہے اب اس مقام پر ہم اسے ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بتائیں کہ لفظ اسلام قرآن مجید میں کن کن معنوں میں استعمال ہوا ہے سب سے پہلے ملتِ مسلمہ کے بانی حضرت ابراہیمؑ کے اسلام کا ذکر ضروری ہے حضرت ابراہیمؑ کے اسلام کا قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۲ پارہ ۱ رکوع ۱۲)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ سے ارشاد فرمایا کہ اسلام اختیار کر تو حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں کہا۔ میں عالمین کے پالنے والے پر اسلام لایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کا اسلام بلا واسطہ تھا اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دو قسمیں ہیں ایک بلا واسطہ اسلام (ذاتی حیثیت) اور دوسرے بالواسطہ (ذاتی حیثیت سے) یعنی کسی کے ذریعہ سے یا کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اسلام بلا واسطہ تھا اور ان کی اولاد ذریتِ ابراہیمؑ کا اسلام بھی حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کی دعا کے مطابق وہی اسلام تھا جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا اسلام تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

اے ہمارے پالنے والے ہم دونوں کو مسلم بنائے رکھنا یعنی اطاعت گذار ونا بعدار بنائے رکھنا اور ہماری ذریت میں بھی ایک مسلم امت قرار دے اس سے ظاہر ہے کہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور ان دونوں کی اولاد کا اسلام۔ اسلام بلا واسطہ تھا ان کو اسلام لانے

کی ضرورت نہ تھی وہ مسلم پیدا ہوئے اور مسلم جیئے پھر ان کے متعلق یہ سوال کرنا کہ وہ رسول اللہ صلعم کے دستِ مبارک پر اسلام نہیں لائے ایک مضحکہ خیز سوال ہے۔ اعلانِ رسالت پر انہوں نے ایمان نہیں لانا تھا بلکہ اسلام کی تصدیق فرمانا تھی۔ یہ مسلم تھے اور اعلانِ رسالت کے وقت مصدق بنے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ ومن جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون۔ (سورہ زمر آیت ۳۳ پارہ ۲۴ رکوع ۱)

جو سچائی لے کر آیا (رسول اللہ) اور جس نے اس کی تصدیق کی یعنی اُمتِ مسلمہ وہی تو لوگ متقی ہیں۔

عظمتِ ابوطالبؑ حضرت ابوطالب علیہ السلام مصدق خاتم النبیینؐ تھے۔ انہوں نے اپنے افکار سے اپنے اعمال و افعال سے اپنے کردار و اطوار سے اپنی اولاد و احفاد سے تصدیقِ رسالت اور تائیدِ اسلام فرمائی مقامِ صد افسوس اور تاسف ہے کہ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے ایسے محسنِ اسلام اور مربی و ناصرِ رسول کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہا۔ یہ ناشکر گذاری کی بدترین مثال ہے

مرا باور نمی آید ز روئے اعتقاد
ناصرِ ختمِ رسالت مشرک و کافر چرا

ترجمہ:۔ مجھے اعتقاد کی رُو سے یقین ہی نہیں آتا کہ جو ختمِ رسل کا ناصر ہو وہ مشرک اور کافر کیوں ہو۔

اور اسی روایات کی کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے۔ اموی خاندان کے عزائم کو حضرت ابوطالبؑ اور ان کی اولاد نے خاک میں ملا دیا۔ یہ اس ناکامی کا جذبہ تھا جس سے یہ روایات تیار کی گئیں۔ روایات بھی ایسی کہ جب انہیں درایت پہ پرکھا جائے تو مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں سیرت ابن ہشام کی ایک روایت نقل

کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے وقت نہایت اصرار کے ساتھ ان کو کلمۂ توحید کی دعوت دی۔ اس پر ابوطالب نے کہا۔ عزیز بھتیجے اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کر لیتا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۲۰، سیر الصحابہ جلد ۱ خلفاء راشدین ص ۲۶۷)

ذرہ اس روایت پر غور فرمایئے رسول اللہ عین وقت وفات حضرت ابوطالبؑ کو کلمۂ توحید کی دعوت دے رہے ہیں حضرت ابوطالبؑ اپنے عزیز اور محبوب بھتیجے کی اس پُراصرار دعوت توحید کو قریش کی طعنہ زنی کے خوف سے بسترِ مرگ پر مسترد فرماتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بہ باید گریست

اس روایت کا نفسیاتی جائزہ لیجئے کہ بسترِ مرگ پر ایک ذہین و عقیل انسان کو عاقبت کا خیال دامنگیر ہوتا ہے۔ یا لوگوں کے طعن و تشنیع کا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک عامی جاہل بھی ایسے موقع پر طعن و تشنیع کا خیال نہیں کرے گا۔ بلکہ متوجہ الی اللہ ہوگا۔ طعن و تشنیع کا خیال جینے والوں کو ہوتا ہے مرنے والوں کو نہیں۔

سیر الصحابہ کے مصنف حاجی معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ سیرت ہشام میں حضرت عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ نزع کی حالت میں کلمۂ توحید ان کی زبان پر تھا۔ مگر یہ روایت بہت کمزور ہے۔ حالانکہ نفسیاتی طور پر یہ روایت حسن اور صحیح ہے کیونکہ ہر پختہ خیال مسلمان عالم نزع میں اپنے نفس کو اللہ کی طرف راجع کرتا ہے اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے جان دینا یہ ایک پختہ خیال مسلمان انسان کا طریق کار ہے۔ ہم ان دونوں روایتوں کو اہل فکر کے غور و فکر کے حوالے کرتے ہیں۔ ہمارا تو عقیدہ حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ ہے کہ وہ دعائے حضرت خلیلؑ و حضرت ذبیح علیہما السلام کے لحاظ سے اُمتِ مسلمہ کے ایک فرد کامل تھے جس میں سے خاتم الانبیاء علیہ آلاف التحیۃ والثناء

نے مبعوث ہونا تھا۔ ان کا اسلام بلا واسطہ اسلام ابراہیمی تھا۔ اس لئے ان کو اسلام کے اعلان کی ضرورت نہ تھی حضرت اسمٰعیل کے آخری وصی تھے۔ انہوں نے حضرت ختمی مرتبتؐ کی تصدیق اس طرح فرمائی تھی جس طرح موسیٰؑ کے آخری وصی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جناب مسیح علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

حضرت ابو طالب کی ساری زندگی صداقت رسولؐ کی عملی تصدیق تھی۔ اسی لئے آیہ من جاء بالصدق وصدق بہ کے مصداق تھے۔ وہ ایسے معصوم تھے کہ اللہ اُن کے افعال کو اپنا کر اپنے حبیب پر احسان جتلا رہا ہے۔ "انکار اسلام ابو طالب" کا جو بنی اُمیہ نے ڈھونگ رچایا ہے اس میں خود ہی اس کے کمزور ہونے کی تصدیق کر دی ہے انہوں نے اس سلسلے میں انکار اسلام ابو طالبؑ کے لئے ایسی آیات کو اختیار کیا ہے جو مدنی ہیں اس لئے وہ حضرت ابو طالبؑ پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتیں۔ بنی اُمیہ کے نمائندہ محدثین میں سے اسمٰعیل بخاری ہیں جنہوں نے صحیح بخاری جیسی سنسر شدہ کتاب کو لکھا ہے مولانا شبلی نعمانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ابو طالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح مانی جاتی ہے اس لئے محدثین زیادہ تر اُن کے کفر کے ہی قائل ہیں۔

اسمٰعیل بخاری، بنو امیہ کے متوسلین میں سے تھے اور وہ اموی شہزادوں کے اتالیق رہے ہم اس مقام پر بخاری صاحب کی توثیق نہیں کرتے اور نہ تردید کرتے ہیں بلکہ وہ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں اس کے لئے ہم صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

بخاری کا افتراء

بخاری نے جد الانبیاء حضرت خلیلؑ الرحمٰن جو نبی بھی تھے رسول بھی صاحب شریعت اور امام بھی تھے اُن کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے۔ بیمار نہیں تھے اور کہا کہ میں بیمار ہوں۔ بُت خود توڑے تھے اور کہا کہ ان بتوں میں سے بڑے بُت نے توڑے ہیں اور حضرت سارہ جوان کی بیوی تھی

کہا میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کو کذب سے متہم کرنے پر ذرہ قرآن کی طرف توجہ کیجئے کہ بخاری نے ایک سول اولی العزم پر کیسا افتراء کیا ہے حالانکہ خداوند عالم سورہ مریم میں ارشاد فرماتا ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (سورہ مریم آیت ۴۲ پارہ ۱۶ رکوع ۶)

اے حبیب قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر پڑھو وہ صدیق نبی تھے۔

صدیق صفت مشبہ ہے یعنی صدق ان کی ذات میں ان کے رگ و ریشہ میں موجود تھا، جو شخص حضرت ابراہیمؑ پر کذب کا اتہام لگاتا ہے تو اس کا حضرت ابوطالبؑ کے اسلام سے انکار کرنا کونسی تعجب خیز بات ہے۔ صدیق کے لفظ نے ثابت کر دیا کہ یہ تینوں اقوال بطور تقیہ تھے جو شیعہ کی خصوصیت ہے اور حضرت خلیلؑ میں موجود ہے جس طرح شیعہ کی خصوصیت تبراء ہے اور وہ ہم سورہ برأت کی آیت سے ثابت کر چکے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا آذر پر تبراء کیا تھا اگر حیات مستعار نے مہلت دی تو ہم قرآن سے ثابت کریں گے کہ قرآن نے جو حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ کہا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ کی جملہ خصوصیات کے لحاظ سے شیعہ تھے۔ اگر قارئین کو بخاری پر تنقید پڑھنا ہو تو سرکار فردوس مآب علامہ حامد حسین صاحب مؤلف عبقات الانوار کی مشہور کتاب (استقصاء الافحام) کا مطالعہ فرمائیں۔ شبلی نعمانی نے حضرت ابوطالبؑ کے عدم اسلام والی حدیث کو جس پر محدثین کو ناز ہے خود ہی رد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں جس روایت سے بخاری کفر ابوطالب کو بیان کرتے ہیں۔ محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت قابل حجت نہیں کیونکہ اخیر راوی جو سعید ہیں وہ فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالبؑ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بناء پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ ابن اسحاق کے

سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن سعید اور عبداللہ ابن عباس ہے یہ دونوں ثقہ ہیں لیکن بیچ کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے۔ اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد و اعتماد میں چنداں فرق نہیں۔ ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کے لئے جو جاں نثاریاں کیں اُن سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا۔ آپ کی محبت میں محصور ہوئے۔ فاقے اٹھائے شہر سے نکالے گئے تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ کیا یہ محبت یہ جوش یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائیں گی۔ حضرت ابوطالبؑ حضرت سے پچیس برس بڑے تھے رسول اللہ کو ان سے نہایت محبت تھی ایک دفعہ بیمار ہوئے تو آنحضرتؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا بھتیجے جس خدا نے تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعائیں مانگنا کہ مجھ کو اچھا کر دے آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہو گئے (سیرت النبی جلد ۱ ص ۱۸۲ اور اصابہ مطبوعہ مصر جلد ۷، ص ۱۱۲)

یہ چیزیں جن کو علامہ شبلی نے بیان کیا ان کی صدور و ظہور معمولی انسان سے ممکن نہیں بلکہ یہ ایسے انسان کے کارنامے ہیں جس کو اللہ نے اتنا بلند کیا ہو کہ وہ مافوق الفطرت انسانی امور کو انجام دے سکے۔ ہم شیعہ اور بعض متقدین علماء اہل سنت حضرت ابوطالبؑ کو حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کا وصی اور ان کے کتب و صحائف کا محافظ و نگہبان سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کافی میں ابن ابی المنصور سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوالحسن اول یعنی سرکار ولایت علیؑ مرتضیٰ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ حضرت ابوطالبؑ سے محجوج تھے؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ وہ انبیاء و اوصیاء و صایا کے امین تھے جن کی وصیتیں آپ کے پاس ودیعت تھیں آپ نے وہ امانتیں خدمت سرکار رسالت میں پیش کر دیں میں نے دریافت کیا کہ حضرت ابوطالبؑ کا کیا حال ہے فرمایا انہوں نے رسول اللہ کی نبوت کی تصدیق کی اور جو کچھ وہ پیغام اللہ کی طرف سے لائے تھے اُس پر حضرت ابوطالبؑ

www.khwajalateefansari.com

ایمان رکھتے تھے اسی پر ان کی وفات ہوئی۔ بحار الانوار میں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اوصیاء میں سے تھے وہ ان کے کتب و صحائف کے محافظ تھے اور ان کی وصیتوں کے نگہبان تھے اس حیثیت سے وہ سلسلہ بنی اسرائیل موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے مربوط نہیں تھے بلکہ وہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی زمانہ میں ایک ہی نبیؐ کے متعدد اوصیاء کے ہونے میں کوئی اشکال نہیں اس لئے بردہ اور ابی بالط اور سلمان ایک ہی زمانہ میں تمام کے تمام اوصیاء تھے اور حضرت سلمان حفظ لوح کے لئے وصی مقرر ہوئے تھے۔

علی بن الحسین المسعودی نے اپنی تالیف "اثبات الوصیۃ" جو اس فن میں ترتیب الاوصیاء کے متعلق بہترین تالیف ہے میں حضرت آدمؑ سے حضرت قائم عجؑ تک مجمل حالات ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء کی ترتیب کو ذکر کیا ہے اس میں اس ترتیب کے متعلق دو روایتیں ہیں ان میں سے ایک ترتیب میں تذکرہ اوصیاء اس طرح ہے۔ حضرت عیسیٰ پھر شمعون پھر یحییٰ بن زکریا پھر حضرت شمعون کے بیٹے منذر پھر دانیال نبی پھر ان کے بیٹے ملیخا پھر ان کے بیٹے انشرا پھر ان کے بیٹے وشیخا پھر ان کے بیٹے نسطورس پھر ان کے بیٹے سرعید پھر بحیرہ پھر النبیؐ۔ اور دوسری ترتیب یہ ہے منذر بن شمعون کے بعد اس کا بیٹا مسلمہ بن منذر پھر اس کا بیٹا۔ بردہ پھر اس کا بیٹا اُبیؑ پھر اس کا بیٹا دوس پھر اس کا بیٹا عدلیس اور پھر صوف اور پھر اس کا بیٹا یحییٰ بن صوف پھر وانا اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔

ان دونوں روایتوں کی رو سے اوصیاء کی تعداد بارہ ۱۲ ہے کفایۃ الاثر اور فقیہ میں اس طرح ہے۔ عیسیٰ بن شمعون پھر یحییٰ بن منذر پھر سلیمان بردہ پھر النبیؐ اس خبر میں چھ اوصیاء کا ذکر ساقط کر دیا ہے "الاوصیاء" یعنی آخری وصی ایک تھا اس امر میں شبہ ہے کہ وہ سلمان تھے یا ابوطالب تھے یا ابی تھے یا بالط تھے یا بردہ تھے یا یحییٰ بن صوف تھے یا بریرہ تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے یہاں جمع بین الروایات آسان ہے۔

www.khwajalateefansari.com

سید جلیل السید حسین بن الحسن الکرکی نے جو محقق ثانی کے سبط ہیں اپنی کتاب "دفع المناواۃ عن التفضیل والمساواۃ" جو ایک نہایت اچھی کتاب ہے اس کا ایک نسخہ استادنا السید حسین نوری اعلی اللہ مقامہ کو علامہ مجلسی کی ملکیت میں ملا تھا۔ وہ اس نسخے سے اپنی تالیف "نفس الرحمٰن" میں لکھتے ہیں، سید جلیل السید حسین بن الحسن الکرکی نے ایمان حضرت ابوطالبؑ اور اُن کے فضائل کے ضمن میں لکھا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کی کتاب "اثبات الغیبۃ و کشف الحیرۃ" میں تحریر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سلمان ہی تھے نہ کہ ابوطالبؑ جو لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے وصی حضرت ابوطالبؑ تھے وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ وصی کون تھا؟ آپ نے فرمایا میرے باپ تھے اس سے ان کی مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصی تھے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ کا وصی سلمان ہو اور عرب جو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُمت اور ان کے متبع تھے۔ ان عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی وصی نہ ہو یہ واجب الوجود اللہ کے لطف سے بعید اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔

www.khwajalateefansari.com

عروج عرفانی نمبر ۹

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے اوصیاء کا سلسلہ اور سرکار رسالت محمد مصطفےٰؐ اور سرکار ولایت علی مرتضیٰؑ کا سلسلہ نسب ایک ہے اور یہ حضرات اوصیاء حضرت اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ تھے محمد بن عبداللہ۔ علی بن ابیطالب ابنائے عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیؑ بن کلاب بن کعب بن لوئیؑ۔ لوئیؑ کے بعد شجرۂ نسب اس طرح ہے غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن عدنان بن اذہان بن لیثا بن ہامیہ بن سلیمان بن انساب بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل علیہم السلام۔

سرکار رسالت و سرکار ولایت کے نسب کے تمام افراد اوصیاء حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہم السلام تھے مگر اختصار کے پیشِ نظر ہم اس سلسلے کا مختصر ذکر حضرت عدنان سے کرتے ہیں۔ سرکار رسالت نے خود بھی فرمایا ہے۔ اذا بلغ نسبی الی عدنان فامسکوا۔ جب میرا نسب عدنان تک پہنچ جائے تو رک جاؤ۔

۱۔ عدنان:۔ کے دشمن شام میں بہت تھے مگر یہ نور رسالت و ولایت کا اعجاز تھا کہ آپ نے ان سب کو شکست دی مگر بخت نصر بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد عرب پر حملہ آور ہوا تو اس کے بہت سے انصار کو آپ نے قتل کیا پھر یمن کی طرف ہجرت فرمائی۔

۲۔ معدؑ:۔ عدنان کے بعد نور سرکار رسالت و ولایت معد کی طرف منتقل ہوا۔ بخت نصر کی موت کے بعد معد نے یمن سے مراجعت وطن فرمائی۔

۳۔ نزار:۔ پھر نور رسالت و ولایت نزار کی طرف منتقل ہوا۔ یہ قبیلہ جرہم کی خاتون معانہ بنت خوشم کے بطن سے تھے۔

www.khwajalateefansari.com

۴۔ مضر:۔ اسی خاتون جرہمی کے بطن سے نقشے انوار الٰہیہ کے ان کی طرف منتقل ہونے کی وجہ سے ان کے باپ نے بہت سے اونٹوں کی قربانی دی۔ یہ بزرگوار مروّج دین ابراہیم علیہ السلام تھے ان کے متعلق حدیث نبوی ہے لا تسبوا مضر و ربیعۃ فانھما مُسلمان مضر اور ربیعہ پر سَبّ نہ کرو کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔

۵۔ الیاس:۔ ان کا لقب سید العشیرۃ تھا یہ مصلح العرب تھے انہوں نے عرب کی بہت سی رسوم میں اصلاح کی ان کی ماں کا نام رباب تھا ان کی زوجہ لیلیٰ ابن حلوان قضاعیہ یمینیہ تھی اس خاتون کا لقب خندف تھا۔ ان کی وجہ سے الیاس کی اولاد بنی خندف کہلاتی ہے۔ جب حضرت الیاس کا انتقال ہوگیا تو اس خاتون کو شوہر سے اتنی محبت تھی کہ ان کی قبر کے کنارے بیٹھ کر ہی بقیہ عمر گذاری۔ اور وہیں جان دی۔

۶۔ مدرکہ:۔ نور رسالت و امامت مدرکہ کی طرف منتقل ہوا ان کا نام مدرکہ اس واسطے ہے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی شرافت کو درک کیا تھا۔ ان کی کنیت ابو الھذیل تھی ان کی زوجہ سلمہ بنت اسد بن ربیعہ بن نزار تھیں۔

۷۔ خزیمہ:۔ یہ حامل نور رسالت و ولایت تھے ان کی حکومت تمام قبائل عرب پر قائم ہوئی پھر یہ انوار الٰہیہ ان کی زوجہ عوانہ بنت السعد بن قیس بن مضر سے کنانہ کی طرف منتقل ہوئے۔

۸۔ کنانہ:۔ ان کی کنیت ابو نصر تھی۔ انہیں ایک رُویا صادقہ سے حکم ہوا کہ نور رسالت و امامت کے لیئے وہ برّہ بنت مرین بن اوین بن تانجہ بن الیاس سے تزویج کریں تا کہ انتقال نور رسالت و ولایت ہو۔

۹۔ نضر:۔ ان کا یہ نام ان کے چہرے کی نضارت کی وجہ سے ہوا ان کے چہرے پر بہت تر و تازگی تھی ان کا لقب قریش تھا قوم کی حصانت و سیادت ان کے ہاتھ میں تھی انہوں نے قوم میں انتہائی طاقت پیدا کی اس لیئے ان کا لقب قریش ہوا جو تقریش سے مشتق ہے جس کے معنی تجمع جمع کرنا یا جمع ہونا ہے ان کے دستر خوان پر صبح کے وقت تمام قوم جمع ہوتی تھی اور اسی اتحاد کی وجہ سے

...بہت بڑی اجتماعی طاقت پر فائز تھے ان کے بیٹے مالک تھے۔

۱۰۔ مالک :۔ ان کی ماں عاتکہ بنت عدوان بن عمر بن قیس بن عیلان میں سے تھیں۔

۱۱۔ فہر :۔ مکہ میں رئیس قوم تھے۔ ان کی ماں جندر بنت حارث جرہمیہ تھی عرب میں قریش کا قبیلہ ممتاز قبیلہ تھا جو فہر کی اولاد سے ہے بعض مورخین نے فہر کا لقب قریش لکھا ہے۔ حضرت فہر تیسری صدی عیسوی میں ہوئے ہیں۔ یہ معد بن عدنان کی اولاد سے تھے اور آلِ ابراہیمؑ کی امت مسلمہ سے تھے اور ان کا ایک بیٹا غالب تھا۔

۱۲۔ غالب :۔ پھر نور نبوت و امامت غالب کی طرف منتقل ہوا ان کی ماں سلمہ بنت عمر بن ربیعہ خزاعیہ تھیں جس کے بطن سے لوّی پیدا ہوئے۔

۱۳۔ لوّی :۔ لوّی لائی کی تصغیر ہے جس کے معنی نور ہیں۔ انہوں نے ماریہ بنت کعب خزاعیہ سے عقد کیا جس سے کعب پیدا ہوئے۔ لوی اور کعب عرب کے سردار تھے ان کا بیٹا مرہ تھا جس کی وفات پر عربوں نے تاریخی سال شروع کیا تھا جو اصحاب فیل کے حملے تک جاری رہا۔

۱۴۔ کلاب :۔ مرہ کے بیٹے کلاب تھے۔ کلاب کا ایک بیٹا زہرہ تھا جو حضرت آمنہ کا جدِ مورث ہے۔

۱۵۔ قصیؑ :۔ اس خاندان میں پانچویں صدی عیسوی میں قصیؑ ہوئے جنہوں نے عرب میں بڑی عزت و بلندی حاصل کی۔ حضرت قصیؑ نے مکہ معظمہ کی منتشر آبادی کو شہر میں تبدیل کیا۔ جس کے متعلق ایک مشہور شعر ہے۔

ابوکم قصیٌّ کان یدعیٰ مجمعاً   بہ جمع اللّٰہ قبائل فہر

تمہارے باپ قصیؑ نے لوگوں کو جمع ہونے کی دعوت دی جس سے اللہ نے فہر کی اولاد کے قبائل کو جمع کر دیا۔ قصیؑ نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ اپنی رہائش کے لئے عظیم الشان عمارت بنوائی جس کا ایوان کونسل ہال کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ عرب اسے دارالندوہ کہتے تھے اس میں جمع ہو کر معاشرتی، تجارتی، تمدنی امور کے فیصلے کرتے تھے انہوں نے عرب کا

دستور بنایا۔ نظام حکومت کو ترتیب دیا۔ خوراک اور پانی کی بہم رسانی اور ٹیکسوں کے آئین وقوانین وضع کئے ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت قصیٰ عرب میں تمدن کے بانی اور قوانین عرب کے واضع تھے ان کی خدمات اور ان کے اقتدار کی وجہ سے عرب کے تمام معزز قبائل نے ان کی اطاعت میں اپنی گردنیں خم کردیں اور انہیں اپنا سردار اور حکمران تسلیم کیا۔ حضرت قصیٰ کا انتقال چارسو اسی عیسوی میں ہوا۔ خاندان قصیٰ کے افراد امت مسلمہ اپنے روشن کریکٹر کی وجہ سے خانہ کعبہ کے محافظ بھی تھے اور موسم حج کے منتظم بھی اور عرب کے مصلح بھی ان کی رائے ہر معاملے میں صائب متصور ہوتی تھی۔

۱۶۔ عبد مناف :۔ قصیٰ کے بیٹوں میں عبد مناف کو کعبہ کی تولیت اور قریش کی ریاست حاصل ہوئی۔ ان کا نام مغیرہ تھا اور ان کا لقب قمر البطحا تھا۔ کعبے کی تولیت ایک بہت بڑا منصب تھا جو اس خاندان سے مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ سخاوت، شجاعت، عدالت غرضیکہ تمام اخلاق حسنہ سے عبد مناف آراستہ تھے۔

۱۷۔ ہاشم :۔ عبد مناف کے فرزندوں میں حضرت ہاشم بڑے صاحب صولت اور باثر تھے اپنے باپ کے اوصاف کی پوری شان حضرت ہاشم میں جلوہ نما تھی اسی واسطے عبد مناف کے بعد وہ تمام شرف جو عبد مناف کو حاصل تھا حضرت ہاشم کے لئے تسلیم کیا گیا اگرچہ حضرت ہاشم کی اولاد ہو چکی تھی مگر نور رسالت و ولایت جو ان کے صلب میں تھا منتقل نہیں ہوا تھا انہوں نے حرم کعبہ میں جا کر طواف کیا اور نہایت تضرع اور ابتہال سے دعا کی کہ اے معبود مجھ پر واضح فرما کہ میں کس خاتون سے عقد کروں جس میں یہ نور رسالت و امامت منتقل ہو اسی رات انہوں نے رؤیا صادقہ میں دیکھا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خاندان بنی نجار کی بیٹی سلمہ بنت عمرو بن زید بن لبید سے عقد کریں جب انہوں نے خطبہ کیا تو عمرو کی شرط یہ تھی کہ سلمہ سے جو اولاد ہوگی وہ مدینہ طیبہ میں رہے گی ہاشم نے یہ شرط منظور کی۔ حضرت ہاشم نہایت شریف معزز، ممتاز تھے خانہ کعبہ کی معزز خدمات جو ان کے سپرد تھیں انہوں نے نہایت قابلیت سے

انجام دیں۔ آپ نے اپنے اثر و رسوخ سے عرب کی تجارت کو فروغ دیا۔ قیصر و روم سے خط و کتابت کر کے کچھ خاص حقوق عرب تاجروں کے لیے حاصل کئے انہوں نے عرب جیسے بنجر ملک میں قلّت غذا کی گتھیوں کو اپنے ناخنِ تدبیر سے سلجھا دیا تھا۔ ہاشم کا لقب اس لئے مشہور ہوا کہ انہوں نے ایک دفعہ قحط کے زمانے میں روٹیاں شوربے میں چور کر کے لوگوں کو کھلائیں عربی میں "ہشم" چور نے کو کہتے ہیں۔ سلمہ سے عقد کرنے کے بعد وہ تجارتی مہم کے لئے شام روانہ ہوئے، تجارتی شہر غزّہ میں جو عسقلان سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے آپ نے وفات پائی حضرت ہاشم کا انتقال ۵۱۰ء میں ہوا۔

ہاشم ان کا لقب ہے لیکن اصل نام عمر الاشرف یا عمر الاعلیٰ تھا۔

۱۸۔ عبد المطلب:۔ حضرت عبد المطلب کا نام ان کی والدہ نے عامر رکھا تھا ان کی ولادت کے وقت سے ہی ان کے سر کے بال سفید تھے اس لئے شیبہ کے لفظ سے مشہور ہو گئے۔ چونکہ اخلاق حسنہ اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے انہیں لوگ شیبۃ الحمد کہنے لگے۔ کچھ عرصہ مدینہ میں بسر کرنے کے بعد جب ان کے چچا مطّلب ان کو مکّہ معظمہ میں لائے لوگ ان کو ان کا غلام سمجھ کر عبد المطلب کہنے لگے عبد المطلب حضرت ہاشم کے فرزند نہایت بلند مرتبہ انسان تھے وہ عرب میں سیّد البطحاء کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت عبد المطلب نے ۵۹ سال تک مکّہ معظمہ پر حکومت کی صاحبِ اعجاز و کرامات تھے حفر زمزم دعائے استسقاء اور ابرہہ کا واقعہ ان کے اعجاز و کرامات سے چند امور ہیں ان کا خدا پر اعتماد، توکل اور اللہ پر بھروسہ۔ ۵۷۰ء میں واقعہ اصحابِ فیل سے ظاہر ہے۔ ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا حضرت عبد المطلب کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ فیل کو تباہ و برباد کر دیا۔ ۵۷۰ء کا سال عربی روایات میں اسی لئے عام الفیل کہلاتا ہے۔ حضرت عبد المطلب کے دس بیٹے تھے۔ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابو طالب ایک ماں کے بطن سے تھے۔ ایک بیٹا ابو لہب تھا جو اسلام کی تحریک امن کا سخت مخالف تھا۔ اس کی شادی بنی امیہ میں ہوئی تھی۔ سسرال کے اثرات اس کی طبیعت میں گھر کر گئے تھے۔

www.khwajalateefansari.com

۱۹۔ حضرت ابوطالب :۔ حضرت عبداللہ تو حضرت عبدالمطلب کی زندگی میں انتقال فرما چکے تھے۔ اس لئے حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد اُن کے تمام اختیارات حضرت ابوطالب عمران کو حاصل ہوئے عمران نام تھا۔ اور ابوطالب کنیت تھی جو نام سے زیادہ مشہور ہے۔ حضرت ابوطالب شیخ البطحاء اور سید القریش کے لقب سے مشہور ہیں۔

وہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ورثہ کے وارث تھے اور ان امانتوں کے بھی حامل تھے جو حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی متروکہ تھیں۔ ان امانتوں میں سے سب سے بڑی امانت جو اُن کی حفاظت میں آئی وہ دُرِّ یتیم عبداللہ سرکار رسالت حضرت محمد مصطفٰے کی ذات تھی اور وہ قدرت کے مقاصد جو اس ذات سے وابستہ تھے ان سب کی حفاظت حضرت ابوطالب سے متعلق تھی۔

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۹

آل ابراہیمؑ و ذریت ابراہیمؑ اور آل محمدؐ و آل عمرانؑ کی خصوصیات

آیہ مبارکہ انّ اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العٰلمین ذریّۃ بعضھا من بعض و اللہ سمیع علیم ۔ (آلِ عمران آیت ۳۲ پارہ ۳ رکوع ۱۲)

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے انتخاب اور چناؤ کا ذکر ہے۔ یہ انسانی انتخاب نہیں اسے انگریزی میں یوں سمجھیے۔ یہ SELECTION ہے اور یہ ELECTION نہیں SELECTION اوصاف اور صفات کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے اور ELECTION تعداد کے لحاظ سے جیسا کہ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے چناؤ کا ذکر لفظ اصطفیٰ سے کیا ہے۔ عربی زبان میں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی ثلاثی مجرد فعل کو ثلاثی مزید فیہ بناتے ہیں تو اس ثلاثی مزید فیہ میں ثلاثی مجرد کا معنی ضمن ہے کہ وہ لفظ اخذ کیا گیا ہے موجود رہتا ہے اصطفاء کا لفظ ثلاثی مجرد صفو سے بنایا گیا ہے جس کے معنی پاکیزگی اور طہارت کے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرزِ اصطفاء اور طریقہ انتخاب معلوم ہو گیا کہ جب وہ کسی کو چنا کرتا ہے تو اس کا چنا ہوا پاکیزہ اور مصفیٰ اور طاہر ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے چناؤ کے لئے صرف چار لفظ اختیار فرمائے ہیں۔

اصطفاء ۔ ارتضاء ۔ اجتباء اور اختیار ۔ پانچواں لفظ اس کے انتخاب کے لئے قرآن مجید میں موجود نہیں ہے ۔ اصطفیٰ سے اسم مفعول مصطفیٰ ہے ارتضیٰ سے مرتضیٰ اور اجتباء سے مجتبیٰ اور اختیار سے مختار ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا چنا ہوا مصطفیٰ ہوتا ہے جیسے محمدؐ مصطفیٰ یا اس کا چنا ہوا مرتضیٰ ہوتا ہے جیسے علیؑ مرتضیٰ اور اس کا چنا ہوا مجتبیٰ ہوتا ہے جیسے حسنؑ مجتبیٰ اور اس کا چنا ہوا مختار ہوتا ہے جیسے احمدؐ مختار ۔

یہ الفاظ حق تعالیٰ نے اسی خاندان عصمت و طہارت کے لئے مخصوص کر دیئے ہیں اگرچہ اس خاندان کے بعض دیگر مخصوص القابات امتیوں اور غیر معصوم لوگوں نے اختیار کر لئے کبھی لفظ صدیقؑ اختیار کیا گیا اور کبھی لفظ فاروقؑ مگر یہ خدائے قہار کی قدرت قاہرہ تھی کہ امت میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے چناؤ کے الفاظ کو اختیار نہ کر سکا اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ میں جسے ہم نے عنوان قرار دیا ہے اپنے اختیار اور چناؤ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے ۔ ہم نے آدم اور نوح کو اور آل ابراہیم اور آل عمران کو پاکیزگی کے لحاظ سے چنا ۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آدم اور نوح کے چناؤ کا ذکر کیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جنہیں پاکیزگی میں چنا کرتا ہے وہ انبیاء و مرسلین ہوتے ہیں ۔

آیہ مذکورہ سے منجانب اللہ دو شخصوں کے اصطفاء کا اعلان پایا جاتا ہے ۔ وہ دونوں شخص حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت نوح نجی اللہ علی نبینا و آلہٖ و علیہما السلام ہیں اصطفاء کے لغوی معنی برگزیدہ کر لینا چھانٹ لینا اور اصطلاحی طور پر چند معانی معلوم ہوتے ہیں ۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ خصوصیت خاصہ کے باعث تمام نوع پر فضیلت دینا مقصود ہو ۔ جو بات جناب رسول خدا کو حاصل تھی کہ آپؐ تمام نوع بشر میں ایسی خصوصیت و فضیلت خاص رکھتے ہیں کہ اصطفاء کا لفظ کسی نبی یا رسول کے نام کا جزو نہیں بنا ۔ آج تک کسی مسلمان نے نہ سنا ہوگا ۔ کہ آدم مصطفیٰ کہا جائے یا نوح مصطفیٰ یا ابراہیم مصطفیٰ یا موسیٰ مصطفیٰ یا عیسیٰ مصطفیٰ کہا جائے مگر محمدؐ مصطفیٰ اس کثرت اور تواتر سے کہا جاتا ہے کہ خالی محمدؐ کہنے والا شاید ہزاروں میں

www.khwajalatefansari.com

کوئی ایک مسلمان ہو۔

دوسرے اصطلاحی معنی اصطفآء کے یہ ہو سکتے ہیں کہ خاص زمانہ اور خاص گروہ کی ہدایت کے لئے برگزیدہ کرنا اور کسی خاص واقعہ ہدایت کا اس سے متعلق ہونا کسی خاص زمانے تک اس کا عمل درآمد رہنا جیسا کہ اس آیت سے بھی پایا جاتا ہے۔

اصطفآء آدم کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام جیسا کہ اوّل بشر تھے ویسے ہی اوّل نبی اوّل رسول اوّل خلیفہ اور اوّل صاحب شریعت بھی تھے۔ جن کی شریعت پر نوح علیہ السلام کے مبعوث ہونے پر پورا پورا عمل درآمد رہا۔ اصطفآء نوح کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوح نے سوائے نوح اور تابعینِ نوح کے سب کو صاف کر دیا اور بعد طوفان نوح، اولاد نوح کے سوا جتنے بھی صاحبانِ ایمان تھے وہ سب لاولد فوت ہو گئے اور تمام عالم کی موجودہ آبادی حضرت نوح کی نسل سے ہے جن کو اس سبب سے آدم ثانی کہنا زیبا ہے۔ بعثت نوح سے لیکر بعثت ابراہیم تک نوح کی شریعت پر ہی عمل درآمد رہا۔ بڑا واقعہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد ہی باقی رہی۔ اور نوح علیہ السلام کی ہی شریعت جاری وساری رہی۔ تیسرے نمبر پر چاہیئے تو یہ تھا کہ اس آیت میں حضرت ابراہیم کے اصطفآء کا ذکر ہوتا اگرچہ دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم کے اصطفآء کا ذکر بھی موجود ہے مگر اس میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصطفآء کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ ولقد اصطفینٰہُ فی الدنیا وانّہٗ فی الاخرۃ لمن الصّٰلحین۔ (سورہ البقرہ آیت ۱۳۰ پارہ ۱ رکوع ۱۶)

مگر اس آیت میں اصطفآء ابراہیم علیہ السلام کا جو اعلان کیا جانا تھا نہ کیا گیا بلکہ آل ابراہیم علیہ السلام کے اصطفآء کا ذکر کیا گیا۔

دو نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے طرز بیان بدلا۔ پہلے افراد کا ذکر کر رہا تھا جس میں دو نبیوں کا ذکر ہے۔ اور افراد کے بعد جب گروہوں کا ذکر شروع ہوا تو پاکیزگی کے لحاظ سے صرف

www.khwajalateefansari.com

دو گروہوں کا انتخاب فرمایا آل ابراہیم اور آل عمران اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو پاکیزگی کے لحاظ سے چنا کرتا ہے وہ انبیاء ہوتے ہیں یا انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کی آل ہوتی ہے۔

پہلے آل ابراہیم کا ذکر ہے جس میں دونوں سلسلے مراد ہیں سلسلۂ بنی اسرائیل اور سلسلہ بنی اسمٰعیل۔

آل ابراہیم پر خدا نے جو انعامات فرمائے ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح سے ہے۔

وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب وآتیناہ اجرہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین (آیت ۲۷ پارہ ۲۰ رکوع ۱۵ سورہ عنکبوت)

ہم نے ان کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھی اور ان کو دنیا میں اجر دیا اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دونوں امانتیں نبوت اور کتاب انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں یعنی خاندانِ عصمت و طہارت میں ودیعت رکھی جاتی ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ بھی کہیں گے کہ نبوت کے ساتھ امامت کے لئے بھی خاندانِ عصمت و طہارت شرط لگی ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظلمین (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ پارہ ۱ رکوع ۱۴)

جب ابراہیم کے رب نے چند کلمات سے ان کا امتحان لیا جس میں وہ پورے اُترے تو اللہ نے فرمایا میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ میری ذریت سے بھی امام بنائے گا۔ ارشاد ہوا کہ یہ میرا عہدہ ظالموں کو نہیں ملے گا۔

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خالقِ عالم نے حضرت ابراہیم کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد بنایا پھر نبی بنایا پھر رسول بنایا پھر خلیل کا درجہ عطا فرمایا جب سب مدارج طے ہو گئے تب ارشاد فرمایا انی جاعلک للناس اماماً۔ میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں اس وقت حضرت ابراہیم کی نظر میں امامت کی جو عظمت تھی اس کی وجہ سے آپ نے اپنی اولاد کے لئے بھی سوال کیا عرض کیا میری ذریت سے بھی یعنی میری اولاد میں

www.khwajalateefansari.com

سے بھی کسی کو یہ درجہ ملے گا۔ خدا نے فرمایا لا ینال عہدی الظالمین یہ میرا معاہدہ ظالموں سے نہیں ہے۔ چونکہ ہر گناہ نافرمانی ہے اور ہر نافرمانی ظلم ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے پس معلوم ہوا کہ جو مشرک رہ چکا ہو اس کو یہ عہدہ نہیں مل سکتا۔ اس کے بعد خالق عالم نے آل ابراہیم پر اپنے انعام کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکاً عظیماً

(سورہ النساء آیت نمبر ۵ پارہ ۵ رکوع ۵)

کیا لوگ اس پر جو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اُن کو عطا فرمایا حسد کرتے ہیں آل ابراہیم کو ہم نے کتاب اور حکمت عطا کی اور ان کو ایک عظیم ملک عطا کیا۔ کافی اور تفسیر عیاشی اور بہت سی کتب معتبرہ میں آئمہ معصومینؑ سے منقول ہے۔ کہ وہ حسد کئے گئے آل ابراہیم ہیں سے ہم ہیں یعنی لوگوں نے ہمارے ساتھ حسد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنا فضل عطا کیا۔ یعنی امامت دی بعض لوگ آل محمدؐ کے متعلق حکمت سے انکار کرتے ہیں حالانکہ ہم ہی صاحبانِ حکمت ہیں اور ملک عظیم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت کو سب پر اسی طرح فرض کیا جس طرح اس نے اپنی اطاعت فرض کی ہے۔ ملک عظیم سے وہ حکومت ہے جو حضرت حجۃ القائم کو اللہ نے عطا فرمائی ہے اور اُن کا ظہور جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے آخری زمانہ میں ہوگا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

ولکلّ اناس دولۃ یرقبون لھا　　ودولتنا فی آخر الدھر یظھر

ہر قوم کے لئے ایک زمانہ حکومت ہے جس کی وہ امید رکھتے ہیں اور ہماری حکومت آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ اصطفاء میں اپنے انتخاب اور چناؤ کا ذکر کیا ہے جس میں آل ابراہیم کے بعد آل عمران کا ذکر ہے۔ ذکر اس طرح ہے کہ ہم نے ابراہیم اور عمران دونوں کی آل کو پاکیزگی کے لحاظ سے چنا۔ اسلام کی تاریخ میں عمران تین ہوئے ہیں۔

۱۔ عمران بن یصہر بن فاہث بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام اس عمران کے بیٹے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام تھے۔

۲۔ عمران بن ماثان جو یہود بن یعقوب علیہ السلام کی ستائیسویں پشت میں تھے جن کی بیٹی حضرت مریم اور جن کے نواسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۳۔ حضرت محمد مصطفےٰ کے عم محترم اور حضرت علی مرتضیٰ کے والد ماجد جن کی کنیت ابو طالب اُن کے نام عمران سے زیادہ مشہور ہے۔

اللہ اللہ اس انتخاب میں کس قدر جامعیت ہے اور مختصر آیت میں شانِ اعجاز موجود ہے یہ اعجاز اپنے دامن میں شانِ ایجاز لئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چناؤ میں جس میں آلِ ابراہیم آتی ہے اس میں آل ابراہیم کی جلالتِ شان اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ اس میں خلاصہ موجودات سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔

اور آل ابراہیم کے بعد آلِ عمران کا ذکر ہے۔ یہاں آلِ عمران سے مراد حضرت ابوطالب کی اولاد ہیں۔ چونکہ آیہ مبارکہ میں جو ذکر ہے اُس میں ترتیب موجود ہے حضرت آدم کا ذکر حضرت نوح سے پہلے ہے اور حضرت نوح کا ذکر اس کے بعد۔

اس کے بعد آل ابراہیم کا ذکر ہے جس میں ذات قدسی صفات حضرت محمد مصطفےٰ اروا حنا لہ الفداہ شامل ہیں۔ اس لئے آلِ عمران وہ افراد ہوں گے جن کی عصمت وطہارت مسلّم ہے اور وہ سرکار رسالت کے بعد ہوئے ہیں آلِ عمران میں آل کا لفظ حضرت ابوطالب عمران سے منسوب اور ان کی طرف مضاف ہے کیا کہنا اس پاکیزہ انسان کا جس کی آل واولاد اصطفا کے پاک مقام پر فائز اور سربلند ہو اس آیہ مبارکہ میں جو اہمیت لفظ آلِ عمران کو حاصل ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ کو لفظ آلِ عمران سے معنون (DIDICATED) کر دیا ہے لفظ آلِ عمران کی وجہ سے اس سورہ کا نام سورہ آلِ عمران رکھا ہے۔

مزید توضیح کے لئے بطور اضافہ لکھ رہے ہیں کہ آیہ مذکورہ سے من جانب اللہ دو فردوں

کا اصطفاء پایا جاتا ہے اور دو گروہوں کا اصطفاء۔ دونوں فرد حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت نوح نجی اللہ علی نبینا و آلہ وعلیہما السلام ہیں اور دو گروہ آل ابراہیم اور آل عمران ہیں۔ کتب سماویہ اور کتب سیر، تواریخ و احادیث کا تفحص کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ نبوت و امامت تمہاری نسل میں محدود رہے گی۔ یہ مطلب موجودہ محرّفہ اور مترجمہ توریت مقدس میں بھی موجود ہے اور قرآن مجید میں بھی ہے۔ یہ ذکر جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

آیہ مبارکہ ام یحسدون الناس الخ میں موجود ہے۔ اور پھر اسی وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ (سورہ الانعام آیت ۸۹/۹۰ پارہ ۷ رکوع ۱۶)

وہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی پھر اگر وہ کفار ان چیزوں کا انکار کریں تو کچھ پرواہ نہیں کیونکہ ہم نے تو یہ ان لوگوں کے سپرد کئے ہیں جو ان کے منکر نہیں اور وہی تو ہیں جن کو اللہ نے راستہ دکھایا پس اے رسول تم ان کی راہ پر چلو کہہ دو کہ میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا مگر یہ تو عالمین کے لئے ذکر ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورہ الجاثیہ آیت ۱۶ پارہ ۲۵ رکوع ۱۸)

ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت عطا کی ہے اور ہم نے ان کو پاک چیزوں سے رزق دیا اور انہیں تمام عالمین پر فضیلت دی۔

اب موسیٰ علیہ السلام ہوں تو اور عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو اوّل الذکر عمران کے بیٹے ہیں اور

آخر الذکر عمران ثانی کے ظاہراً نواسے ہیں اور حکماً بیٹے ہیں اگر ان کے اصطفآء کا اعلان ویسے ہی خصوصیت خاصہ اور فضیلت خاصہ کے باعث ہوتا جیسا کہ جناب رسولِ خداؐ کا ہوا تو یہ بھی موسیٰ مصطفےٰ اور عیسیٰ مصطفےٰ کے ناموں سے موسوم ہوتے مگر نہیں تو اس سے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آل ابراہیم میں سے حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کی نسل میں جتنے نبی گذرے ہیں سب کے اصطفآء کا اعلان عام ہے اسی لئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کے ترتیب دینے والوں نے وہ آیات جن میں حضرت مریم صلوٰۃ اللہ علیہا کی ولادت، اور کفالت اور تربیت کی کیفیتیں درج ہیں سب اس سورہ میں لاکر جمع کر دی ہیں تاکہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ آل عمران سے مراد عمران بن ماثان کے بیٹے وغیرہ ہیں لیکن جسے خدا نے نور ایمان عطا کیا ہو اُسے صاف نظر آئے گا کہ آل ابراہیم کے اصطفآء کا جب اعلان عام ہو گیا تو آل عمران سے موسیٰ اور عیسیٰ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ تا وقتیکہ کوئی خصوصیت خاصہ ان کی نہ دکھائی جائے اور وہ خصوصیت خاصہ اور فضیلت خاصہ جناب محمدؐ مصطفےٰ کی ان دونوں نبیوں سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ آل ابراہیم کے اصطفآء کا عام اعلان کر کے موسیٰ یا عیسیٰ کے اصطفآء کا خصوصیت کے ساتھ اعلان کرے اور جناب محمدؐ مصطفےٰ کے اصطفآء کا اعلان چھوڑ دے لہذا وہ دونوں عمران یہاں مراد نہیں ہو سکتے بلکہ یہ کوئی تیسرے عمران ہیں جن کا پتہ اہل اسلام کی کتب دیکھنے سے یہ لگا کہ وہ عمران جناب رسالتمآبؐ کے بڑے چچا ہیں جن کی کنیت ابو طالب تھی اور جن کا نام عمران تھا اس مضمون کے سمجھ لینے سے عمران کے معنی صاف ہو گئے اور تفسیر قمی میں جو لفظ آل محمدؐ لکھا تھا اس کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آل محمدؐ کے الفاظ قرآن کے متن کے الفاظ نہیں بلکہ تفسیری الفاظ ہیں۔ کیونکہ حضرت ابو طالب کی اولاد میں اصطفآء کے لائق جناب امیر المومنین علی علیہ السلام اور حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو اولاد علی علیہ السلام سے ہیں اور یہی اولادِ سیدہ فاطمہؑ ہونے کے لحاظ سے ننہال کے رشتے سے آلِ محمدؐ ہیں اور اولاد ابو طالب یعنی دادیہال کے رشتے سے آل عمران ہیں اور ان کی خصوصیت خاصہ اور فضیلت خاصہ ظاہر و باہر

www.khwajatalafansari.com

ہے تاہم معترضین کی تشفی کے لیئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ وہ اہم واقعہ کیا تھا کہ باوجود آل ابراہیم کے اصطفاء کے عام اعلان ہو جانے کے اُن کے خاص اصطفاء کا اعلان کرایا وہ اہم واقعہ جناب محمد مصطفےٰ پر نبوت کا ختم ہونا ہے اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ مخلوق خدا نبوت کے ختم ہو جانے سے اس دھوکے میں نہ پڑے کہ ختم نبوت کے بعد ہدایت بھی ختم ہو گئی ۔ اور اب کوئی ہادی باقی نہیں ہے بلکہ نبی آخر الزمان کے ذریعے سے پروردگار عالم نے ہدایت کو مکمل فرما دیا اور اپنی رضامندی کا ایسا جامع اور مانع قانون بھیج دیا جس میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں لیکن اُمت کا ہر کس و ناکس اس کی تفسیر و تشریح کبھی نہیں سمجھ سکتا جب تک نبی آخر الزمان کے مقرر کیئے ہوئے مفسر سے حاصل نہ کرے لہٰذا وہ ہادی جس کو کتاب خدا کی تفسیر سپرد کی گئی اور تمام اُمت کو اُن سے تفسیر حاصل کرنے کا اور ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا وہ آل عمران یا آل محمدؐ ہیں ۔ جو کتاب خدا کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں کہ حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے ۔ اس کی مزید توضیح کے لیئے ہماری اس کتاب کا باب " قرآن حکیم اس کی تفسیر اور مفسرین کے بارے میں پڑھیں "

اس مقام پر ہم لفظِ آل کی توضیح ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ مغالطہ پیدا کرنے کے لیئے لفظِ آل کو اُس کے صحیح معنوں سے ہٹا کر غلط معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آل کے معنی پیرو کے ہیں اس لیئے لفظ آل میں ساری اُمت شامل ہے ۔

لفظ آل جیسا کہ مشہور عالم لغت راغب اصفہانی نے لکھا ہے ۔ کہ لفظ آل اہل سے مشتق ہے اہل کی ہ کو جب ہمزہ سے بدلا گیا تو توالی ہمزتین کی وجہ سے یہ لفظ آل ہو گیا لفظ آل اور اہل دو ہم معنی اور مترادف الفاظ سمجھے جاتے ہیں اُن میں فرق یہ ہے کہ لفظ آل کسی شخص کے اہل کے مخصوص افراد کے لیئے استعمال ہوتا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے کثیر الافراد فرقہ میں سے جماعت صحابہ کرام کو مخصوص سمجھا جاتا ہے ۔ اصحاب صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ کو امتیاز دیا جاتا ہے اور عشرہ مبشرہ میں خلفائے راشدین تمام مخصوص ہیں اور ان خلفاء میں سے حضرت ابو بکر بھی موجود ہیں اور سورہ برأت کا اہم واقعہ بتلا رہا ہے کہ جب حضرت ابو بکر ان مخصوص افراد میں سے

www.khwajalateefansari.com

نہیں ہیں۔ تو وہ آل میں کس طرح شامل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر آل میں شامل نہیں ہیں تو پھر ساری اُمت کس طرح آل میں شامل ہو سکتی ہے۔

تحریم صدقہ بھی اس امر کی شاہد و صادق دلیل ہے۔ کہ آل آل ہے اور اصحاب اصحاب ہیں چنانچہ صحیح مسلم اور دوسری کتب احادیث میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا انّما الصّدقة لا تحلّ علی محمدٍ و آل محمدٍ سوائے اس کے نہیں کہ صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ پر حلال نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ آل وہ ہے جس پر صدقہ اسی طرح حرام ہو جس طرح ذات قدسی صفات جناب محمد مصطفیٰؐ پر حرام ہے۔ کتب احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام پر صدقہ حرام نہیں تھا چنانچہ ان کتب میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص کوئی چیز خدمت سرکار رسالت میں لا کر پیش کرتا تو حضور پوچھتے کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو صدقہ ہے یا نذر اگر وہ کہتا نذر ہے تو اسے حضور بھی تناول فرماتے اور صحابہ کرام کو بھی دعوت دیتے کہ تم بھی کھاؤ اگر وہ یہ کہتا کہ یہ صدقہ ہے تو حضور اس سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتے اور صحابہ سے فرماتے کہ تم کھاؤ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب صدقہ صحابہ کے لئے حلال تھا تو وہ لوگ آل محمدؐ میں شامل نہیں تھے۔

ایک واقعہ ہے کہ صدقے کی کچھ کھجوریں کسی شخص نے لا کر خدمت سرکار رسالت میں پیش کیں۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کا بچپن کا زمانہ تھا آپ نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی اس پر رسول اللہ نے فرمایا بیٹا تھوک دو کیا تم نہیں جانتے صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے یعنی تم جانتے ہو کہ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے۔ ایسا صرف اس لئے کیا تھا تاکہ حاضرین امت پر واضح ہو جائے کہ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے اس لئے ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں رقم طراز ہیں کہ حسنؑ کا یہ حال تھا کہ وہ ماں کی گود میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے آل محمدؐ پر صدقے کی حرمت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے اور اللہ تعالیٰ آل محمدؐ کو لوگوں کے ہاتھوں کی میل سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ خاندان عصمت وطہارت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنی پاکیزگی اور طہارت کی وجہ سے لوگوں کے ہاتھوں کی میل سے محفوظ رہیں، صدقہ جس طرح آل معصومہ پر حرام ہے اسی طرح رسول اللہ کی غیر معصوم اولاد یعنی سادات پر بھی حرام ہے چنانچہ تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد آل غیر معصومہ پر صدقہ واجبہ حرام ہے اور ہر سید پر آج بھی صدقہ واجبہ حرام ہے۔

نماز میں نماز کا تمتہ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود ہے اور دنیا کے تمام اسلامی فرقے جو نماز میں درود پڑھتے ہیں اور کتب احادیث میں موجود ہے وہ ہے اللّٰھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمدٍ کما صلّیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید اس میں صحابہ کا ذکر نہیں لیکن نماز کے علاوہ جب مسلمان درود پڑھتے ہیں تو حضورؐ کے نام کے بعد کہتے ہیں۔ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وعلیٰ اصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا درود اور ہے نماز کے درود میں صحابہ شامل نہیں اور ازواج بھی شامل نہیں لیکن نماز کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس میں صحابہ اور ازواج کو لفظ آل کے بعد شامل کر لیا گیا ہے تو اگر صحابہ اور ازواج پیرو ہونے کے لحاظ سے آل ہوتے تو اصحابہٖ و ازواجہٖ جدا کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

درود جو نماز کے علاوہ پڑھا جاتا ہے اس میں رسول اللہؐ کے بعد بلافصل آل کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد اصحاب اور ازواج کا ذکر ہے اس سے ثابت ہوا کہ آل بلافصل سرکار محمد مصطفےٰؐ سے وابستہ ہے۔ اس لئے اس ترتیب کے لحاظ سے وہ مقدم ہیں اور اصحاب وازواج سے افضل ہیں۔ چونکہ آل کا ذکر نماز میں ہے اسی لئے امام شافعی نے کہا ہے۔ ع

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصلّ علیکم لا صلوٰۃ لہ

یعنی اے آل محمدؐ آپ کی عظمت شان کے لئے تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ آپ اس شان کے مالک ہیں کہ جو آپ پر درود نہ بھیجے تو اس کی نماز ہی قابل قبول نہیں۔

سرکار رسالتمآب کی حدیث ہے کہ الصلوٰۃ عمود الاسلام ان قبلت قبل ماسواھا و ان ردت ردّ ماسواھا۔

نماز اسلام کا ستون ہے اگر یہ قبول ہو جائے تو دوسرے اعمال بھی قبول ہو جاتے ہیں اگر یہ ردّ ہو جائے تو دوسرے اعمال بھی رد ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تمام اعمال کی قبولیت کا انحصار نماز پر ہے اور شافعی شعر سے ثابت ہوا کہ نماز کی قبولیت کا انحصار درود پر ہے یعنی اگر نماز میں درود نہ پڑھا جائے تو نہ تکبیر تکبیر رہتی ہے نہ قیام قیام نہ رکوع رکوع نہ سجدہ سجدہ نہ قعود قعود نہ تلاوت اور دوسرے اذکار رہتے ہیں۔

دیو بند کے مکتب خیال کے ایک رکن شاہ اسمٰعیل کے خیال میں نماز میں غیر اللہ کا خیال نماز کو باطل کر دیتا ہے لیکن محمد و آل محمد علیہم السلام کا ذکر جزو نماز ہے اس لئے ان کا خیال جزو نماز ہے اور نماز کو باطل کرنے کی بجائے بقول امام شافعی نماز کو نماز بناتا ہے اس لئے جن کا ذکر نماز کو باطل کرتا ہو ان کا ذکر جزو نماز نہیں بنایا گیا۔ لفظ آل کے متعلق ایک بہت بڑا اشکال آلِ فرعون کے الفاظ سے پیدا کیا گیا ہے کہ آل فرعون کے معنی فرعون کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اس لئے آل کے معنی پیرو کے ہوئے اس کا جواب قرآن حکیم میں موجود ہے۔

قال رجل مؤمنٌ من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ وجاءکم بالبینات من ربکم (سورۃ المومن آیت ۲۸ پارہ ۲۴ رکوع ۹)

اللہ تعالیٰ ایک ایسے مومن کا ذکر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآنی سورۃ کو اسی کے نام سے معنون کر دیا ہے ایک مومن نے جو آل فرعون سے تھا اور ایمان کو چھپاتا تھا کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرو گے جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور اپنے رب کی طرف سے وہ تمہارے پاس آیات بینات لایا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو مومن

تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیرو تھا۔ اور آلِ فرعون سے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرعون کے اعزہ واقرباء سے تھا فرعون کی قوم سے تھا اور فرعون کا متبع اور پیرو نہیں تھا اسی طرح آل محمدؐ کے یہ معنی ہوں گے کہ محمدؐ مصطفےٰ کے مخصوص اقرباء ہوں نہ کہ محمدؐ مصطفےٰ کے پیرو اور ان کی اُمت واصحاب ہوں۔

فتدبّر ولا تکن من الجاحدین۔

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۱

عصمت

العصمۃ ۔ بچاؤ، حفاظت ۔ گناہوں سے بچنے کا ملکہ (اردو ترجمہ المنجد صفحہ ۸۱۰)
عصمت ۔ عصمۃ اللہ للعبد منعہ من المعصیۃ و عصمۃ اللہ من المکروہ من باب ضرب حفظہ، وقاہ (مجمع البحرین تالیف علامہ فخر الدین الطریحی النجفی صفحہ ۴۸۱)
بندے کے لئے اللہ کی طرف سے عصمت اُس کا گناہوں سے بچاؤ اور محفوظ رہنا ہے ۔ اور امور مکروہ سے بھی اس کی صیانت اور حفاظت ہے ۔

عصمت کا عقیدہ فرقۂ حقہ ناجیہ کے امتیازات اور خصوصیات سے ہے وہ انبیاء و رسل اور آئمہ و اوصیاء کو معصوم سمجھتے ہیں ۔ انبیاء و رسل آئمہ و خلفاء الٰہیہ ۔ اوصیاء کرام اصلاب و ارحام میں بھی معصوم ہوتے ہیں ۔

عصمت کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک عصمت کبریٰ یعنی انبیاء و رسل علیہم السلام و آئمہ اہل بیت اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کی عصمت ، عصمتِ کبریٰ ہے ۔

عصمتِ صغریٰ ۔ انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے اوصیاء کی عصمت اور چند ایک عظیم الشان انسانوں کی عصمت ، عصمتِ صغریٰ کہلاتی ہے ۔ جیسا کہ حضرت زینب طاہرہ کی زیارت میں پڑھا جاتا ہے السلام علیکِ یا عصمۃ الصغریٰ ۔ عصمت صغریٰ کا مقام تحت عصمت کبریٰ ہے اور فوق درجۂ عدالت ہے ۔

صاحبانِ عصمت کبریٰ کے متعلق یہ دو فقرے ان کے ہاں مایہ ناز ہیں ۔ البنی نبی ولو کان اجنبیاً"

یہ جملہ زبان زدِ عام ہے کہ نبی نبی ہوتا ہے اگرچہ وہ بچہ ہو نیز امام کے متعلق ان کا یہ نعرہ ہے کہ الامام امامٌ و لو کان فی بطون امہٖ کہ امام امام ہوتا ہے اگرچہ وہ ماں کے پیٹ میں ہو شیعہ حضرات معصومین علیہم السلام کی عصمت مطلقہ کے قائل ہیں۔ سُنی حضرات حضرات انبیاء اور رسل علیہم السلام کو جیسا بھی معصوم جانتے ہیں اس کی توضیح ہم آئندہ کریں گے کہ ان کے ہاں عصمت کی حقیقت کیا ہے ہاں وہ صحابہ کرام کی عصمت کے قائل نہیں ہیں ان کے اس عقیدے پر تمام اسلامی فرقوں کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام معصوم نہیں تھے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی مشہور تالیف تحفہ اثنا عشریہ میں جو اس نے فرقہ حقہ اثنا عشریہ کی تردید میں لکھی ہے اس میں صحابہ کی عدم عصمت کے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں۔

نزد اہل سنت عصمت خاصۂ انبیاء است صحابہ را معصوم نمیدانند لہذا حضرت امیر و شیخین بعض صحابہ را حد زدہ اند۔ جناب پیغمبر مسطح را کہ اہل بدر بود و حسان بن ثابت را از بہر حد قذف گرفتہ اند و کعب بن مالک را و مرارہ بن ربیع و ہلال بن امیہ را کہ ہر دو کس از ایشاں حاضر غزوۂ بدر بودند در سزائے تخلف از غزوہ تبوک تا پنجاہ روز مطرود و مغضوب داشتند و ماعز اسلمی را رجم فرمودہ و لبیار را حد شراب فرمودہ اند (بجواب طعن پنجم از مطاعن حضرت ثالث)

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک عصمت انبیاء کا خاصہ ہے یہ صحابہ کو معصوم نہیں جانتے اس لئے حضرت امیرؑ نے اور حضرات شیخین نے بعض صحابہ پر حد جاری کی ہے خود جناب پیغمبرؐ نے مسطح کہ جو اہل بدر میں سے تھے اور حسان بن ثابت کو حد قذف میں پکڑا ہے (یعنی زنا کی تہمت لگانے پر گرفتار کیا ہے) اسی طرح کعب بن مالک مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ جن میں دو حاضرین غزوہ بدر بھی تھے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کے جرم میں بارگاہ نبوت سے نکال دیئے گئے اور سزاوار غضب ہوئے ماعز اسلمی کو رجم کیا اور بہتوں کو سزائیں دیں اور کئی صحابہ پر حد خمر جاری کی گئی (تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۴۹۹ تا ص ۵۰۰)

www.khwajalatefansari.com

جہاں تک صحابہ کرام کے غیر معصوم ہونے کا تعلق ہے تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں اور جہاں تک شاہ صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ عصمت انبیاء کی خصوصیت ہے تمام فرقے تو درکنار اس پر حضرات اہل سنت کا بھی اتفاق نہیں چنانچہ دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب للعلامۃ البارع المتکلم الاصولی النظار محمد الملقب بالمعین ابن محمد الملقب بالامین السندی المتوفی ۱۱۶۱ھ

یہ اہل سنت کی ایک مشہور کتاب ہے اس کتاب میں علامہ محمد معین ابن محمد امین سندھی ارشاد فرماتے ہیں ثبوت العصمۃ لغیر الانبیاء جائز و لم ینتھض دلیل من الشرع باستحالتھا من غیرھم

یعنی غیر انبیاء کے لئے عصمت کا اثبات جائز ہے ۔ عصمت غیر انبیاء کے محال ہونے پر کوئی دلیل شریعت سے استنباط نہیں ہوئی اس کے بعد وہ ابن عمران سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے سب سے آخر جو کلام فرمایا وہ یہ تھا اخلفونی فی اھلبیتی میرے اہلبیت کا اتباع کرو۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی شائبہ نہیں پھر لکھتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد کون ہیں ۔

وھم الائمۃ اثنا عشر من اھل بیت وسیدۃ نساء العالمین ولا شائبۃ فی کونھم معصومین ۔ یعنی وہ اہل بیت کے بارہ امام ہیں اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا ؑ ہیں اور ان کے معصوم ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہ اصول کہ عصمت خاصہ انبیاء ہے قرآن حکیم کے بھی منافی ہے آیہ مبارکہ لقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین

(سورہ السباء آیت ۲۰ پارہ ۲۲ رکوع ۸)

ابلیس نے جو ان پر گمان کیا تھا اسے سچ کر دکھایا سب نے اس کی پیروی کر لی مگر المومنین نے یعنی مومنوں کے ایک خاص گروہ نے نہیں کی وہ خاص گروہ المومنین وہ ہیں جن کی وضاحت صاحب دراسات اللبیب نے فرمائی ہے ۔

www.khwajataleefansari.com

حضرت مریم سلام اللہ علیہا نبی نہیں تھیں مگر اللہ نے ان کی عصمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ یا مریم ان اللہ اصطفٰکِ وطہّرکِ واصطفٰکِ علی نسآء العالمین۔ اے مریم اللہ نے تجھے پاکیزگی میں چنا اور پاک کیا۔ عصمت انبیاء کا خاصہ نہیں اس کے متعلق شیطان رجیم کہہ رہا ہے۔

لاغوینھم اجمعین الّا عبادک منھم المخلصین (سورہ الحجر آیت ۴۰ پارہ ۱۴ رکوع ۳)

میں اُن سب کو سوائے تیرے خالص بندوں کے بہکاوں گا۔ رب العزت نے اس کے پورے دعوے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اُسے تنبیہ کی کہ مخلصین کی شرط لگاتے کیا؟ یہ درست ہے بلکہ انّ عبادی لیس لکَ علیھم سلطان (الحجر آیت ۴۲ پارہ ۱۴ رکوع ۳)

تحقیق میرے جو بندے ہیں اُن پر تجھے تسلط نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبد کا لفظ قرآن مجید میں ایک لغوی معنی رکھتا ہے اور ایک اصطلاحی جب یہ لفظ اللہ کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی معصوم ہوتے ہیں جیسا کہ جناب مسیح بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے جواب میں فرمایا انّی عبد اللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً۔ میں معصوم بندہ ہوں (یعنی عالم اصلاب وارحام میں بھی معصوم ہوں اس لئے میری ماں پر کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں) اللہ نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے جب پہلی خلافت کے لئے بیعت طلب کی گئی جیسا کہ آپ کا فرمان کتب میں موجود ہے "مجھ سے بیعت طلب کرتے ہو انی عبد اللہ واخو رسول اللہ۔ میں اللہ کا معصوم بندہ ہوں اور رسول اللہ کا بھائی ہوں" اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ ہم تجھے عبد خدا تسلیم کرتے ہیں اور رسول کا بھائی نہیں۔ انہیں کیا علم کہ لفظ عبد اللہ میں وہ اپنی عصمت بیان کر رہے ہیں یعنی معصوم ہوں اور کسی غیر معصوم کو مجھ سے بیعت لینے کا حق نہیں اور رسول اللہ کا بھائی ہوں۔ اس لحاظ سے بھی میں تم سے بیعت لینے کا زیادہ مستحق ہوں۔

حضرات اہل سنن نے شرائط امامت میں سے عصمت کو الگ کر دیا ہے حالانکہ عقلاً اور نقلاً عصمت کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اور آیاتِ قرآنیہ کی رو سے عصمت شرطِ امامت ہے امامت کیلئے

www.khwajatateefansari.com

نفوس الانسانیہ کا تزکیہ کرنا اہم ہے۔ نفوس الانسانیہ کا تزکیہ وہ ہی کر سکے گا جو خود پاک و پاکیزہ ہو یعنی گناہوں سے ہر طرح پاک و پاکیزہ ہو لیکن اس رجحان عصمت کے فقدان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جھوٹ بھی بول سکے گا اور خود غرضی سے احکام خدا میں تبدیلی بھی کر سکے گا اور اجراء احکام میں سستی کا بھی مرتکب ہوگا۔ طمع اور لالچ میں احکام خدا کو کچھ سے کچھ بتا سکے گا اس سے بھول و چوک بھی ہو سکے گی اور یہ تمام باتیں احکام الٰہیہ اور شریعت مطہرہ کے لئے مضر ہیں۔ بھلا ایک عاقل مدبر انسان ایک غیر معصوم کی باتوں پر کس طرح اعتماد کر سکے گا یا اس کی باتوں پر اعتبار کس طرح کر سکے گا۔ جب کہ اس کو معلوم ہوگا کہ ہمارا پیشوا جھوٹ بھی بول سکتا ہے اور خود غرضی کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے اسے سہو و نسیان بھی عارض ہو سکتا ہے۔ جب اسے اس کی باتوں پر ہی اعتبار نہیں ہوگا۔ تو اس کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کیونکر کرے گا۔ نیز جب ہادی معصوم نہ ہوگا اور اُمت بھی غیر معصوم ہوگی تو ایسے پیشوا اور ہادی کی وقعت ہی لوگوں کے دلوں میں کیونکر پیدا ہوگی۔ جب اس کی عظمت و وقعت انسانی دلوں میں نہ ہوگی تو کوئی شخص اس کی باتوں کو قابل عمل اور واجب الامتثال کب سمجھے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرے ہادی کو مجھ پر کونسی فوقیت ہے جیسے میں خطا کار اور گنہگار ہوں ۔ ویسے ہی یہ بھی ہے اس صورت میں سرکار احدیت کا جو مقصد امام بنانے کا ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ پھر اس کا تقرر ہی فعل عبث ہوگا حالانکہ فعل عبث شان احدیت کے منافی ہے وہ حکیم مطلق ہے عبث کام اس کی ذات سے محال ہے لہٰذا ضروری ہے کہ امام عصمت کے رجحان طبعیہ کے ساتھ دنیا میں قدم رکھے۔ اور [illegible] ہو۔ اس لئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے منصب امامت کو طلب کیا تو ارشاد ہوا لا ینال عہدی الظلمین میرے اس عہد کو ظالم نہیں پا سکتے۔ قرآن مجید میں جن الفاظ میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ ویسے ہی کلام میں امامت کی عصمت کو بھی بیان کیا ہے۔ انبیاء کی عصمت کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔

(سورہ الانبیاء آیت ۲۷ پارہ ۱۷ رکوع ۲)

یہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے قابلِ تکریم معصوم بندے ہیں بات کہنے میں پہل نہیں کرتے اور اللہ کے امر سے ہی عمل کرتے ہیں۔ بالکل اسی انداز میں امامت کی عصمت بیان ہوئی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عٰبدین (سورہ الانبیاء آیت ۷۳ پارہ ۱۷ رکوع ۵)

ہم نے ان کو امام بنایا ہے وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں ہم نے نیک اعمال کی ان پر وحی کیا ہے۔ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کو اور وہ ہمارے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے جس طرح انبیاء علیہم السلام کے متعلق بیان ہوا ہے کہ وہ امر الٰہی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح آئمہ کے متعلق بھی وارد ہوا ہے کہ وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں ان پر ہم افعال نیک کی وحی کرتے ہیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہمارے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے پھر ایک دوسرے مقام پر بھی آئمہ کے متعلق ارشاد ہوا وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا (سورہ السجدہ آیت ۲۴ پارہ ۲۱ رکوع ۱۶)

ہم نے انہیں امام بنایا جب کہ انہوں نے صبر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صبر بھی شرائط امامت میں داخل ہے۔ امام وہ ہے جو شجاعت کے موقع پر مظاہرہ شجاعت کرے اور جہاں صبر درکار ہو وہاں صبر عظیم کا مظاہرہ کرے۔

عصمت کے متعلق اہم آیات میں سے آیہ تطہیر ہے جس میں امامتِ عظمیٰ اور ولایتِ مطلقہ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ پہ غور فرمایئے۔

انما:۔ آیہ تطہیر کا پہلا لفظ ہے مفید حصر ہے اللہ تعالیٰ اس میں شرفِ اہلبیتؑ کو بیان فرما رہا ہے اسی طرح جس طرح اس نے اپنے شرفِ توحید کو کلمہ انما سے بیان کیا ہے ارشاد ہوتا ہے انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد۔ (سورہ النساء آیت ۱۷۱ پارہ ۶ رکوع ۳)

www.khwajalateefansari.com

سوائے اس کے نہیں کہ اللہ واحد معبود ہے وہ پاک ہے اُس کا کوئی ولد یعنی بیٹا نہیں۔

یرید:۔ یرید بمعنی ارادہ یعنی اللہ نے ارادہ کیا ہے یہاں یہ فعل مضارع ماضی کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ بلکہ وہ قواعد نحویہ کی رُو سے جامع ازمنۂ ثلاثہ ہے یعنی اس کا اطلاق تینوں زمانوں پر ہوتا ہے جیسا کہ مشہور علم نحو کے ماہر صاحب مغنی اللبیب لکھتے ہیں۔

یُعبّر عن الماضی والآتی وبمعنی الحاضر بنحو آن ربك لیحکم بینکم یوم القیامة۔ (سورہ النساء آیت ۱۴۱ پارہ ۵ رکوع ۱۷)

ارشاد صاحب مغنی ہے کہ مضارع کا اطلاق گذرے ہوئے زمانے آنیوالے زمانے اور زمانہ حاضر پر ہے اس کی مثال اس آیہ مبارکہ میں ہے کہ تیرا رب تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ اسی قسم کا لفظ یرید آیۂ تطہیر میں ہے کہ جو تینوں زمانوں کا جامع ہے بلکہ ارادہ اور مشیت الٰہی کے صیغوں کے لئے مفید مطلق ہونے کا ثبوت ہے اور حدوث زمانی اس میں معتبر نہیں۔ اس کی مثالیں ہم قرآن مجید کی آیات سے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس آیۂ شریفہ میں اس طرح فرماتا ہے یرید اللہ ان یحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون (سورہ الانفال آیت ۸ پارہ ۹ رکوع ۱۵)

اللہ ارادہ رکھتا ہے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کرے اگرچہ مجرموں کو بُرا لگے۔ دوسری آیۂ مبارکہ میں ارشاد ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (سورہ البقرہ آیت ۸۵ پارہ ۲ رکوع ۷)

اللہ تمہارے لئے ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں فراخی و آسانی دے اور تنگی کو تم سے دور کرے۔ آیۂ وافیہ ہدایہ وما اللہ یرید ظلماً للعلمین (آل عمران آیت ۱۰۸ پارہ ۴ رکوع ۲)

اللہ کا ارادہ عالمین کے لئے ظلم کرنے کا نہیں ان تینوں آیتوں میں اللہ کا ارادہ ماضی، حال

اور مستقبل میں محقق ہے۔ اسی طرح سے آیۂ تطہیر میں اہل بیتؑ سے رجس کو دور کرنے اور انہیں پاک رکھنے کا ارادہ تینوں زمانوں کے لئے ہے۔ نازل ہونے کے وقت اس ارادے میں خمسہ نجباء یعنی پنجتن پاکؑ اصحاب کساء اور آل عبا عالم شہود میں اور وقت نزول میں نیز عالم شہود میں اوفات ولادت کے متعلق ارادہ ہوا۔ اور اس سلسلے میں باقی آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی ولادت کی امید تھی اس لئے ارادے کا تعلق زمانۂ مستقبل سے بھی وابستہ تھا۔ چونکہ باقی آئمہ علیہم السلام تعداد میں خمسہ نجباء سے زیادہ تھے اس لئے بقاعدہ تغلیب یرید کا اطلاق فعل مستقبل پر رہا آیہ تطہیر کا نزول ۵ھ میں ہوا جو سورہ احزاب کے نزول کا سال ہے۔ یوم بعثت کے فوراً بعد کیوں نہ نزول ہوا۔ نزول کی تاخیر کی وجہ ولادت سیدا شباب اہل الجنۃ یعنی الحسنؑ والحسینؑ تھی۔ اگر یہ نزول مذکورہ سال کے بعد بھی ہو تو جو تاخیر کی وجہ ہم نے بتلائی ہے اُس سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ فعل مضارع بمعنی ماضی کیوجہ وجیہ از روئے تحقیق نصوص صریحہ ہیں۔ سرکار رسالت محمدؐ مصطفےٰ ارواحنا لہ الفداء ان خمسہ نجباء اہل کساء میں موجود ہیں۔ اس لئے اذھاب رجس اور تطہیر آپ کے لئے یقیناً قبل نزول ثابت و محقق ہے۔ اور اس پر جمیع اُمت کا اتفاق ہے پس اہل بیتؑ کے لئے بھی حکم اذھاب رجس و طہارت، رسولؐ اللہ کے مانند مساوی طور پر ثابت ہے چونکہ اہلبیتؑ اطہار ماسوائے نبوت و رسالت ہر امر میں اُن سے ملحق ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے ایک دوسرے مقام پر اس امر کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

آیہ مبارکہ والّذین امنوا واتبعتھم ذریتھم لایمانٍ الحقنا بھم ذریّتھم وما التنٰھم من عملھم من شئیٍ (سورہ الطور آیت ۲۱ پارہ ۲۷ رکوع ۳)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو بھی ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے اعمال نیک میں سے ہم کچھ بھی کم نہ کریں گے۔

اللّٰہ :۔ لفظ اللہ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے کہ اس ارادے کا فاعل اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

لیذھب: ۔ لیذھب پر جو لام ہے وہ وقوع فعل کی علت کے مفید ہونے کے لحاظ سے ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ میں فرمایا ہے ۔

اِنما امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہٗ کُن فیکون (سورہ یٰسین پ ۲۳ ع ۴ آیت ۸۳)

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا تو پس وہ ہو جاتی ہے ۔ یہ کن فیکون میں کن کا لفظ افہام وتفہیم کے لیئے ہے بلکہ اُس کا ارادہ عین فعل ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نزول آیت کے وقت ہی اذھاب رجس وتطہیر نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کا ارادہ جو ازلی ہے ۔ وہ عین فعل بن چکا تھا اور اس وقت نزول آیہ اعلان کے لیئے تھا ۔ اور یذھب کا لفظ ہر رجس کے ازالہ کو ثابت کر رہا ہے ۔ ہر وہ رجس جو نوع انسان میں موجود ہے خواہ وہ حسی ہو یا عقلی ہو یا حکمی ہو ۔

الرّجس: ۔ اور لفظ الرجس جو محلّٰی باللّام ہے یہ لام استغراق ہے یعنی رجس کے تمام اقسام و افراد پر چھایا ہوا ہے ۔ اور رجس قسم کے رجس اذھاب کے تحت میں آسکتے ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں خواہ رجس ظاہری ہو حسّی ہو یا باطنی ہو عقلی ہو یا حکمی ، خواہ وہ منکرات کبیرہ کے متعلق ہو یا معاصی صغیرہ کے متعلق ، سہو سے ہو یا عملاً سے برائی کے وساوس یا خطرات کے متعلق ہو یا اس میں شک و تردد ہو جو معرفت ذات وصفات الٰہیہ کے متعلق ہو سکتا ہے خواہ وہ ایسے افعال کے متعلق ہو جن کے لیئے ترک اولیٰ لازم ہے ۔ یا وہ عدم طمانینت قلبی ہو ۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باوجود معصوم ہونے کے عارض ہوئی تھی ان تمام چیزوں کا اذھاب لازم ہے چونکہ رجس پر لام استغراق داخل ہے ۔ لہٰذا اہلبیتؑ اطہار ہر نجاست خبیثہ سے بھی پاک ہیں خواہ وہ بول و براز اور پیشاب و پاخانہ ہی کیوں نہ ہو ۔ بعض علماء کے نزدیک یہ طہارت باطنیہ رکھتے ہیں چنانچہ بیٹ اور گوبر ماکول اللحم جانوروں کا طاہر ہے اگرچہ وہ خوراک میں شامل نہیں ہے ۔ چنانچہ عام طور پر احکام تکلیفی آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ انہوں نے احکام کی افہام وتفہیم کے لیئے اختیار کیا ہے ۔ حضرات اہل بیت علیہم السلام ہر شک اور تردد سے اس درجہ پہ پاک ہیں

کہ انبیاء ماسلف میں سے کوئی بھی اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکا۔ چونکہ اس آیت کی بلاغت اس امر کی گواہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے اس قسم کی صریح نص وارد نہیں ہوئی۔

عنکم۔ عن حرف جار۔ معتزلین کہتے ہیں کہ اذھاب رجس نزول کے وقت ہوا ہے یعنی جس وقت آیت نازل ہوئی تو رجس دور کیا گیا ہے اس سے پہلے وہ متصف بہ رجس تھے بہ رجس نزول آیت پر دور ہوا۔ یہ اعتراض چند وجوہات کی وجہ سے باطل ہے۔ چونکہ شئی منتجاوز یعنی دور ہونے والی چیز کے لئے متحقق وموجود ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ آیہ تطہیر میں دو قضیۂ منطقیہ موجود ہیں ایک سالبہ مطلقہ اور دوسرے موجبہ مطلقہ۔ سالبہ مطلقہ لیذھب عنکم الرجس یعنی تم سے رجس دور ہو گئی اور اس کے بعد موجبہ مطلقہ ہے یطھرکم تطھیرا یعنی اے اہل بیتؑ تم سے رجس کا دور ہو جانا رجس کے لئے مسلوب و منفی ہے اور طہارت کے لئے مثبت ہے اس لئے سلب منفی کا وجود نہیں ہونا چاہیئے جیسا کہ قرآن مجید میں کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ میں ہے۔ کیونکہ الٰہ کا وجود حقیقی موجود نہیں ہے۔ لفظ الٰہ منفی کر دیا گیا ہے ایسی ہی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں اس لئے اہل بیتؑ میں رجس صرف نزول آیت کے وقت منفی ہونے کا شبہ متحرفین کے باطل مزخرفات میں سے ہے۔

کُم: ضمیر جمع مذکر مخاطبین ذکور کے لحاظ سے ہے اور وہ حضرت رسول ثقلین سرکار ولایت امیر المومنین علی المرتضیٰؑ اور حضرات حسنین علیہم السلام ہیں حالانکہ عصمت کبریٰ حضرت فاطمہ زہراؑ بھی مخاطبین میں شامل ہیں۔ چونکہ تغلیب مخاطبین کی تعداد سے ہوتی ہے اس لئے خطاب کا صیغہ۔ صیغۂ مذکر لایا گیا۔ اگر خطاب عورتوں یعنی ازواجِ نبیؐ سے ہوتا تو لا محالہ تعدادِ ازواجِ نبیؐ کے لحاظ سے عنکن اور کن کے صیغے ہوتے چونکہ ازواجِ آلِ عبا کے مقابلہ میں زیادہ تھیں لیکن موجودہ زمانے کے لوگوں نے اس زمانے میں ایک نیا اعتراض پیدا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سورہ ہود کی اس آیت میں حالانکہ صرف ایک عورت سے خطاب ہے لیکن جمع حاضر مذکر کا صیغہ کیوں ہے آیہ مبارکہ اس طرح پر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں

فرشتے آئے اور انہوں نے حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت دی تو ان کی زوجہ محترمہ حضرت
سارہ بھی موجود تھیں انہوں نے اس بشارت پر حیرت زدہ ہو کر جو الفاظ زبان پر جاری کئے وہ
قرآن مجید میں ان الفاظ سے بیان ہوئے ہیں۔

أألد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشئ عجیب (سورہ ہود پ۱۲ ع۷ آیت ۷۲)

کیا میں جنوں گی حالانکہ میں عجوز (بڑھیا عورت) ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے یہ تو
عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے حضرت سارہ کے ان الفاظ کا جواب اس طرح دیا۔

أتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید
مجید (سورہ ہود آیت ۷۳، پارہ ۱۲ رکوع ۷)

انہوں نے کہا کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے۔ اے اہل بیت یہ تم پر اللہ کی رحمت
اور برکتیں ہیں جو اللہ حمید اور مجید ہے۔ اس میں مذکر کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے چونکہ
عربی زبان میں عجوز ایسی عورت کو کہتے ہیں جس میں عورتوں کی خصوصیت حیض سلب ہو چکی ہو
کیونکہ خطاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک ایسی عورت تھی جس سے عورتوں کی
خصوصیات سلب ہو چکی تھیں اس لئے مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اہل بیت کا لفظ مخصوص مفید تخصیص ہے حافظ سیوطی نے بھی کہا ہے کہ لفظ اہل پر
نصب اختصاص کے لئے ہے اور یہاں حرف ندا محذوف ہے اور دراصل یا اہل بیت ہے
لفظ اہل بیت لغت عربی میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اس آیۂ تطہیر میں ہم روشنی ڈالتے ہیں
کہ وہ معنی کیا کیا ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اُن مخاطبین کی وجہ سے جو اُس وقت حاضر تھے۔ خمسہ نجباء یعنی پنجتن پاک بیت رسالت
میں مجتمع تھے اس لئے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ ھؤلاء اھل بیتی یہ ہیں میرے اہل بیت
اللہ تعالیٰ نے سرکار رسالتؐ کے اسی لفظ کو آیۂ تطہیر میں اختیار کر لیا ہے۔

پہلی حدیث | دوسرے معنی ایک حدیث میں یوں بیان ہوئے ہیں کہ سرکار رسالتؐ نے

www.khwajalateefansari.com

ارشاد فرمایا ان اللہ خلق الخلق وجعلنی فی خیرھم وجعلھم قبائل وجعلنی فی خیرھم وجعلھم بیوتاً وجعلنی فی خیرھم انا خیرکم بیتاً وخیرکم قبیلاً وخیرکم ابّاً

(مودۃ القربیٰ الہمدانی)

اللہ نے خلق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سے بہترین قرار دیا پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر گھر بنائے اور مجھے بہترین گھر میں رکھا میں تم سے بہترین ہوں گھر کے لحاظ سے بھی بہترین ہوں قبیلے کے لحاظ سے بھی بہترین ہوں نسب کے لحاظ سے بھی۔

دوسری حدیث

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب کیا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا۔ اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم سے منتخب کیا اس طرح سے میں نسب کے اعتبار سے کل عالم کا انتخاب ہوں یہ حدیث صحیح ہے (صحیح ترمذی اردو ترجمہ جلد ۲ حدیث ۱۴۶۳ صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

تیسری حدیث

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قریش نے آپس میں ایک بحث کے ضمن میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کیا اور آپ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی ہے جو زمین کے ایک ٹیلے پر ہو (یعنی نمایاں حیثیت اور عزت کا مالک ہونا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہترین فریق میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا پھر اس نے تمام قبیلوں کو بہتر بنایا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا پھر اس نے گھرانے بہتر بنائے تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں رکھا اس طرح میں ان میں سب سے اچھا فرد ہوں اور سب سے اچھے گھرانے کا ہوں یہ حدیث حسن ہے (صحیح ترمذی جلد ۲ اردو ترجمہ حدیث ۱۴۶۴ صفحہ ۳۵۰)

www.khwajalateefansari.com

چوتھی حدیث

حضرت مطلب بن ابی وداعہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے حضور کے متعلق کوئی بات سنی تھی اُس کو سنانے حضور کے پاس آئے حبیب رسول اللہ نے وہ بات سُنی تو آپ منبر پہ کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ پر سلامتی ہو حضورؐ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوق بنایا۔ پھر اس کے دو فرقے کئے تو مجھے اچھے فرقہ میں رکھا پھر اس کے قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا پھر اُس کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے گھر اور شخصیت کے لحاظ سے سب سے اچھا بنایا حدیث حسن ہے۔ (صحیح ترمذی اردو ترجمہ جلد ۲ حدیث ۱۶۹۵ صفحہ ۳۵۰)

پانچویں حدیث

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ قبیلے کو برگزیدہ کیا پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ کیا یہ حدیث حسن غریب ہے (صحیح ترمذی اردو ترجمہ جلد ۲ حدیث ۱۶۹۶ صفحہ ۳۵۰) مطبوعہ اصح المطابع آرام باغ کراچی۔

اہل بیت میں لفظ "بیت" ہے اور بیت کے مختلف اقسام ہیں۔ بیت سکنیٰ، بیت نسب بیت سکنی اُس گھر کو کہتے ہیں کہ جس میں سکونت کے لحاظ سے لوگ رہتے ہوں یعنی جو مکانیت کے لحاظ سے بیت ہو۔ ظرف مکان ہو ایسے مکان میں اہل خانہ بیویاں، غلام و کنیز وغیرہ سب آباد ہوں لیکن اس لفظ اہل بیت میں بیت سکنیٰ مقصود نہیں ہے۔ بیت نسب سے مراد ایک ہی نسب کے لوگوں کا اجتماع ہے اس لحاظ سے تو سوائے مقبول [illegible] بیت کہلائیں گے اس لئے اہل بیت کے لفظ میں بیت نسب مراد نہیں ہے [illegible] شرف بلند شرف اور بلند عظمت لوگ ایسے افراد ہوں گے جو شرف [illegible] اہل بیت شرف کہیں گے جو شرف محمد رسول اللہ کے شرف [illegible] اہل بیت شرف کہیں گے اہل بیت

www.khwajalateefansari.com

کئی ایک شرف ہیں جن میں رسول اللہ کے ساتھ شریک ہیں مثلاً شرف عصمت شرف علم لدنی شرف حرمت صدقہ اور درود میں یعنی وہ درود جو جزو نماز ہے اہل بیتؑ اس شرف میں رسول اللہ کے ساتھ شامل ہیں۔ موجودہ زمانے کے لوگوں نے درود کے متعلق ایک اشکال پیدا کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ درود کے متعلق جو آیت قرآن سورہ احزاب میں ہے وہ اس طرح ہے اِنَّ اللّٰہَ وَ ملائکتہٗ یُصلّونَ علی النبیّ یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما

(سورہ احزاب پ ۲۲ ع ۴ آیت ۵۷)

اللہ اور اس کے فرشتے النبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تم بھی اے مومنو اُن پر درود و سلام بھیجو جو سلام بھیجنے کا حق ہے۔

صلوات میں آل محمدؐ شامل ہیں

معترضین کہتے ہیں کہ آیہ مبارکہ میں النبیؐ کا لفظ ہے آیت میں آل شریک نہیں ہے۔ پھر آپ آل پر درود کیوں بھیجتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے حقیقی مفسر جناب سرکار رسالت محمد مصطفٰےؐ ہیں اور اہلسنت کی احادیث میں ہے کہ جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وآل محمد کما صلّیتَ علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔ لہٰذا آیہ صلوٰۃ کی تفسیر جو حقیقی مفسر قرآن نے فرمائی ہے اس میں آل شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں النبیّ پر جو الف۔ لام ہے وہ بتا رہا ہے کہ شرف کے لحاظ سے آل محمدؐ جنس نبوت سے ہیں اور اجزاء نبوت ہیں تو النبیؐ کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ پر اور ان کی آل اطہار پر جو اجزاء نبوت ہیں درود بھیجتے ہیں اس لئے اے مومنو! تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجو اور ان کو تسلیم کرو جو تسلیم کرنے کا حق ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ جب صلوٰۃ خدا کی طرف منسوب ہو، تو اس کا معنیٰ رحمت کا نازل کرنا ہے اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو چاہے وہ انسان ہوں یا

فرشتے تو اس کے معنی طلب رحمت ہیں۔ اہل البیت ہیں جو بیت کا لفظ ہے اس پر الف لام تعریف کا موجود ہے اور بیت خانہ کعبہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ انّ اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدیً للعٰلمین (سورہ آل عمران آیت ۹۰ پارہ ۴ رکوع ۱) تحقیق سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں مبارک ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث ہے بیت پر الف ۔ لام تعریف کا ہے اس لئے لفظ اہل البیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ایسے لوگ جن کو خانہ کعبہ پر وہ حقوق حاصل ہوں جو اہل خانہ کو اپنے گھر پہ ہوتے ہیں۔

معنیٰ بیت عربی زبان میں گھر کے لئے دو لفظیں آتی ہیں دار اور بیت اور اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کو دار اللہ نہیں کہا بلکہ بیت اللہ کہا ہے اور بیت کا لفظ بات بیبت سے مشتق ہے جس کے معنی رات بسر کرنا ہے۔ تو بیت کا معنی ہوا رات بسر کرنے کی جگہ۔ اللہ کی ذات اس سے منزّہ ہے کہ وہ کہیں رات بسر کرے لا تأخذہٗ سنۃ ولا نوم نہ اس ذات کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اس سے معلوم ہوا کہ علام الغیوب کے علم میں یہ چیز تھی کہ کچھ لوگوں نے اس گھر میں رات بسر کرنی ہوگی۔ چنانچہ مولود کعبہ نے اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد نے ولادت کے وقت خانہ کعبہ میں رات بسر کی معلوم ہوا کہ اہل بیت کو خدا کے گھر پر وہ خانہ کعبہ ہو یا مسجد حقوق اہلیت حاصل ہیں جیسا کہ مسجد نبویؐ سے صحابہ کا سدِ باب ہوا لیکن سرکار رسالت اور سرکار ولایت کے دروازے بند نہیں ہوئے حضرت علی علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

(مروج الذہب صفحہ ۱۷۵، ازالۃ الخفاء مقصد صفحہ ۲۵۱، مطالب السئول صفحہ ۲۵)

موت ہو یا ہو ولادت جو ہو اپنے گھر میں ہو — مولد و مشہد تمہارا گھر خدا کا ہو گیا

(ابن عقیل)

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

(محتشم کاشی)

یہ وہی خانہ کعبہ ہے جس کے متعلق دو عظیم الشان نبیوں کو اسے پاک رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

عہدنا الی ابراھیم و اسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (سورہ البقرہ آیت ۱۲۵ پارہ ۱ رکوع ۱۵)

ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنیوالوں۔ اعتکاف کرتے والوں۔ رکوع کرتے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں حضرت امیرالمومنینؑ کا خانہ کعبہ میں پیدا ہونا جس کے لئے دو نبیوں کو پاک رکھنے کا حکم تھا اس بات کی دلیل ہے کہ مولود کعبہ نجاست حسی و باطنی سے پاک تھے۔

اسی سلسلہ میں ایک عربی شاعر نے کہا ہے۔

ھو الذی کان بیت اللّٰہ مولدہٗ　　　فطھر البیت من ارجاس اوثان

ترجمہ:۔ یہ وہ بزرگوار ہیں کہ اللہ کا گھر ان کی ولادت کی جگہ ہے۔ انہوں نے بیت اللہ کو بتوں کی نجاستوں سے پاک کر دیا۔

لفظ اہل بیتؑ باوجود اتنی توجیہات کے مخالفین آل اطہار نے اس آیہ مبارکہ میں شبہ پیدا کر دیا ہے اور وہ اس طرح سورہ احزاب میں جہاں ازواج کا تذکرہ ہے اور وہ تذکرہ لفظ ازواج سے کیا گیا ہے آیہ تطہیر کو رکھ کر یہ غلطی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ آیہ مبارکہ ازواج کی شان میں ہے حالانکہ اس آیت کے سیاق وسباق میں ازواج کا ذکر لفظ ازواج سے ہے اور تنبیہ و زجر و توبیخ سے مملوء ہے۔

حدیث ثقلین

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس لفظ کے صحیح تعین کے لئے اس مقام پر حدیث ثقلین کو پیش کریں وہ حدیث جو سرکار رسالت نے اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی اھلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی و انھما لن یفترقا حتیٰ یردا علیّ الحوض۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب سرکار رسالتمآبؐ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو دو گروہ اُن کے پیش نظر تھے ایک جن کو چھوڑے جا رہے تھے وہ عترت و اہل بیتؑ تھی اور جن میں چھوڑے جا رہے تھے وہ ان کے علاوہ اُمت تھی جن میں اصحاب و غیر اصحاب سب شامل تھے۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ جن میں چھوڑے جا رہے تھے اُن کی گمراہی کا اندیشہ تھا۔ اور جن کو چھوڑے جا رہے تھے وہ گمراہی سے بچنے کا واحد ذریعہ تھا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جن نظریات کو قرآن پیش کرے گا اہل بیتؑ اطہار بھی اُن ہی نظریات کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ اور حوض پر پہنچنے کے الفاظ اس لئے ہیں کہ یہ دونوں عظیم الشان چیزیں قیامت تک کے لئے ہادی و راہنما اور ذریعہ ہدایت ہیں۔

عترتِ رسولؐ

اس حدیث میں رسول اللہؐ نے محض اہل بیتؑ کہنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ لفظِ عترت کے ساتھ اہل بیت کی توضیح بھی کر دی کہ وہ اہل بیت کون ہیں۔ معنی کا تعین کرنے کے لئے لفظِ عترت ہے۔ اب ہمیں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ عربی زبان میں عترت کا لفظ کن کن معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس کے اہل بیتؑ کے ساتھ بیان کرنے سے عترت کا تعین کس طرح ہوتا ہے۔ "منجد" میں اس لفظ کے معنی اس طرح لکھے ہیں۔ العترۃ۔ کنبہ۔ اولا اور خالص مُشک کا ٹکڑا۔

(المنجد عربی۔ اردو صفحہ ۷۷۳)

کنبے سے کیا مراد ہے۔ حدیث نبویؐ ہے العترۃ اصحاب العباء (مجمع البحرین) عترت سے مراد میرے کنبے کے وہ لوگ ہیں جو نزول آیہ تطہیر کے وقت عباء (چادر تطہیر) کے نیچے تھے۔ اسی طرح لفظ اولاد کے متعلق ابن اعرابی کا یہ بیان تغلب کی زبان سے ہے ابن اعرابی نے کہا ولد الرجل وذریتہ من صلبہ لذالک سُمیت ذریۃ محمد من علی وفاطمۃ عترۃ محمدٍ۔

عترت سے مراد آدمی کی وہ اولاد اور ذریت ہے جو اس کی اپنی صلب سے ہو اس لئے ذریت محمدؐ جو علیؑ اور فاطمہؑ سے ہے اس کا نام "عترت محمدؐ" رکھا گیا۔ اس پر تغلب نے ابن اعرابی سے دریافت کیا تو پھر حضرت ابوبکر کے قول کے کیا معنی ہیں جب کہ انہوں نے سقیفہ کے دن کہا تھا نحن عترۃ رسول اللہ

www.khwajateefansari.com

ہم رسول اللہ کی عترت ہیں۔ ابن اعرابی نے کہا اراد فالك بلدته و بيضته، وعترة آل محمد لا محالة اولاد فاطمة۔ حضرت ابو بکر کا اس سے مطلب یہ تھا کہ ہم رسول اللہ کے شہر کے رہنے والے ہیں اور وہاں کے چوہدری ہیں ورنہ عترت محمدؐ لامحالہ حضرت فاطمہ کی ہی اولاد ہیں (مجمع البحرین)

جناب فاطمہؑ کی اولاد بلدۃ الاسلام ہیں۔ عترت کے معنی اگر بلدہ ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسلام کا شہر ہیں یعنی اہلبیتؑ اسلام کا اسی طرح شہر ہیں کہ جس طرح شہر انسانی مادی ضروریات کو مہیا کیا کرتا ہے اس لئے اہل بیتؑ عترت بمعنی بلدۃ الاسلام ان معنوں میں ہیں کہ وہ دین کی تمام ضروریات کو اہلِ اسلام کے لئے مہیا کرنے والے تھے جب کسی صحابی یا غیر صحابی کو مسائل وغیرہ کی ضرورت پڑتی تو وہ انہی کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا اور اپنی ضروریات کو پورا کیا کرتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم تک تمام دینی ضروریات جیسا کہ ہم نے بیان کیا نہ پہنچ سکیں پھر بھی ہم دیوانِ حماسہ کے اس شعر کا مصداق ہیں۔ ؎

قلیل منك یکفینی و لکن قلیلك لا یقال له، قلیل،

(دیوانِ حماسہ)

اے اہل بیت رسولؐ جو تھوڑا آپ نے ہم کو دیا ہمارے لئے کافی ہے کیونکہ آپ کے تھوڑے عطیہ کو عطیہ تھوڑا نہیں کہہ سکتے۔

عترت بمعنی بیضۃ الاسلام کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے لئے آل محمدؐ سردار اور مولا ہیں۔

(مجمع البحرین)

ایک معنی عترت کے لغت میں یہ ہیں العترة العین السواقیة العاذمة عترت کے معنی شیریں پانی کا جاری چشمہ ہے رسول اللہ کے اہل بیتؑ کے ساتھ اس لئے عترت کا لفظ لگایا کیونکہ یہ حضرات بنی نوع انسان کے لئے ایسے علوم لائے ہیں کہ اہلِ حکمت کے نزدیک ان کے علوم اعذب ہیں یعنی انتہا درجہ کے شیریں ہیں۔ عترۃ کے اور معنی یہ ہیں کہ العترۃ صخرۃ عظیمۃ الخ یعنی عترت وہ عظیم پتھر ہے جسے عبارت سے مزین کر کے راستے میں گاڑھ دیا جاتا

ہے تاکہ لوگوں کو راستے کی راہنمائی کرے اور گمراہ نہ ہونے دے اس معنی کے لحاظ سے آلِ محمدؐ صراطِ مستقیم کا سنگِ میل ہیں جو راہنمائی کرتا ہے اور بھٹکنے سے بچاتا ہے۔ پھر کسی شخص کی عترت اس کے اولیاء کو کہتے ہیں۔ اہلِ بیتؑ اس لئے عترت ہیں کہ وہ متقی اولیاء اللہ ہیں اور اس کے مخلص بندے ہیں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ عترت سے مراد کون ہیں آپ نے فرمایا۔ انا وفاطمة والحسنان وتسعة آئمة من ولد الحسینؑ تاسعھم المھدی القائم المنتظر۔

عترت سے مراد میں ہوں اور فاطمہ اور حسنینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو امام ہیں جن میں سے نواں ۹ امام مہدی القائم المنتظر ہیں۔

عترت کے معنی ایک یہ ہیں کہ العترة قطعة المسک فی النافجة ھم بنو ھاشم و بنو عبد المطلب وقطعة فی النافجة (مجمع البحرین علامہ فخر الدین طریحی النجفی صفحہ ۲۶۸)

عترت کے معنی مشک یا کستوری کا مشک نافہ کا ٹکڑا ہے تو بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اس نافہ کا ٹکڑا ہیں۔ اس لئے رسول کی عترت کہلاتے ہیں اور مشک نافہ کے ٹکڑے میں مشک نافہ کی تمام خوشبوئیں اور طاقتیں ہوتی ہیں۔ جو رسول اللہ نے ان کو اہلبیتی عترتی کہا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اہلِ بیتؑ میں رسول اللہ کی تمام خصلتیں طاقتیں اور خوشبوئیں ہیں۔ مشک نافہ جب انسان میں حرارت عزیزی کم ہو جائے تو جسم کو گرما دیتا ہے۔ اس لحاظ سے عترتی کے یہ معنی ہیں کہ جب میری اُمت میں دین کی گرم جوشی ختم ہو جائے تو اہلبیتؑ اپنی جدوجہد سے گرماتے ہیں اور ان میں جوش پیدا کر دیتے ہیں۔

کیا کہنا علامہ اقبال کا عترت کی تشریح تک اس طرح پہنچنا کہ انہوں نے ایک قطعہ میں حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کو آہو مشکین ختن اور اسلام کو ختن کہہ کر اس حدیث کی خود توضیح کر دی ہے۔

وہ فرماتے ہیں (مہدیؑ)

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف — یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغِ چمن کو
مجذوب فرنگی نے باندازِ فرنگی — مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو

www.khwajalateefansari.com

اے وہ کہ تو مہدی کے تخیّل سے ہے بیزار ۔۔۔ نامید نہ کر آہو مشکیں سے ختن کو

ہو زندہ کفن پوش تو میّت اُسے سمجھیں ۔۔۔ یا چاک کریں مردم ناداں کے کفن کو

(ضرب کلیم صفحہ ۵۶)

مختصر طور پر اہل بیتؑ وہ ہیں جو عترت ہونے کے لحاظ سے رسولؐ اللہ کے ایسے گھنے سے ہوں جو ان کی اولاد اور ذرّیت ہو اور ان کی اپنی صلب سے علیؑ اور فاطمہؑ کے ذریعے سے پیدا ہوئے ہوں۔ اہل بیتؑ رسولؐ اللہ کی وہ عترت ہیں جو بلدۂ اسلام ہوں اسلام کے سردار ہوں۔ رسولؐ اللہ کے اہلبیتؑ، ان کی وہ عترت ہے جو شیریں علوم کا جاری چشمہ ہو اور اس سے اہل حکمت لذّت اندوز ہوں۔ رسولؐ اللہ کے اہل بیتؑ اور عترت وہ لوگ ہیں جو صراطِ مستقیم کی راہنمائی کے لئے اس رستے کا نشان ہوں رسولؐ اللہ کی عترت متّقی اولیاء اللہ اور اللہ کے مخلص بندے ہیں رسولؐ اللہ کی عترت اُن کے مشکین فضائل کا ٹکڑا ہیں جن میں اُن کی سب صفات ان کی سب خوشبوئیں اور ان کی سب طاقتیں مضمر ہیں۔

یطھرکم:۔ یہ لفظ تخصیص پر تخصیص ہے جس میں مخاطبین کے حصر کے بعد تخصیص بمنزلہ حصر ہے تاکہ ان مخاطبین میں دوسروں کے شامل کرنے کا وہم تک نہ ہو اور یہ مظہر تاکید اکید ہے۔

تطہیراً:۔ بعنوان مبالغہ انتہائی طہارت کا مظہر ہے ایسی طہارت کہ جس سے بڑھ کر انسانی تصوّر میں نہ آسکے پس یہ انتہائی طہارت، عصمت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی۔

تطہیر کا لفظ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو فعل میں لانے کی بجائے اس کے اعلان کا مظہر ہوتا ہے مثلاً تکبیر کے معنی اللہ کو بڑا بنانا نہیں کیونکہ وہ اپنی کبریائی میں ہمیشہ سے اکبر ہے۔ تکبیر کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی کبریائی اور بڑھائی کا اعلان کرنا اسی طرح تسبیح کے معنی جو اسی وزن پر ہے اللہ کو پاک کرنا نہیں بلکہ اس کی پاکیزگی کا اعلان کرنا ہے۔ تقدیس کے معنی اللہ کو قدوس بنانا نہیں بلکہ اُس کے قدس اور قدوسیت کا اعلان کرنا ہے اسی طرح آیۂ تطہیر میں لفظ تطہیر ہے اس کے معنی اہلبیت کو پاک کرنا نہیں بلکہ ان کی پاکیزگی کا اعلان کرنا ہے۔

مباہلہ آیہ مبارکہ مباہلہ۔ فمن حاجّک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ (سورہ آلِ عمران آیت ۶۱ پارہ ۳ رکوع ۱۴)

پس جو شخص تمہارے پاس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق) علم آجانے کے بعد کوئی حجت یا دلیل لائے تو اسے کہہ دو کہ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی بیٹیوں[۱] کو اور تم اپنی بیٹیوں کو ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو بلا لائیں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

مباہلہ کا واقعہ سنہ ۱۰ھ میں ہوا۔ مباہلہ کے لئے سرکار رسالت محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفدا حجرہ مبارکہ سے اس صورت پر باصولت برآمد ہوئے کہ بنفسِ نفیس امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھے۔ حسنِ مجتبیٰ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کے عقب میں فاطمۂ زہرا تھیں اور ان کے پیچھے علیؑ مرتضیٰ الغرض رسالت مآبؐ نے نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں آکر حسنینؑ اور فاطمہ اور علی علیہم السلام سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم سب مل کر آمین کہنا نجران کے عیسائیوں نے جب پنجتنؑ پاک کو دیکھا اور دعا اور آمین کا ذکر سنا تو خوف سے تھرا گئے اور ابو حارثہ نے جو ان سب میں بہت ہی سمجھدار تھا کہا اے قوم اس وقت ہم ایسی صورتیں مشاہدہ کر رہے ہیں جو خدا سے چاہیں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے تم ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ پس ان لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابو القاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے سرکار رسالت مآبؐ نے فرمایا تو پھر مسلمان ہو جاؤ انہوں نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا ہم ہر سال

---

[۱] جب نساء کا لفظ ابناء کے بعد آئے تو اس کے معنی عورتیں نہیں بلکہ بیٹیاں ہوتا ہے۔ کما فی القرآن یقتلون ابناءکم ویستحیون نساءکم۔ اے بنی اسرائیل فرعون تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

www.kitabmaqsoodulateefansari.com

دو ہزار حلّے پیش کیا کریں گے۔ جن میں ہر حلّے کی قیمت چالیس درہم ہو گی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر سال تیس گھوڑے تیس اونٹ اور تیس نیزے بھی دیا کریں گے چنانچہ انہی شرائط پر باہمی مصالحت ہو گئی (مدارج النبوۃ۔ تاریخ احمدی صفحہ ۸۲ - ۸۳)

سرکار رسالتؐ مباہلہ میں نہ صحابہ کرام کو ہمراہ لے گئے نہ ازواج مکرمات کو بلکہ آلِ عبا یعنی علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام کو ہمراہ لے گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آلِ عبا معصوم پاک اور مستجاب الدعوات تھے۔ اگر بد دعا کرتے تو نصاریٰ پر زمین و آسمان منقلب ہو جاتے مباہلہ کی کامیابی امام حسن علیہ السلام کے عہد طفولیت کا واقعہ ہے۔ علامہ فخر الدین رازی آیہ مباہلہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیہ مبارکہ اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ حسن و حسین علیہما السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں ابناء نا کے لفظ سے ظاہر ہے کہ حکم ہوا بیٹوں کو بلاؤ رسول اللہ نے بیٹوں کی جگہ حسنین علیہما السلام کو بلایا پس اس سے ثابت ہوا کہ حسنینؑ شریفین فرزندانِ رسولؐ ہیں اس قول کی تائید سورہ الانعام کی اس آیت سے ہو رہی ہے۔ ومن ذریتہ داؤد وسلمان الی قولہ وذکریا ویحییٰ وعیسیٰ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت صرف ماں کی طرف سے ہے اور باپ کی طرف سے نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ بیٹی کا بیٹا بھی بیٹا ہے اللہ نے سرکار رسالتؐ کی ازواج مکرمات کے متعلق فرمایا کہ وہ امہات المومنین ہیں یعنی مومنوں کی مائیں ہیں اس لحاظ سے ان کے شوہر حضرت ختمی مرتبت حضرت محمدؐ مصطفےٰ مومنین کے باپ ہونے چاہئیں مگر حضورؐ کے متعلق خدا نے فرمایا ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (سورہ احزاب پ ۲۲ رکوع ۲ آیت الم)

محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ جہاں ازواج مکرمات سرکار رسالتؐ کی اُمومت (ماں) ہونے کو عام کرنا چاہتا ہے وہاں حضورؐ کی اُبوّۃ کو حسنین علیہما السلام کے لئے مخصوص رکھنا چاہتا تھا۔ چونکہ وہ ابناء رسول ہیں جیسا کہ آیہ مباہلہ سے ظاہر ہے کہ وہ ابناء رسول کی حیثیت سے میدانِ مباہلہ میں تشریف لائے۔

آیہ مبارکہ مشیت :- وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیما حکیما ۔

(سورہ الدہر آیت ۳۰ پارہ ۲۹ رکوع ۲۰)

والے اہل بیت رسولؐ تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے ۔ اللہ تمہاری حقیقت کا علم رکھنے والا ہے اور اس کے متعلق حکیم ہے ۔

آیہ مشیت سورہ ھل اتی یا سورہ الدہر کا حصہ ہے ۔ یہ آیہ مبارکہ شان اہل بیتؑ کا بالخصوص ان کی عصمت کا وہ قصیدہ مدحیہ ہے جس کا قصیدہ خوان خود ان کا معبود ہے ۔ جس کی مشیت ان کی مشیت اور جس کی رضا ان کی رضا ہے ۔ سورہ ھل اتی کے نزول کا مشہور واقعہ جسے فریقین کے علماء نے نقل کیا ہے اس طرح ہے ۔

شان نزول سورہ دھر

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہوئے اور جناب سرور کائناتؐ ان کی عیادت کے لئے جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لے گئے آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ وہ ان کی صحت کے لئے نذر مانیں چنانچہ جناب امیرؑ، سیدہ طاہرہ فاطمہؑ، حسنین علیہما السلام اور ان کی کنیز خاص جناب فضہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے قربۃً الی اللہ تین روزوں کی منت مانی ۔ شہزادوں کی صحت یابی پر خاندان اہل بیتؑ نے روزے رکھے ۔ جناب امیرؑ بھی روزے سے تھے سیدہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی حسنینؑ بھی روزے سے تھے اور جناب فضہ بھی ۔ جناب امیرؑ نے یہودی کے باغ میں کام کیا ۔ اور جناب سیدہؑ نے اجرت پہ اون کاتی شام کے وقت جو جو اجرت پر ملے انہیں سیدہؑ نے پیسا اور روٹیاں پکا کر افطار کے وقت دسترخوان پر چن دیں ۔ اتنے میں باہر سے ایک مسکین کی آواز آئی یا اھلبیت محمد انا مسکین اطعمونی شیئا ۔ میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کھانا کھلاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دسترخوان پر کھانا کھلائے پس اس پر خاندان رسالتؐ نے ایثار کیا اور اپنے اپنے حصے کا کھانا اٹھا کر مسکین کو دیدیا ۔ ننھے ننھے بچوں حسنینؑ شریفین نے بھی اس صغر سنی میں ایثار فرمایا ۔

الغرض خاندان رسالتؐ نے روزہ پانی سے افطار کیا اور دوسرے دن بغیر کچھ کھائے روزہ رکھا۔ حسب معمول یہ دن بھی جناب امیرؑ کے یہودی کے کھیت میں مزدوری کرنے اور سیدہؑ کے اُون کاتنے میں گذر گیا اور دوسرے دن افطار کے لئے کھانا دستر خوان پر چنا گیا افطار سے قبل باہر سے آواز آئی السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ انا یتیم اطعمونی شیئاً۔ میں مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم ہوں میرا باپ یوم العقبہ شہید ہو گیا تھا مجھے کھانا کھلایئے اللہ تعالیٰ تمہیں موائد جنت سے کھانا کھلائے اس آواز پر خاندان نبوت نے ایثار فرمایا اور اپنا اپنا کھانا اُٹھا کر اس یتیم کو دیدیا حتیٰ کہ ان چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی اپنا کھانا یتیم کے حوالے کیا ان سب نے آج پھر پانی سے روزہ افطار کیا اور بغیر کچھ کھائے تیسرا روزہ رکھا۔ تیسرے دن بھی جب دستر خوان پر کھانا چنا گیا تو دروازے پر ایک اسیر آ کھڑا ہوا اُس نے آواز دی۔ السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ انا اسیرٌ اطعمونی شیئاً۔ میں قیدیوں میں سے ایک قیدی ہوں مجھے کھانا کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دستر خوانوں پر کھانا کھلائے یہ سن کر خاندان رسالت نے تین دن تک فاقوں کے باوجود اپنا اپنا کھانا اٹھا کر اس اسیر کو دے دیا حتیٰ کہ صغر سنی کے باوجود حسنینؑ نے بھی اپنا اپنا کھانا اسیر کے حوالے کیا چوتھے روز جب صبح ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام نے حسنین شریفین کا ہاتھ پکڑا اور انہیں بارگاہ رسالت میں لائے دھوپ کی شدت میں حالت یہ تھی کہ وہ پرندے کے نوزائیدہ بچے کی طرح کانپ رہے تھے۔ جناب رسالتمآبؐ نے سبب پوچھا جناب امیرؑ نے صورت حال بیان کی حضورؐ وہاں سے اُٹھ کر جناب سیدہؑ طاہرہ کے گھر میں تشریف لائے دیکھا کہ سیدہ طاہرہؑ محراب عبادت میں کھڑی ہیں پیٹ پیٹھ سے آلگا ہے آنکھوں میں اس طرح حلقے پڑے ہوئے ہیں کہ ڈوبتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ سرکار رسالت کا دل بھر آیا اس پر جبرائیل امین نازل ہوئے اور اس طرح عرض کیا اللہ تعالیٰ تمہارے اہل بیتؑ کے بارے میں تمہیں تہنیت فرماتا ہے اور سورہ ھل اتیٰ کو قرأت کیا قرآن مجید میں اصل واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیراً ویطعمون

الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً (سورہ الدھر پ ۲۹ ع ۱۹ آیت ۱۰-۹)

وہ اپنی منتوں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ مسکین، یتیم اور قیدی کو اس کھانے کی خواہش کے باوجود کھانا کھلاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ اور تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی کوئی شکریہ چاہتے ہیں یوفون بالنذر کے متعلق تفسیر صافی میں ہے کہ یہ اہل بیتؑ رسالت کا بہت ہی بلیغ وصف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اس واجب ادا کرنے میں جو انہوں نے اپنی ذات پہ لازم کیا تھا اتنے مستعد ہیں تو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے واجبات کی ادائیگی میں کتنے مستعد ہوں گے۔

احسان کرنا

میں یورپ کے مشہور مفکر جان ایس میکنزی (JOMN- S- MACKENSY) کی مشہور کتاب (MANUDL OF ETNICS) پڑھ رہا تھا کہ اس میں ایک نظریہ میری نظر سے گذرا جس نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ مفکر موصوف فرماتے ہیں۔

"کسی پر احسان کرنا اُسے اپنا بدخواہ اور دشمن بنا لینا ہے"

احسان بہت بڑا حسنہ ہے مگر ایک تاریک پہلو کے لحاظ سے اُسے اس طرح بھیانک بنانا انسان کے لئے جس قدر سرمایۂ حیرت ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر جب مفکر موصوف نے اس نظریہ کی وضاحت فرمائی یہ نظریہ اور بھی وقیع ہو گیا انہوں نے اس نظریہ کی توضیح ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ انسان بے شمار خواہشوں کا مجموعہ ہے۔ سب سے بڑی خواہش بڑا ہونا ہے۔ (TOBE GREAT) قابلِ ستائش ہونا (TOBE ADMIRED) قابلِ تحسین ہونا (TO BE APPRICIATED) ہے اور جب کوئی شخص کسی پر احسان کرتا ہے تو اس سے اس کی سب سے بڑی خواہش کو ٹھیس لگتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اپنے محسن کے متعلق یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ احسان کر کے مجھ سے بڑھ گیا اور میں پست ہو گیا ہوں۔ کاش

اس پر کوئی مصیبت آئے اور میں اس پر احسان کر کے اس کے برابر ہو سکوں اس توضیح کے بعد میں حیران تھا کہ مجھے سورہ دھر کی تلاوت کا موقع ملا اور جب میں نے یہ پڑھا کہ تین دن فاقے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلانے والے اس ایثار کے ساتھ ایک اعلان بھی کرتے تھے جس کا ذکر قرآن مجید کے ان الفاظ میں اس طرح پر ہے

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزآءً ولا شکورا۔ اے مسکین و یتیم و اسیر ہم تمہیں یہ کھانا محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلا رہے ہیں نہ تم سے کوئی بدلا چاہتے ہیں نہ کوئی شکریہ چاہتے ہیں یعنی یہ احسان محض خوشنودی خدا کے لئے ہے اس میں بڑا بننے کا جذبہ کار فرما نہیں۔ نہ ہی ستائش کی تمنا ہے نہ ہی تحسین کی آرزو۔ بلکہ ہم تم سے کسی شکریے کے طلبگار نہیں ہیں۔

ایثار اہل بیتؑ

اللہ اللہ درس گاہِ ربوبیت کے ان تربیت یافتہ انسانوں کی نظر کہاں تک انسانی فطرت کی گہرائیوں تک پہنچی ہوئی ہے کہ احسان کے تاریک پہلو کو اپنے ولیانہ امر سے کس قدر روشن و منور کر رہے ہیں۔ اس کارنامے میں جوشِ عمل خالصاً للہ تھا اس سے زبانِ احدیت نے اس سراپا خلوص عمل کو سراہا اور فرمایا کہ اے اللہ کی بارگاہ میں ایسا خالص عمل پیش کرنے والو جس میں کوئی شائبہ ذاتی منفاد کا نہیں اگر تم مخلوقِ خدا سے طالب جزاء نہیں تو تمہاری جزاء ہمارے ذمہ ہے سنو۔

وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا" اور ان کا بدلہ جو انہوں نے صبر کیا جنت اور ریشمی لباس ہے۔

جنت امیر المومنینؑ کے ایک یہودی کے باغ میں کام کرنے کا نتیجہ تھا اور حریر جناب سیدہ طاہرہ کے گھر میں اُون کاتنے کا نتیجہ تھا۔ یہ تو ہے جزاء باقی رہا شکریہ۔

ان ھذا کان لکم جزاءً وکان سعیکم مشکوراً۔

یہ ہے تمہارے لئے جزاء اور تحقیق تمہاری یہ کوشش اللہ کے نزدیک مقبول و مشکور ہے

www.khwajatateefansari.com

حقیقت یہ ہے کہ سورہ الدھر یا سورہ ھل اتٰی اہل بیت علیہم السلام کا قصیدہ ہے اور سورہ ھل اتٰی کا لفظ ان کے القابات میں شامل ہو گیا اور لفظ ھل اتٰی اہل بیتؑ کے عدیم النظیر اور فقید المثال ایثار کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ اقبال سیدہ طاہرہؑ کی شان میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

بانوئے آن تاجدار ھل اتٰی ۔۔۔ مرتضیٰ مشکل کشاء شیر خدا

یعنی علیؑ ہیں تاجدار ھل اتٰی اور سیدہؑ ہیں ملکہ ھل اتٰی اور سلطانہ ھل اتٰی اور حسنینؑ ہیں شہزادگان ھل اتٰی اور ہماری مخدومہ فضہؑ دربار ھل اتٰی کی دربان ۔

ھل اتٰی کے خاندان کا یہ ایثار صرف امت مسلمہ کے لئے نہیں تھا بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی تھا بلکہ مسلمانوں کے لئے جو ایثار کیا گیا تھا اس سے غیر مسلموں کے لئے ایثار بڑھا ہوا ہے مسکین اور یتیم مسلمان تھے اور اسیر غیر مسلم تھا اس لئے کہ مسلم کے قیدی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چونکہ اس زمانے میں اسیر وہی ہوتے تھے جو قتال وجہاد کے بعد قید ہوئے تھے ۔

خاندان رسالت نے ایک دن کے فاقے کے بعد مسکین کو کھانا کھلایا اور یتیم کو دو دن کے فاقے کے بعد لیکن اسیر کو جو غیر مسلم تھا ۔ کامل تین دن فاقہ رہنے کے بعد کھانا کھلایا اللہ اللہ اہلبیتؑ اطہار اور ان کی کنیز فضہؑ کا یہ ایثار بتلا رہا ہے کہ یہ ذوات قدسیہ کسی غیر مسلم کو بھی فاقے سے نہیں دیکھ سکتے اور ایک غیر مسلم کی حاجت غذا کو اپنی حاجت پر ترجیح دے رہے تھے اپنی خواہش نفس کو ایک غیر مسلم کی خواہش پہ قربان کر رہے ہیں ۔ عموماً تاجدار رعایا کے خون پسینے کی کمائی کو ٹیکس کے ذریعے وصول کر کے رنگ رلیاں مناتے ہیں ۔ اپنے تعیشات اور ناجائز اخراجات پر صرف کرتے ہیں ۔ مگر ھل اتٰی کا شاہی خاندان اپنے خون پسینے کی کمائی خود فاقے میں رہ کر رعایا کی ضروریات زندگی پر صرف کر رہا ہے ۔ یہ رعایا خواہ مسلمان ہو خواہ غیر مسلم یہی وجہ ہے کہ جب اہل دنیا نے ان سے ظاہری سلطنت لے لی اور انہیں مادی حکومت سے محروم کر دیا تب بھی یہ انسانی دلوں پر حکومت کر رہے تھے آج تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی انسانی قلوب پر ان کی روحانی سلطنت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے سورہ ھل اتٰی ۔ ھل اتٰی کے شاہی خاندان

www.khwajalateefansari.com

کا قصیدۂ مدحیہ ہے شاعر قصیدہ گو خود اُن کا اپنا معبود ہے اس قصیدے کا آخری بند ہے۔ وما تشاءُ ون الّا ان یشآء اللہ۔ اے مِن اُلٰی کے شاہی خاندان تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے یہ ہے عصمتِ اہل بیتؑ کی روشن دلیل اگر ان کے علاوہ دوسرے معصومین علیہم السلام عمل میں معصوم ہیں تو یہ خواہش میں معصوم ہیں عمل کے لحاظ سے انسانی نفس کے چار درجے ہیں۔

(۱) پہلے نفس انسانی کسی چیز کو جانتا ہے۔ (ITKNOWS)

(۲) پھر وہ کسی چیز کو محسوس کرتا ہے۔ (ITFEELS)

(۳) پھر وہ خواہش کرتا ہے۔ (ITWILLS)

(۴) پھر وہ عمل کرتا ہے۔ (ITACTS)

عمل کا چوتھا درجہ ہے لیکن خاندانِ رسالت تیسرے درجے میں ہی معصوم ہو جاتا ہے یعنی خاندانِ رسالت مشیت الٰہیہ کا محل ہیں وما تشاء ون الّا ان یشاء اللہ۔ پر غور کیجئے اس ایجاز و اختصار کے ساتھ اہل بیتؑ پر قیامت تک اعتراض کرنے والے معترضین کی زبان بند کر دی ہے۔ ما تشاء ون الا ان یشاء اللہ۔ اے اہل بیتؑ تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے گویا کہ ان کی ہر حرکت و سکون مشیت اللہ ہے اس لئے اگر یہ وطن میں رہیں تو بھی مشیت الٰہیہ کا تقاضا ہے اگر سفر کریں تو بھی مشیت الٰہیہ کا تقاضا ہے۔

مشیت اہلبیتؑ مشیتِ خدا ہے

امام حسین علیہ السلام مدینے سے سفر کر رہے ہیں یا مکہ معظمہ کو خیر باد کہہ رہے ہیں لوگ آتے ہیں اور انہیں کہہ رہے ہیں کہ آپ ان مقامات مقدسہ کو چھوڑ کر عراق نہ جائیں۔ ان مشورہ دینے والوں میں جلیل القدر صحابی اور عظیم الشان خاندانِ رسالت کے افراد بھی ہیں۔ عبداللہ ابن عباس بھی ہیں اور محمد بن حنفیہ بھی اور آپ بھی معرفت اہل بیتؑ سے بیگانہ، عرفانِ اہل بیتؑ سے محروم انسان اعتراض کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کے مشوروں پر کوئی عمل نہ کیا۔ اور رہا یہ بوجھ کر آپ نے

www.khwajalateefansari.com

خانوادہ سے محترم افراد کو مبتلائے مصائب و شدائد کیوں کر دیا۔ یہ لوگ سمجھیں یا نہ سمجھیں امام حسینؑ قرآن حکیم کی روشنی میں انہیں جواب دے رہے ہیں۔ لیشاء اللہ ان یرانی قتیلاً۔ اللہ کی مشیت یہی ہے کہ وہ مجھے شہید دیکھے امام حسین علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تم ہی بتلاؤ اب میں تمہارے مشوروں پر عمل کروں یا مشیتِ ربانیہ پر عمل کروں چونکہ ان افرادِ مقدسہ میں سے ایک ہوں جن کے لیے زبان وحی نے فرمایا ہے۔ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ۔ اے اہل بیتؑ تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے رضاء اللہ رضاءنا اھل البیت۔ ہم اہل بیت کی وہی رضا ہے جو اللہ کی رضا ہے چونکہ مشورہ دینے والے عارف شانِ اہل بیتؑ تھے اس جواب کو سن کر خاموش ہو گئے۔ البتہ پھر کہا یا ابن رسول اللہ اگر آپ کو شہادت کا یقین ہو چکا ہے تو پھر ان خاندانِ رسالت کی مخدرات عصمت و طہارت کو کیوں ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ اس مشورے میں اعتراض کی ایک جھلک تھی اس کے جواب میں بھی آپ نے اس عمل کا جواز وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ۔ کی روشنی میں پیش فرمایا۔ لیشاء اللہ ان یراھن سبایا۔ جل اتیٰ کے شاہی خاندان کے فرد نے پھر جواب دیا کہ اللہ کی مشیت یہی ہے کہ اپنے دین کی بقا کے لئے ان مخدرات عصمت و طہارت کو اس پر دیکھے لیکن آج تک ناسمجھ انسان اقداماتِ سرکارِ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام پر اعتراضات کر رہے ہیں حالانکہ امام حسین علیہ السلام قیامت تک اعتراض کرنے والوں کو آیہ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ کے ضمن میں مسکتِ خصم جواب دے چکے ہیں۔

اب اس خاندان کے ایک معصوم فرد امام حسن علیہ السلام صلح کر کے گوشۂ عزلت میں بیٹھ جائیں تو ان کا یہ اقدام مشیتِ الٰہی ہے اور دوسرے فرد امام حسین علیہ السلام کربلا کی زمین پر اصلاحِ امت کے لئے علم جہاد بلند کر کے مقابلے پر کھڑے ہو جائیں تو یہ اقدام بھی مشیتِ الٰہیہ ہے اسی لئے سرکارِ رسالتؐ نے اپنی زبان وحی ترجمان سے ان ہر دو اقدامات کے جواز کو آیہ وما تشاءون کی تفسیر کے طور پر بیان کر دیا تھا۔ ھما اماما ن قاما او قعدا میرے یہ

www.khwajafateefansari.com

دونوں شہزادے امام ہیں خواہ جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں یا صلح کرکے گوشۂ عزلت میں بیٹھ جائیں۔

عقیدۂ عصمت اور حضرات اہلِ تسنن

اہلِ سنت کے نزدیک امامت کے لئے عصمت شرط نہیں ہے کیونکہ وہ صحابہ کو معصوم نہیں جانتے اور صحابہ کو انہوں نے خلیفہ مانا ہے اس لئے ان لوگوں کے نزدیک امام کی عصمت شرط نہیں کیونکہ یہ بزرگوار خلفاء معصوم نہیں تھے۔

علیٰ ھذا القیاس بادشاہانِ بنی امیہ و بنی عباسیہ چونکہ عموماً شرابخور ظالم اور لہو ولعب میں عمر بسر کرنے والے تھے اوصافِ رذیلہ سے متصف تھے وہ کسی طرح بھی معصوم نہیں کہے جا سکتے تھے۔ اسی طرح سے ان کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ امام کے لئے معصوم ہونا لازم نہ سمجھا جائے ورنہ یہ لوگ امام نہیں مانے جا سکتے تھے اور یہ بات خلافِ مقصود تھی اس لئے اس شرط کو حذف کر دیا گیا۔ چونکہ یہ خلیفہ یا امام کہلانے والے نیابت سرکارِ رسالت کے دعویدار تھے اس لئے ان کی پردہ پوشی کے لئے انبیاء علیہم السلام کی عصمت بھی اہلِ سنت کے ہاں نام نہاد ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جو یہ کہا ہے کہ عصمت خاصۂ انبیاء است یعنی عصمت انبیاء کی خصوصیت ہے یہ بھی زبانی جمع خرچ ہے۔ ورنہ یہ لوگ عصمت مطلقہ انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ عصمت سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کا عقیدہ تخطیۃ الانبیاء ہے۔

عقیدہ تخطیۃ الانبیاء

ہم اس عقیدے کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی اس کتاب سے جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ عصمت نبیوں کی خصوصیت ہے نقل کرتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ باب ششم میں یہ فرماتے ہیں کہ عقیدۂ سوئم ہے کہ انبیاء گناہ سے معصوم ہیں۔

www.khwajalateefansari.com

اور یہی مذہب اہلسنت والجماعۃ کا ہے لیکن اس میں ایک تفصیل ہے جو کلام اللہ اور احادیث نبویہ سے سمجھی جاتی ہے۔ کہ گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے عمداً اور قصداً تو معصوم ہیں لیکن سہواً صغیرہ اُن سے صادر ہوتے ہیں اور اس کو زلّۃ (لغزش) کہتے ہیں جس کا ترجمہ ہندی زبان میں "پاؤں ڈگ جانا" ہے اور یہ صغیرہ اس صورت میں اُن سے صادر ہوتا ہے کہ مثلاً قصد کسی اطاعت یا مباح شئی کا کرتا ہے۔ اور اس کے قریب اور پاس ہی کوئی گناہ بھی لگا ہوا ہے۔ اور وہ اُس گناہ میں اتفاقاً پڑ جاتا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی راہگیر چلا جاتا ہے اور اس راہ کے ساتھ پتھر یا کیچڑ لگی ہوئی ہو اور وہ اس سے ٹھوکر کھائے یا پاؤں پھسل جائے اس سبب سے اس کو زلّۃ (پھسلنا) کہتے ہیں۔

نیز اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ صغیرہ بھی جس سے ناچیزی اور خست طبع پائی جاتی ہے مثلاً "ایک حبّہ چرالینا یا کسی کے حق سے ایک دانہ کم کرنا" پیغمبروں سے یہ صغیرہ بھی بطور سہو کے صادر نہیں ہوتا اگر ایسا ہو تو لوگ اُن سے نفرت کریں۔ اور پیروی سے متنفر ہوں اور بجز غرض کہ انبیاء کے پیدا کرنے سے ہے اِن میں نقص لازم آئے (تحفہ اثنا عشریہ اردو مترجمہ مولوی عبد المجید خان مطبوعہ مصطفائی پریس لکھنؤ صفحہ ۳۰۸)

شاہ صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ کلام اللہ اور احادیث سے انبیاء سے یہ گناہ کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے ہم اس کا جواب مقدمات میں دے چکے ہیں۔ ہمارا وہ باب جس میں موضوعہ احادیث شائع کی گئیں اُنہی موضوعہ احادیث سے یہ تخطیۃ الانبیاء کا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ اور جن آیات سے انبیاء علیہم السلام کی بشری حالت یا خطائیں ثابت کی جاتی ہیں اُس کا جواب بھی ہم قرآن کریم اور اس کی تفسیر ومفسرین کے [illegible] میں دے چکے ہیں قرآن و احادیث سے یہ کوشش اس لئے کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو مذہب اسلام کی ان خودساختہ [illegible] سے اسلام سے منحرف کیا جاسکے۔ اور غیر مسلم مذاہب خصوصاً عیسائی حضرات کے لئے اس مواد کو شائع کرکے مسلمانوں کو [illegible] سے۔ بہرکیف انبیاء کی عصمت کے متعلق شاہ عبدالعزیز [illegible] ایک صدی پیشتر کی بات ہے۔ اب دورِ حاضر کے ایک مفکر کی بھی [illegible]۔

www.khwajaiateeransari.com

موجودہ زمانے کے عظیم مفکر اہلِ سنت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اس مفکر کے اس طرح لکھنے سے عوام پر کیا اثر ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ چھ مواقع پر غلطیاں ہوئیں جن کی وجہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہہ ہوئی اور پھر ان کی اصلاح کردی (عصمت رسول مؤلفہ جناب سید حشمت حسین جعفری ایڈووکیٹ حیدر آباد سندھ)

اب ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ کی ۲۳ سالہ پیغمبرانہ زندگی کا ہر کارنامہ خطا و لغزش سے پاک ہے۔ اس اقتباس میں علامہ مودودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ چھ اصلاح شدہ غلطیوں سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس کو قبولیت کے اعتبار سے ہمہ گیر ہونے کا رتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ممکن ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اس والہانہ عقیدت و احترام کے سبب سے جو بارگاہِ رسالت سے رکھتے ہیں اس نتیجے کو قبول کرے لیکن کوئی غیر مسلم ان اصلاح شدہ غلطیوں کی موجودگی میں اس نتیجے سے اتفاق نہیں کر سکتا کہ یہ غلطیاں حضور کی راہنمائی پر سے ہمارے اطمینان کو رخصت کر دینے کی بجائے اُس کو اور مضبوط کر دینے والی چیز ہے مجھے کہنے دیجئے کہ پانچ چھ غلطیاں تو بڑی چیز ہیں خواہ اُن کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو گئی ہو۔ پیغمبر علیہ السلام کی تو ایک دو غلطیاں ہی اگر وہ شہرت پا جائیں تو کارِ ہدایت میں تخریب ڈالنے اور پوری شریعت سے ایمان رخصت کرنے کے لئے کافی ہیں کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ اگر کسی ڈاکٹر کے ہاتھ سے دو چار غلط انجکشن لگ جائیں اور یہ چیز شہرت بھی پا جائے تو پھر کوئی اس کی طرف پھٹکتا بھی نہیں خواہ وہ کتنا بھی اطمینان دلائے کہ اس نے اپنی اصلاح کر لی ہے۔ اگر یہ غلطیاں جن کا انحصار محض موضوع روایات سے ہے اگر اسلامی کتابوں میں محفوظ نہ ہوتیں تو آج یہود و نصاریٰ پیغمبر اسلام کے خلاف لب کشائی کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ ان روایات کی وضعیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عہدِ رسالت میں کفار، قریش، مشرکین مکہ، جزیرہ نمائے عرب میں بسنے والے یہود و نصاریٰ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت دشمنی رکھتے تھے کسی نے بھی آپ کی طرف غلطی یا خطا کو منسوب نہیں کیا۔ جب ان غلطیوں کی موجودگی میں ایک غیر مسلم حضور صلعم کے منافی شان گفتگو کر سکتا ہے

www.khwajahteelansari.com

تو ایک مسلمان یہ کہنے پر کیوں قابلِ تعزیر ہو گا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ارتکابِ خطاء ممکن ہے اس لئے آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونا خطرے سے خالی نہیں اور اساسِ آئین صرف کتاب اللہ پر ہی ہونا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ تخطیئۃ الرسول ہی وہ دروازہ ہے جس سے فتنۂ انکارِ سنت دنیائے اسلام میں داخل ہوتا ہے اگر یہ دروازہ بند کر دیا جائے تو پھر کسی کو انکارِ سنت کی مجال ہی نہیں ہو سکتی (عصمت الرسول صفحہ ۸ - ۹)

دنیا کے تمام مذاہب یہی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے پیشواؤں اور ہادیوں کی شان کو بڑھائیں مگر یہ بدنصیب مسلمان ہیں جو اپنے ہادیٔ برحق حضرت سید المرسلین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجے کو گھٹانے پر فخر و ناز محسوس کرتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے بے لوث کردار میں خطاؤں اور لغزشوں حتّٰی کہ گناہوں کو شامل کیا جائے۔ بنی اُمیّہ کے زمانے میں جو حدیث سازی کی مہم شروع ہوئی تھی اس میں شانِ رسالت شانِ آلِ محمدؑ اہلبیت کرام کو اور صحابہ کرام کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ازواجِ رسول اللہ کے کردار کے متعلق ایسی روایات بنائی گئیں جن کو کوئی عقلِ سلیم تسلیم نہ کرے افسوس کہ مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے لیکن ان ہفوات کا فرقہ شیعہ نے ہمیشہ مسکتِ خصم جواب دیا ہے۔ علامہ سید مرتضٰی علم الہدٰی نے اسی سلسلہ میں اُن نفسانی تفاسیر کا جواب دینے کے لئے اپنی تالیف تنزیہ الانبیاء لکھی جس کا ترجمہ اردو زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ اس کے مترجم ہمارے استاذ مولانا سید شریف حسین سبزواری ہیں اور اس کتاب کو مطبع البرہان سے شائع کیا گیا تھا۔ نیز کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام، جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور جناب امام رضا علیہ السلام نے اُن بناوٹی خطاؤں کا آیاتِ قرآنیہ سے جواب دیا ہے۔ جو امری ایجنٹوں نے غلط تفسیر سے پیدا کی تھیں اسی زمانہ میں امام رضا علیہ السلام کے متعلق "پیشوائے ہشتم شیعان" کے نام سے ایک کتاب مشہد سے شائع ہوئی ہے اس میں بہت کچھ موجود ہے مگر اس اہتمام کے باوجود بھی عصمت کے متعلق نئے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔

اس زمانے میں خواجہ عباد اللہ صاحب اختر رفیق ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے ایک کتاب مذاہب اسلامیہ لکھی ہے اس کتاب کے صفحہ ۷۶ پر وہ اس طرح رقمطراز ہیں " اگر انسان معصوم ہو تو وہ یا تو خدا ہو گا جیسا کہ بعض فرقوں کا عقیدہ ہے یا حیوانِ مطلق ہو گا بلکہ اس سے بھی بدتر جیسا کہ میں سمجھتا ہوں۔ اس لئے جو حضرات خوش عقیدت کی وجہ سے انبیاء اور بعض بزرگوں کو معصوم عن الخطاء کہتے ہیں۔ وہ نادان دوست ان کو انسانیت کے درجے سے بھی گرا دیتے ہیں اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ فرشتے تو مستند طور پر معصوم عن الخطاء ہیں آخر کس عہد کے مسلمان علماء نے ان کی عظمت کی وجہ سے بڑھا کر ان کو خدا بنایا یا گھٹا کر حیوان کے زمرے میں داخل کر دیا۔

۱۹۵۸ء میں عسکری انقلاب آیا ۱۹۵۶ء کا آئین منسوخ ہوا اس کے بعد پھر آئین مملکت کا شدت سے احساس ہوا اور حکومت نے یقین دلایا کہ جلد از جلد آئین کی تشکیل کی جائے گی۔ اس مرتبہ بھی حسبِ سابق اکثریت کا یہی مطالبہ تھا کہ آئین مملکت کی اساس قرآن و سنت ہونی چاہیئے کیونکہ بغیر سنت احکام قرآن پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے۔

اس آواز کے مقابلے میں بعض لوگوں نے یہ بھی آواز اٹھائی کہ کتاب خدا لفظاً محفوظ ہے اس لئے اساس آئین صرف اسی کو قرار دیا جائے کیونکہ سنت رسول کا کوئی ایسا مجموعہ محفوظ نہیں ہے جس پر پوری امت کا اتفاق ہو اس لئے سنت آئین میں بطور اساس کام نہیں آسکتی اس گروہ کو سابق نظریوں کے حامیوں نے جن میں علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ منکرین سنت کے نام سے موسوم کیا۔ اس موضوع پر کہ آیا آئین کے لئے سنت کا مقام اساسی ہے یا نہیں ڈاکٹر عبدالودود صاحب اور علامہ مودودی کے درمیان ۱۹۶۰ء میں کافی وسیع پیمانے پر مراسلت ہوئی اسی زمانے میں جسٹس محمد شفیع صاحب فاضل جج لاہور ہائی کورٹ نے ایک حضانت کے مقدمے کی اپیل کا فیصلہ دیا جو پی۔ ایل۔ بی ۱۹۶۰ء کے صفحات ۱۱۴۲ لغایتہ ۱۱۷۹ پہ رپورٹ ہوا ہے۔ اس مقدمے میں نفس معاملہ کے علاوہ فاضل جج نے اس مسئلے پر بھی نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے کہ اسلام میں آئین سازی کا کیا طریقہ ہے

www.khwajafatehansari.com

اور آیا کتاب خدا کے ساتھ حدیث بھی ماخذ قانون ہو سکتی ہے یا نہیں اور آخر میں پیراگراف ۲۱ میں انہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ نبیؐ کے اقوال اور اعمال اور کردار کو خدا کی طرف سے آئی ہوئی وحی کی سی حیثیت نہیں دی جا سکتی ہے۔ جسٹس محمد شفیع صاحب نے مذکور الصدر فیصلے کے فقرہ نمبر ۲۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ میرے لئے اس بات پر زور دینے کی خاطر قرآن مجید کی آیات نقل کئے جانا غیر ضروری ہے کہ محمّد رسول اللہ اگرچہ بڑے عالی مرتبہ انسان تھے ان کو خدا کے بعد دوسرا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ انسان ہونے کی حیثیت سے ماسوا اس وحی کے جو اُن کے پاس خدا کی طرف سے آئی تھی۔ وہ خود اپنے بھی کچھ خیالات رکھتے تھے اور اپنے خیالات کے زیر اثر وہ کام کرتے تھے یہ صحیح ہے کہ محمدؐ رسول اللہ نے کوئی گناہ نہیں کیا مگر وہ غلطیاں تو کر سکتے تھے اور یہ حقیقت خود قرآن میں تسلیم کی گئی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر و یتم نعمتہ علیک و یھدیک صراطاً مستقیماً (سورہ الفتح پ ۲۶ ع ۲ آیت ۲) تاکہ اللہ بخش دے تیری اگلی پچھلی خطاؤں کو اور نعمت تمام کرے تم پر اور رہنمائی کرے تمہاری سیدھے راستے کی طرف (منصب رسالت نمبر صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳)

ہمارے فاضل دوست حبیب لبیب سید حشمت حسین جعفری بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی علیگ ایڈوکیٹ حیدر آباد سندھ نے کتاب "عصمت رسول" لکھ کر اس زمانے کی بہت بڑی دینی خدمت کو پورا کیا ہے اور عصمت کے متعلق اس زمانے میں جو فتنے اٹھ رہے ہیں اُن کا سدِ باب کیا ہے خدا انہیں احسن الجزا عطا کرے۔

مجھے جسٹس محمد شفیع صاحب کا بیان پڑھ کر سخت رنج ہوا ہے کہ ایک فاضل جج ہونے کے باوجود پیش کی گئی آیت سے پہلے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً کو حذف کر کے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے جو ہائی کورٹ کے ایک جج سے امید نہیں تھی کیونکہ اسی عبارت سے اور بالخصوص قرآن کے سیاق و سباق سے ہی کسی معنی کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اور بلاغت میں اسی کو قرینہ صارفہ کہتے ہیں۔ پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا۔ اے رسول ہم نے تجھے ایک فتح مبین

www.khwajalateefansari.com

دی اس کے بعد جو جج صاحب نے ترجمہ کیا ہے اُس کا لفظ فتح سے کیا تعلق جب کوئی ملک یا حصۂ ملک یا کسی امر میں کامیابی ہوا کرتی ہے تو اُس سے گناہ یا خطائیں نہیں بخشی جا سکتیں مثلاً ہماری انتہائی تمنّا ہے کہ بھارت کا مقبوضہ کشمیر فتح ہو جائے مگر اس کے فتح ہونے پر پاکستان کے رشوت خور افسروں یا پاکستان کے سمگلروں یا پاکستان میں چور بازاری کرنے والوں کے گناہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ اس علاقہ کے اغیار کے قبضے میں چلے جانے کی وجہ سے پاکستان میں جو نقصانات ہوئے ہیں یا ہوں گے وہ پورے ہو جائیں گے مثلاً جسٹس محمد شفیع صاحب کی اگر یہ تمنا ہوئی ہو۔ کہ میں چیف جسٹس ہو جاؤں تو اُن کے کامیاب ہونے پر ان کی خطائیں معاف نہیں ہوں گی بلکہ ان کی یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ عربی زبان کثیر المعنیٰ زبان ہے معنی کے تعیّن کرنے کے لئے قرائن صارفہ کی ضرورت ہے۔ "ذَنْب" کے معنی جیسا کہ عربی لغت المنجد صفحہ ۱۷۲ میں لکھے ہیں۔ الذنب۔ گناہ۔ قصور۔ جرم جمع ذنوب۔ ذناب۔ اذنبہ۔ تیر یا گڑھا زمین میں مٹی کی کمی ہوتی ہے۔ کثیر المعنیٰ عربی زبان میں کسی لفظ کے تین معنے ہوتے ہیں۔ لغوی معنی۔ مجازی معنے اور مجاز فی المجاز۔ لغوی معنی گڑھا یا تیر ہے مجازی معنی کمی یا کوتاہی ہے جیسا کہ گناہ کے معنے "مصور المنجد" صفحہ ۱۸۴ پر مذکور ہیں۔ اور چونکہ گناہ انسانیت میں ایک کمی ہوتی ہے اس لئے مجاز فی المجاز معنی گناہ ہیں۔

"مَغْفَر" کے معنے ڈھانپنا۔ چھپانا پُر کرنے کے ہیں۔ اس لئے سر کو ڈھانپنے والے فولادی خُود کو مغفر کہتے ہیں۔ اب آیت کے معنے یہ ہوں گے جیسے ہم قرینۂ صارفہ سے لکھ رہے ہیں کہ اے رسول ہم نے تجھے فتح مبین دی تا کہ اللہ تعالیٰ تیری اگلی پچھلی کمیوں کو پورا کر دے اور اس فتح سے جو مفاد ہے اُن کے ذریعے سے تم پر نعمت کو پورا کرے اور ان نعمتوں کو صرف کرنے کے لئے تیری صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرے اگر اس فتح سے صلح حدیبیہ مراد ہے جو رسول صلی اللہ کی آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ ہے تو اس کے ذریعے سے پچھلی کمیاں پوری ہو گئیں اور آئندہ بھی کمی پیدا نہیں ہو گی اور اگر اس فتح سے مراد فتح مکّہ ہے تو یہ کتنی بڑی کمی تھی کہ ساری دنیا کو توحید کی دعوت دینے والا رسول صلعم دیکھ رہا ہو اور اس کے مرکز توحید قبلۂ انام بیت اللہ

یں بُت موجود ہیں پس گر ایک پیشین گوئی کی گئی تھی کہ بیت اللہ جو بت خانہ تھا پھر صحیح معنوں سے مرکز توحید ہو جائے گا اور آئندہ کبھی بُت خانہ نہ بنے گا۔ اور اگر اس فتح سے فتح خیبر مراد ہے تو فتح خیبر سے پہلے مسلمان اقتصادی طور پر نہایت بُری حالت میں مبتلا تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا قول ہے ما شبعنا الا بعد فتح الخیبر۔ ہم نے کبھی سیر ہو کر طعام نہ کھایا مگر فتح خیبر کے بعد اسی بخاری میں حضرت اُم المومنین عائشہ زوجہ رسول کا قول ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ فتح خیبر کے بعد اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے اگر فتح خیبر نہ ہوتا تو مسلمانوں کی ایسی حالت کہاں تھی کہ وہ اس تنگ دستی اور اقتصادی کمزوری میں قیصر و کسریٰ کی منظم حکومتوں کو شکست دے سکیں اس لئے فتوحات کا سہرا بھی فاتح خیبر کے سر ہے "ذنب" کا ترجمہ گناہ یا خطا کر کے اس سے جو فائدہ عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجی پرچارکوں نے اٹھایا ہے وہ ہمارے برّ عظیم پاک و ہند میں روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

ایک دوسری آیت جس سے غیر مذاہب، اموی ایجنٹوں کے کئے ہوئے ترجمے پر جسے عہد حاضر کے مسلمانوں نے بھی اپنایا ہے فائدہ اٹھاتے ہیں اس کی پوری تفسیر ترجیب الحبیب سید حشمت حسین صاحب جعفری نے کر دی ہے۔ ہم یہاں تیمناً و تبرکاً صرف ایک روایت جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیہ مبارکہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (سورہ الضحیٰ پارہ ۳۰ ع ۱۸ آیت ۸)

اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ پایا تجھ کو بھٹکتا ہوا پھر راہ سجھائی (مترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی)

لفظ ضَالّ کثیر المعنی ہے لیکن عام طور پر اس لفظ کو ان معنوں میں اپنایا جاتا ہے۔

الضلال کل عدول عن الحق عمداً کان او سهواً۔ یسیراً او کثیراً (الجزء السابع من تاج العروس صفحہ ۱۰۱)

www.khwajalateefansari.com

حق سے ہر قسم کے انحراف کو ضلال سے تعبیر کیا جاتا ہے خواہ وہ ارادۃً عمل میں آیا ہو یا سہواً واقع ہوا ہو۔ کسی چھوٹے معاملے میں رونما ہوا ہو یا کسی بڑے معاملے میں اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ معنے مراد لینا سرکار رسالت کی شان کے لئے کسی طرح موزوں ہے۔ وہ سرکار رسالت جو دنیا سے ضال کے لفظ کو بلکہ اس کے تصور کو نکالنے کے لئے مبعوث بہ رسالت ہوئے خود ان کی ذات اقدس کے متعلق یہ نظریہ فاسدہ رکھا جائے

بریں عقل و دانش بباید گریست

اس لفظ کا گمراہ ترجمہ کرنے سے جو بنی اُمیہ کے ایجنٹوں کو حاشیہ آرائی کرنی پڑی اس کے نتائج یہ سنئے کہ امام فخرالدین رازی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے دو جلیل القدر محدثوں مجاہد اور سُدّی نے لکھا ہے۔ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم علی دین الجاھلیۃ الی اربعین سنۃ اور امام بخاری نے تاریخ صغیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا اور ابن حنبل سے روایت ہے کہ حضورؐ نے عمر بن نفیل کو اُس کھانے پر بلایا جو کسی بُت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا۔ معجم البلدان میں ہے کہ آنحضرتؐ نے عزیٰ بت کے نام ایک خاکی رنگ کی بھیڑ ذبح کی تھی علامہ شبلی نے ان تمام روایتوں کو غیر مستند لکھا ہے (سیرۃ النبیؐ جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۰ معہ حاشیہ)

تعجب اس بات پر ہے کہ ضال کا یہ ترجمہ کرنے والوں نے قرآن کریم کی ایک دوسری آیت پر نظر نہیں ڈالی اللہ تعالیٰ سورۂ والنجم میں ارشاد فرماتا ہے ما ضل صاحبکم وما غوی (سورہ النجم ۲) تمہارا یہ رفیق رسول اللہ نہ کبھی گمراہ ہوا اور نہ بہکایا گیا غویٰ کا قرینہ صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ ضال بمعنی گمراہ شان رسالت کے خلاف ہے اور یہ لفظ ان معنوں میں سے کبھی بھی شان رسالت میں استعمال نہیں ہوا۔

سورہ یوسف میں ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ نے لوگوں سے کہا۔ کہ میں پیراہن یوسفؑ کی بو سونگھ رہا ہوں تو انہوں نے کہا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ (مولانا شبیر احمد

صاحب عثمانی اس آیت کے تحت اپنے تفسیری نوٹ میں لکھتے ہیں یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے (تفسیر برحاشیہ قرآن مترجمہ مولانا محمود الحسن صاحب ص ۳۱۹)

تو یہاں ضال کے معنی محبّت یا محبت میں وارفتہ ہونے کے ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول ہم نے تجھے اپنی محبت میں وارفتہ پایا۔ پس تجھے محبّت کے رستے میں راہنمائی کی اسی رہنمائی کی وجہ سے سرکار رسالت کو حکم ہوا کہ اپنی اُمت کو کہہ دو کہ

اِن کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (سورہ آلِ عمران پ ۳ آیت ۳۱ رکوع ۱۲)

اے رسول اپنی اُمّت سے کہہ دے کہ اگر تم بھی اللہ سے محبّت رکھتے ہو پس میرے نقشِ قدم پر چلو تا کہ اللہ تم سے محبّت کرنے لگ جائے۔ (پیشوائے ہشتم شیعان صفحہ)

جناب سید حشمت حسین صاحب جعفری علمائے اُمّت کو مشورہ دینے کے طور پر لکھتے ہیں۔

زمانے کا تقاضہ اور کرنے کا کام

بہ ادنیٰ التعمق سمجھ میں آسکتا ہے کہ عقیدۂ تخطیۃ الرسول وہ دروازہ ہے کہ جس سے فتنۂ انکارِ سنت دنیا اسلام میں داخل ہوتا ہے اگر اس دروازے کو بند کر دیا جائے تو منکرینِ سنتِ رسول سرزمینِ اسلام میں قدم نہیں رکھ سکتے یہ وہ زمانہ ہے کہ جب ایک طرف تو غیر مسلم مستشرقین اور دوسری طرف ان کی تاسّی میں بعض مسلمان خطاءفی الرسول کے نظریے کو بڑھ چڑھ کر پیش کر رہے ہیں لہٰذا اس وقت علمائے کرام عالم اسلام کا فرضِ اولین ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں کسی جگہ مجتمع ہوں اور تمام احادیث کا جن میں آنحضرتؐ کی طرف غلطیوں کو منسوب کیا گیا ہے امام ابوحنیفہ کے قاعدۂ عقلی کے مطابق جائزہ لیں اور شخصیتوں سے مرعوب نہ ہوں کیونکہ کوئی شخصیت بھی نبی کریمؐ کی شخصیت سے افضل نہیں ہوسکتی اگر اس طرح احادیث کا جائزہ لیا گیا تو یقین واثق ہے کہ ان احادیث کا بیشتر حصہ جو حضورؐ سے اجتہادی یا دیگر غلطیاں منسوب کرتی ہیں ناقابلِ قبول قرار پائے گا اور صرف وہ احادیث

www.khwajatateefansari.com

باقی رہ جائیں گی جن سے سنت جامعہ حاصل ہو جائے اور پھر منکرین سنت کے لئے لب کشائی کی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کوشش بڑی کدو کاوش چاہتی ہے کیونکہ اس کا تعلق ذات قدسی صفات جناب رسالت مآبؐ سے ہے اس لئے اُمید ہے کہ علماء کرام نہایت خندہ پیشانی سے اس سعی و کوشش میں منہمک ہو جائیں گے نصر من اللّٰہ وفتح قریب (عصمت رسول صفحہ ۵۷-۵۸)

دور حاضر کے مسلمان ایسے زمانے میں تنقیص سرکار رسالتؐ پیش کر رہے ہیں جب کہ عیسائی تبلیغی مشن اپنی پوری قوت و دولت کے ساتھ اسلام اور ہادیٔ اسلام پر برابر حملے کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو عیسائی بنایا جا رہا ہے چنانچہ جس طرح عصمت مطلقہ رسولؐ اللہ سے انکار کیا جا رہا ہے اسی طرح رسولؐ اللہ کے شفیق چچا حضرت ابوطالبؑ عمران کے اسلام و ایمان سے انکار کیا جا رہا ہے حالانکہ وہ عصمت صغریٰ کے درجہ پر فائز ہیں۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جس طرح نبوت رسالت کے مدارج ہیں ایسے ہی عصمت و طہارت کے مدارج ہیں۔ عصمت کبریٰ اور عصمت صغریٰ۔ چنانچہ عصمت کبریٰ انبیاء علیہم السلام اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کی عصمت ہے یعنی سرکار رسالت مآبؐ عصمت مآب جناب سیدہ فاطمۃ الزہراؑ اور بارہ معصوم امام، عصمت کبریٰ پر فائز ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء خصوصاً اوصیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام معصوم اصغر ہیں اور عصمت صغریٰ کے درجہ پر فائز ہیں۔ عصمت صغریٰ کا مقام تحت عصمت کبریٰ اور بالائے درجۂ عدالت ہے چنانچہ خاندان رسالت کے اور بھی معزز حضرات عصمت صغریٰ کے درجہ پر فائز ہیں خصوصاً جناب زینبؑ کبریٰ کے علو مراتب اور عصمت صغریٰ پر وہ الفاظ شاہد ہیں جو ہر زائر حرم زینبیہ میں پڑھتا ہے اور معصومؑ سے منقول ہیں۔

السلام علیکِ یا ایتھا العصمۃ الصغریٰ اشھد انکِ کنتِ صابرۃً شاکرۃً مجللۃ۔ معظمۃ۔ مکرمۃ۔ مخدرۃ۔ موقوفۃً فی جمیع حالاتِکِ ومنقلباتکِ ومصیباتکِ وبلیاتکِ وامتحاناتکِ حتیٰ فی اشدّھا و

امرّھا دھی واللہ وقوفلکِ فی ھذا المکان واخولکِ فی العطشان ہنوز فی عمق۔ سلام ہو آپ پر اے عصمتِ صغریٰ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صابرہ محتملہ و معظمہ و مکرمہ و محذرہ صاحبِ عصمت و ذنار ثابت ہوئیں۔ جمیع حالات۔ انقلابات۔ مصائب۔ امتحانات بلاؤں اور مصائب میں خصوصاً اور سخت ترین اور تلخ ترین اس موقع پر جب کہ آپ کے بھائی پیاسے اور تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور چور ایک نشیب میں پڑے تھے۔

www.khwajalateefansari.com

عروج عرفانی نمبر ۱۱

ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق (سورہ جاثیہ آیت ۲۹ پارہ ۲۵ رکوع ۲)

یہ ہماری کتاب تمہارے مقابلے میں حق بول رہی ہے۔

عصمت سرکار شفقت و احسان حضرت ابوطالب عمران

علیہ الصلوٰۃ والسلام والرضوان۔ من آیات القرآن

حضرت ابوطالبؑ عمران، وصی حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام و ناصر سرکار رسالت محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آثر دعائے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام تھے۔ اور اس اُمّتِ مسلمہ کے فرد تھے جن میں سے از روئے قرآن خاتم النبیین نے مبعوث ہونا تھا آپ مسلم یہ اسلام بلا واسطہ تھے اور وصی حضرت اسمٰعیل تھے۔ اس لئے ان کا معصوم ہونا مسلّم ہے۔ چونکہ اوصیائے انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ جس طرح سلسلہ اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جناب شمعون علیہ السلام کے وصی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ہونا ضروری تھا اسی طرح خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ کے زمانے میں حضرت اسمٰعیل کے اوصیاء وصی ابوطالب عمران کا ہونا ضروری تھا۔

بہ غلامی در شان سرکار سید الشہداء علیہ السلام۔

اُس کا دادا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ — جس نے احمد کو گودی میں پالا

مرتبہ اس سے کیا ہوگا بالا

www.khwajalatefansari.com

(سید جمشید حسین صاحب پانی پتی اعلیٰ اللہ مقامہٗ انسپکٹر تعلیم ریاست پٹیالہ)

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے کس قدر سچ کہا ہے۔

ولولا ابو طالب و ابنه　　لما مثل الدین شخصا وقاما

فذاك بمكة آوى وحامى　　وهذا بيثرب خاض الحماما

(شرح نہج البلاغہ)

اگر ابوطالبؑ اور ان کے فرزند علیؑ نہ ہوتے تو دینِ اسلام قائم اور مشخص نہ ہوتا ابوطالب نے مکہ میں دینِ الٰہی اور رسولؐ اللہ کو پناہ دی اور اس کے بیٹے نے نصرت وحمایت اسلام کے لئے مدینہ میں اپنے آپ کو خطروں اور موت کے پنجوں میں ڈالا۔ حضرت ابوطالب کی ان جان نثاریوں جانفشانیوں کے باوجود مسلمانوں میں حضرت ابوطالبؑ کے اسلام وایمان کا زیرِ بحث ہونا ناقدر شناسی اور ناشکری کی انتہا ہے۔ جس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔ اسلام کے محسن کے ایمان سے انکار جو ایک نبی کا وصی بھی ہو اور درجۂ عصمت پر فائز ہو بہت بڑی احسان فراموشی اور ستم ظریفی ہے۔ اس کا سبب بنی اُمیّہ کا ناپاک پراپیگنڈہ اسلام دشمنی اور سیاسی چال ہے جسے ملوکیت پرست گروہ نے اہمیت دی ہے۔

ادلۂ قرآنیہ دلیل اوّل آیہ مبارکہ۔ الم یجدك یتیماً فاٰوی (سورہ والضحیٰ آیت ۶ پارہ ۳۰ رکوع ۱۸) کیا اُس خدا نے تم کو یتیم پا کر پناہ نہیں دی؟

سرکارِ رسالت کا قول و فعل یہ حقیقت واضح ہے بلکہ عقلی لحاظ سے مسلّمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ جب کسی انسان کے قول اور فعل کو اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے تو ایسا انسان معصوم ہوتا ہے۔ کیونکہ غیر معصوم کے اقوال وافعال میں معصیت۔ گناہ۔ لغزش۔ خطا اور زلّت کا امکان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے منزّہ ومبرّا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے سرکارِ رسالتؐ کے متعلق ارشاد فرمایا انّ الذین یبایعونك

انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (سورہ الفتح آیت ۱۰ پارہ ۲۶ رکوع ۹)

(اے حبیب) یہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے سُبحان اللہ کیا طرز بیان ہے۔ انّما جو مفید حصر ہے ظاہر کر رہا ہے کہ تیرے ہاتھ پر بیعت کرنا ایسا ہے کہ جیسے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا یہ تیرا ہاتھ نہیں جو ان کے ہاتھوں پر ہے بلکہ یہ اللہ کا ہاتھ ہے۔

دوسری آیت :۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (سورہ انفال آیت ۱۷ پارہ ۹ رکوع ۶)

(اے حبیب) یہ کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جب کہ تو نے پھینکیں اللہ نے پھینکیں ہیں رسول اللہ کے فعل کو ما نافیہ کے ساتھ نفی کر کے پھر لفظ اِذ کے ساتھ پھینکنے کا اثبات کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کنکریاں پھینکنا تیرا فعل نہیں ہے بلکہ اللہ کا فعل ہے۔

تیسری آیت :۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الّا وحیٌ یوحیٰ (سورہ النجم آیت ۴ پارہ ۲۷ رکوع ۵)

یہ ہمارا رسول خواہش نفس سے بات نہیں کرتا بلکہ اس کی زبان اور لبوں کی حرکت سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ ہماری وحی ہوتی ہے جو وحی ہم نے اس کو کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ رسول کے قول کو اپنا قول اور رسول کے افعال کو اپنے افعال کہہ کر اور ان اقوال و افعال کو اپنی طرف نسبت دے کر ظاہر کر رہا ہے کہ رسول اللہ معصوم مطلق ہیں پھر آل رسول کی شان میں فرمایا وما تشاءون الّا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیماً حکیماً (سورہ الدھر آیت ۳۰ پارہ ۲۹ رکوع ۵)

اے معصوم خاندان رسالت تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے تحقیق اللہ علیم اور حکیم ہے۔ اہل بیت کے چاہنے کو اپنا چاہنا کہہ کر ظاہر فرما رہا ہے کہ یہ لوگ معصوم ہیں اسی طرح آیت معنونہ میں حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب کے پناہ دینے کو اپنا فعل کہہ کر ظاہر فرما رہا ہے کہ یہ دونوں معصوم ہیں آیت الم یجدک کے الفاظ سے شروع

ہوتی ہے جس کی ابتدا ہمزہ استفہام سے ہو رہی ہے جو لفظ کے شروع میں آتا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں الم یجدک میں ہمزہ تذکیر کے لئے ہے جو احسان جتانے کے لئے آتا ہے اس کی دوسری مثال قرآن مجید میں الم نشرح لک صدرک۔ کیا ہم نے تیرا شرح صدر نہیں کیا۔ (مناہج العرفان فی علوم القرآن صفحہ ۱۰۲)

آیۂ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ رسول خدا کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ ہمارا آپ پر احسان ہے حالانکہ رسول اللہ کو یتیم ہونے کی وجہ سے دو ہستیوں نے اپنی کفالت میں لیا۔ قرآن کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ یہ فعل نص کفالت اور منصوص من اللہ ہے۔ حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی اس وقت آنحضرت کی عمر ۸ برس کی تھی۔ حضرت عبد المطلب نے وفات سے قبل جب آپ پر آثار موت ظاہر تھے اپنے بیٹوں سے دریافت کیا کہ میرے فرزند محمدؐ کی کفالت کون کرے گا؟ سب نے کہا کہ ہم میں سب سے زیادہ سمجھدار جو ہو آپ انہیں کہیے کہ وہ کسی کو تجویز کر لیں۔ حضرت عبد المطلب نے کہا بیٹا محمدؐ۔ تمہارا دادا تو قیامت تک کے لئے تم سے رخصت ہوتا ہے اب آپ اپنے چچا اور پھوپھی سے کس کی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہو رسول اللہؐ نے سب کی طرف نظر کی اور حضرت ابو طالب کے پاس آ گئے یہ دیکھ کر جناب عبد المطلب نے ابو طالب سے کہا۔ اے ابو طالب میں تمہاری دیانت اور امانت سے اچھی طرح واقف ہوں تم بھی محمدؐ کے لئے ویسے ہی مہربان اور شفیق ثابت رہو گے جیسا کہ میں رہا ہوں۔

کفالت ابو طالب

جب حضرت عبد المطلب کا انتقال ہو گیا تو نبوت و رسالت نے تو حضرت ابو طالب کے آغوش میں آنکھیں کھولیں کروٹیں لیں شباب کی منزلیں طے کیں امامت و ولایت و شہادت ان کے صاحبزادوں کے گلے کا سہرا بنیں۔ ان کی تائید و قربانی سے دنیا رسالت و امامت کے فیوض و برکات سے متمتع ہوئی۔ رسول اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کے بھتیجے اور امیر المومنین حضرت علیؑ اور جعفر طیار آپ کے نامور فرزند تھے سرور عالم حضرت رسول اللہ روحی لہ الفداء اور حضرت علیؑ نے دنیا کی تاریخ جس طرح بھی مرتب

www.khwajajaleelansari.com

کی اس سے سب واقف ہیں۔ اور ابوطالبی نسل نے اپنے خون پسینے سے اپنے دل و دماغ سے اپنے قول و فعل سے اپنے عقیدے کردار سے انسانی رفعت کا جو مینار تعمیر کیا۔ اس کی بلندی تک پہنچنے کے لئے حوصلہ مند انسان ہمیشہ آرزو مند رہیں گے۔ پیغمبر اعظم کے سر سے اُن کے والدین کا سایہ بچپن ہی میں اُٹھ گیا۔ اپنی زندگی کے آخری سانس تک حضرت ابوطالب نے پیغمبر کی جو والہانہ خدمات کی ہیں جن کو تائید الٰہی کے سوا کسی اور لفظ سے تعبیر کرنا فضیلت و نیکی کے اعتراف میں مجرمانہ بخل ہوگا۔ حضرت ابوطالب، سرکار رسالت کے لئے نظیر تاریخی انقلاب کے دستِ راست تھے، دہشت و تشدد کے زلزلے آئے، آندھیاں چلیں۔ طوفان آئے مگر ہر آنے والے دن میں جب سورج چمکا تو دیکھنے والی نگاہ نے آپ کے عزم بالجزم کو اور قوی تر پایا (حکیم الٰہی تالیف حضرت علامہ مجتبیٰ احسن کاموں پوری اعلی اللہ مقامہ)

رسول اللہ کا حضرت ابوطالب کی کفالت میں آنا اور اُن کے آغوشِ شفقت میں پرورش پانا۔ ایک ایسا مسلمہ امر ہے جس سے انکار کرنا سخت بد دیانتی ہے۔ تاریخ اور سیرت کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں حضرت ابوطالب کی کفالت کا انکار کیا گیا ہو۔ مسلمان تو درکنار غیر مسلم مورخوں اور سیرت نگاروں نے حضرت ابوطالبؑ کے اس ایثار اور قربانی کا نہایت تحسین و آفرین سے ذکر کیا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں خاندانِ رسالت کا ایک دشمن گروہ اب تک موجود ہے جو ہمیشہ ان کے عظیم کارناموں پہ پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش کررہا ہے۔

کفالت زبیر کا افسانہ

چند مہینے کی بات ہے کہ ایک پڑھے لکھے مسلمان نے ایک اُردو روزنامے میں اپنی دشمنی کا اس طرح اظہار کیا۔ مقالہ نگار لکھتا ہے کہ حضرت محمد مصطفٰےؐ نے حضرت ابوطالب کی آغوشِ شفقت میں پرورش نہیں پائی بلکہ حضرت عبدالمطلب کے بڑے بیٹے زبیر نے اُن کی پرورش کی۔ زبیر کے بیٹے کا نام بھی علی تھا۔ آج کل ابوطالب کے بیٹے علی کے گُن گائے جاتے ہیں اور اس علی کا کوئی نام تک نہیں لیتا کوئی اس حسد کی جہاں سوز برق سے پوچھے کہ اس مضمون کے بعد آپ ابوطالب کے عناد و عداوت کی تاریک

www.khwajafaiansari.com

بدلیوں میں پنہاں ہو گئے تاکہ کوئی پوچھ لے کہ آپ نے یہ فقرہ ذا مضمون کہاں سے لکھا اس کا حوالہ کیا ہے۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ زبیر کی کفالت کا شوشہ کس طرح وجود میں آیا۔ زبیر کی تجویز ولایت اُن متکلمین معاندین کا خود غرضانہ اضافہ ہے جو مراتب ابی طالبؑ کے استخفاف و استیصال کے لئے آمادہ و تیار ہیں۔ سوائے اُن حضرات کے نہ کسی عربی تاریخ میں اس کا ذکر ہے نہ کسی عربی سیرت میں۔ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ قسطلانی میں صرف اسی قیاس کی بناء پر زبیر کو بھی عبداللہ و ابی طالب کا ماں جایا لکھا ہے اور کفالت و ولایت کو بھی ختم کر دیا ہے۔ حالانکہ جس خلافِ قیاس اور مخالفِ واقع دعویٰ کا ذکر کیا ہے اس کی اُسی کتاب میں پھر تردید و تکذیب کر دی ہے ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے قیاس اور محض بے بنیاد دعویٰ کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ زرقانی کی محض نادانی ہے۔ چنانچہ ہم اس کی نسبت ان ہی کی تحریر ذیل میں لکھتے ہیں۔

فلا یرد ان الزبیر شقیقه ایضاً وقد قیل شارکه فی کفالته وخص ابوطالب بذکره لا متراد حیاته فان الزبیر لم یدرک الاسلام وقیل اقترع عبدالمطلب بینهما فخرجت القرعة لابی طالب وفی اسد الغابة للحافظ اعز الدین ابن الاثیر کفله ابوطالب لا شقیق ابیه وکذالک الزبیر لکن کفله ابوطالب واما لوصیة عبدالمطلب واما لان الزبیر حتی مات ثم کفله ابوطالب و هذا غلط لان الزبیر شهد حلف الفضول والمصطفیٰ نصف وعشرون سنة واجمع العلماء علی انه شخص مع ابی طالب الی الشام بعد موت عبدالمطلب باقل من خمس سنین فهذا یدل علی ان ابا طالب هو الذی کفله۔

کتاب زرقانی جلد اوّل صفحہ ۲۲۵ زبیر کا شقیق عبداللہ ہونا خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبیر کفالت رسول میں ابوطالب کے شریک تھے۔ مگر اس کے لئے حضرت ابوطالب خصوصیت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں اس وجہ سے کہ حضرت ابی طالبؑ زیادہ دنوں تک زندہ

رہے۔ اور زبیر قبل اسلام زندہ رہے۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس امر میں قرعہ اندازی کی۔ مگر قرعہ حضرت ابی طالب ہی کے نام نکلا۔ اسد الغابہ میں حافظ عزالدین ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ ابوطالب نے آنحضرتؐ کی پرورش کی کیونکہ وہ عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے۔ اور ایسے ہی زبیر بھی تھے۔ مگر کفالت ابوطالب نے کی۔ اس کی وجہ عبدالمطلب کی خاص وصیت تھی۔ رہا یہ قول کہ زبیر اپنی حیات میں کفیل رہے۔ جب وہ مر گئے تو ابوطالب نے کفالت کی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ زبیر حلف الفضول تک زندہ رہے اور آنحضرتؐ اس وقت ساڑھے بیس سال تک کے ہو چکے تھے۔ حالانکہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ عبدالمطلب کے تقریباً پانچ برس بعد ابوطالب نے آنحضرتؐ کو ساتھ لے کر شام کا سفر کیا تھا۔ یہ اس امر کی قوی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ کی کفالت ہمیشہ ابوطالبؑ ہی کے ساتھ مخصوص رہی۔

زبیر حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب کے ماں جائے بھائی نہیں تھے

حضرت ابوطالب جناب عبدالمطلب کے صاحبزادے اور جناب عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے دونوں بزرگوں کی مادر گرامی جناب فاطمہ بنت عمرو مخزومی تھی جناب عبداللہ سے آپ بڑے تھے بلکہ جناب عبداللہ جناب عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

فاضل معاصر دہلوی مولوی نذیر احمد نے لکھا ہے کہ یوں تو عبدالمطلب کی اولادِ ذکور بقول بعض دس تھیں، بقول بعض تیرہ تھیں لیکن سب سے زیادہ باوقار اور عقلمند ابوطالب تھے۔ یہ ہمارے نبی اکرمؐ پر بہت مہربان تھے۔ اپنے باپ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد پیغمبر صاحب کی پرورش کے متکفل ہوئے یعنی پیغمبر صاحب کی کفالت ذمہ بہت انہی سے متعلق تھی۔ پیغمبر صاحب نے انہی کے کنارِ عاطفت میں نشوونما پایا اور جب تک زندہ رہے پیغمبر صاحب کی حمایت و نصرت میں مصروف رہے۔ (امہات الامۃ ص۴)

اور جناب شبلی صاحب نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

www.khwajalateefansari.com

اور حجون میں مدفون ہوئے۔ اُس وقت آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ عبدالمطلب کا جنازہ اُٹھا۔ تو آنحضرتؐ بھی ساتھ تھے۔ اور فرطِ محبّت سے روتے جاتے تھے۔ عبدالمطلب نے مرنے کے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرتؐ کی تربیت سپرد کی۔ ابوطالب نے اس فرض کو جس خوبی سے ادا کیا۔ اس کی تفصیل آگے ذکر کی جائے گی۔ عبدالمطلب کے دسؔ بیٹے مختلف ازواج سے تھے۔ ان میں سے آنحضرتؐ کے والد عبداللہ اور ابوطالب ماں جائے بھائی تھے۔

اس لئے عبدالمطلب نے آنحضرتؐ کو ابوطالب کی آغوشِ تربیت میں دیا۔ ابوطالب آنحضرتؐ سے اس قدر محبّت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آنحضرتؐ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو اپنے ساتھ لے کر جاتے (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

اسلام نے حضرت ابوطالب کے سامنے دنیا و آخرت کی ترقیوں کے دروازے کھول دیئے سب لوگ اُس کے عاشق و شیدائی ہو گئے۔ اور پھر اسلام کی اشاعت ترقی و ترویج کی دُھن میں عرب کی سرداری، زندگی کی محبت، دشمنوں کی سخت ترین مخالفت کا ان پر کوئی اثر نہ تھا۔

رسولِ خداؐ جو انسانی ترقی کے معراج کا رمز تھے اور خدا کے آخری پیغام کے علمبردار تھے۔ حضرت ابوطالب کی آنکھوں کا نور تھے ان کی سانس رسولِ خداؐ کی محبّت سے بسی ہوئی تھی۔ تاریخ کا بیان ہے

كان يحبه حبًا شديدًا لا يحب ولده هكذا وكان لا ينام الا بجنبه ويخرج فيخرج معه فصب ابوطالب صبابة لم يصب مثلها قط۔ (طبقات ابن سعد ص ۷۵)

حضرت ابوطالبؑ کو رسولِ خداؐ سے محبّت شدید تھی آپ اپنی اولاد سے بھی ایسی محبّت نہیں کرتے تھے رسولِ خداؐ کو اپنے پہلو میں سلاتے جہاں کہیں جاتے رسولِ خداؐ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور جیسا عشق اُن کو رسولِ خداؐ سے تھا ایسا تعلقِ خاطر کسی چیز سے نہ ہوا (حکیم الٰہی)

تبلیغِ توحید

سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدستور دعوتِ اسلام میں مصروف رہے قریش اگرچہ آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے مگر نہ کر سکے لیکن طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہے مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے کہ قریش دیکھتے تھے کہ اس روک ٹوک پر بھی

www.khwajaleefansari.com

اسلام کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس لئے اب یہ تدبیر سوجھی کہ آنحضرتؐ اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے چنانچہ تمام قبائل نے معاہدہ مرتب کیا کہ کوئی شخص خاندانِ بنی ہاشم سے نہ قرابت کرے گا نہ اُن کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے گی۔ اور نہ اُن سے ملے گا نہ اُن کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا جب تک کہ محمدؐ کو قتل کیلئے حوالہ نہ کر دیں یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور درِ کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا۔

شعبِ ابوطالبؑ

حضرت ابوطالبؑ مجبور ہو کر تمام خاندان بنی ہاشم کے ساتھ شعبِ ابوطالبؑ میں جو پہاڑ میں اس خاندان کا ایک موروثی درّہ تھا۔ پناہ گزیں ہوئے تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں زندگی بسر کی۔ یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ طلح درخت کے پتّے پتّے کھا کھا کر وقت گزارتے تھے ابن سعد کی روایت ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تھے تو شعبِ ابوطالب سے تھی قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے یہ واقعہ سنہ نبوی کا واقعہ ہے (سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۱۸۰)

سوشل بائیکاٹ

یہ سوشل بائیکاٹ تین برس تک جاری رہا ان دنوں میں حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی تمام دولت صرف ہو گئی بنو ہاشم شعبِ ابوطالب میں گھر سے ہوئے تھے اور نظر بندی کے زمانے میں ضروریاتِ زندگی بہم پہنچانا حضرت علی مرتضیٰ کے سپرد تھا۔ آپ مکّے کے گرد و نواح کی آبادیوں میں دور تک نکل جاتے تھے گیہوں اور کھجوروں میں سے جو کچھ میسر آتا اپنی پیٹھ پر رکھ کر لاتے تھے شعب ابی طالب کے دروازے پر حضرت ابوطالب پہرہ دیتے تھے شعب ابی طالب میں حضرت ابوطالب نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو محبت بلکہ اولاد نثاری کی ہے اس کی نظیر کسی ملک اور کسی عہد میں نہیں ملتی اسی لئے یہ واقعہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

محرم سنہ نبوی میں آنحضرتؐ کو چالیس آدمیوں کے ساتھ اس شعب میں لے گئے تھے اور تین سال تک اس میں رہے سال میں دو دفعہ (رجب اور ذی الحجہ) میں بنو ہاشم شعب سے باہر آتے اور خرید و فروخت کر کے پھر شعب میں چلے جاتے اس قید نے ان بے چاروں پر بڑی

مصیبت ڈالی جسمانی اور روحانی ایذاؤں کے علاوہ رزق کی تنگی نے بہت پریشان کر رکھا تھا ناطے رشتے
والے جو مخفی طور پر کچھ چیز بھیجتے اور کفار کو خبر ہو جاتی تو وہ اپنے ہم چشموں میں ذلیل اور فضیحت
کیئے جاتے ۔ جناب ابوطالب پر تمام مصائب ومشکلات سے زیادہ حضرتؐ کی حفاظت کی فکر تھی
علامہ حلبی نے لکھا ہے۔ وکان ابوطالب فی کل لیلۃ یأمر رسول اللہ ان یأتی فراشہ لیضطجع
مکانہ خوفاً علیہ ان یغتالہ احدٌ ممن یریدبہ السُّوءَ۔ حضرت ابوطالب نے یہ معمول
کر لیا تھا کہ ہر رات حضرت رسولِ خدا سے فرماتے کہ میرے پاس میرے ہی فرش پر سو رہو پھر جب
یہ سب لوگ سو جاتے تو آپ حضرت کو اُس جگہ سے ہٹا دیتے اور اپنے بیٹوں یا حقیقی بھائیوں
یا چچا زاد بھائیوں میں سے کسی کو حکم دیتے کہ رسولؐ خدا کی جگہ سو رہے اس خوف سے کہ شب کو کوئی
دشمن دھوکے سے حضرتؐ کو قتل نہ کر دے (سیرہ حلبیہ جلد اوّل صفحہ ۳۴۲)

سبحان اللہ یہ اولاد نثاری حضرت ابوطالبؑ کی عصمتِ صغریٰ کی واضح دلیل ہے کوئی
شخص اپنی پیاری اولاد کو اس طرح فدا نہیں کر سکتا۔ جناب ابوطالبؑ کو خوف ہوتا کہ کسی دشمن نے
حضرت رسولؐ خدا کے سونے کی جگہ دیکھ لی ہو گی وہ حضرت پر اندھیری رات میں اسی جگہ کا اندازہ
کر کے حملہ کر دے گا اسی وجہ سے لوگوں کے سونے پر آپ اُس جگہ سے حضرت کو اُٹھا دیتے
اور اپنے بیٹوں یا بھائیوں یا چچا زاد بھائیوں میں سے کسی کو سُلا دیتے کہ اگر دشمن اس جگہ کو
یاد رکھ کر حملہ کرے گا تو حضرت رسولؐ خدا وہاں سے ہٹ چکے ہوں گے لہٰذا وہ بچ جائیں گے
اور آپ کا کوئی عزیز یا فرزند قتل ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر روز اپنے لڑکوں کو حضرت
رسولؐ خدا پر فدا کرتے رہتے تھے۔

اس سے غرض یہ تھی کہ میرے تینوں بیٹے قتل ہو جائیں پرواہ نہیں کبھی رسولؐ اللہ کے بستر
پر علیؑ کو سلاتے کبھی جعفر کو مگر آخر میں حالت یہ ہو گئی کہ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے زور
زور سے روتے تھے کہ ان کے رونے کی آوازیں گھاٹی سے شہر مکہ تک پہنچتی تھیں سنگدل قریش
سنتے تھے اور ہنستے تھے زندگی کے یہ ایام اکثر فاقوں میں گذرتے تھے یا درخت کے پتوں پر

www.khwajalateefansari.com

گذارا ہوتا تھا۔ اگر کوئی خوراک پہنچانے کی کوشش کرتا تھا تو کفار راہ میں چھین لیتے تھے لیکن تعجب ہے اس وقت تک بہت سے مالدار حضرات مسلمان ہو چکے تھے پھر بھی کسی کی امداد کا تذکرہ تاریخ میں نہیں ملتا اس وقت سے بڑھ کر رسول اللہؐ کی مالی امداد کا اور کون سا وقت تھا حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کو اسلام کا وقار بڑھانے کی دلیل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ واقعات اس کے برعکس ہیں رسول اللہؐ کے گھرانے کا بائیکاٹ اُسی سال ہوا جس سال حضرت عمرؓ نے اسلام کا اعلان فرمایا تھا اور اس زمانے میں رسول اللہؐ کے مصائب بڑھ گئے تھے۔

مشہور ضرب المثل ہے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ایک عقل مند یا حکمت انسان کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا جب انسانیت میں حکمت کی وجہ سے یہ خوبی آجاتی ہے تو خالق عالم معبود برحق جو حکیم علی الاطلاق ہے اس کا فعل حکمت سے کس طرح خالی ہو سکتا ہے معبود برحق سرکار احدیت نے اپنی سب سے بڑی امانت ختم رسالتؐ کو جب حضرت ابوطالب علیہ السلام کی کفالت میں دیا اور اُن کے اس فعل کو اپنی طرف منسوب کر کے احسان جتلایا خالی از حکمت نہیں ہو سکتا لغت میں ظلم کی تعریف یہ ہے وضع الشئی فی غیر محلہٖ۔ کسی چیز کو ایسے مقام میں رکھنا جو اس کا محل نہ ہو ظلم ہے۔ سرکار رسالتؐ کا محل و مقام ان کی کفالت و پرورش کے لئے کوئی غیر معتبر غیر موزوں انسان نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو امین ہو صادق ہو معتبر ہو طیب و طاہر ہو اور عصمت کے درجے پر فائز ہو خواہ وہ عصمت صغریٰ ہی کیوں نہ ہو وہ کوئی ایسا انسان ہونا چاہیئے جو اس امانت ختم رسالتؐ کو اس طرح محفوظ رکھ سکے جس طرح اُس نے وصی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ہونے کی حیثیت سے اُن انبیاء ماسبق کی وصیتوں کو اُمور مصئون رکھا۔ اس کفالت نے کیا کیا نتائج پیدا کئے اور یہ کفالت کب شروع ہوئی اور کب ختم ہوئی اس کے متعلق غور کرنا ضروری ہے۔

کفالت حضرت ابوطالبؑ کے اہم نتائج

حضرت ابوطالبؑ ایک عظیم الشان تاجر تھے یہ فن تجارت انہیں توارث صفات سے ملا تھا وہ ایک عظیم الشان تاجر خاندان کے فرد تھے ممالک خارجہ شام وغیرہ میں درآمد و برآمد اشیاء کا کاروبار کرتے تھے

اور اس سلسلے میں انہیں شام وغیرہ ممالک میں جانا پڑتا تھا۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت ابی طالبؑ کی ہمراہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے قریش کے تجارتی قافلے کے ساتھ سفر کیا تھا اس وقت سرکار رسالتؐ کا سنِ مبارک بارہ یا تیرہ برس سے زائد نہیں تھا۔

تجارت

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوطالب کی کفالت میں سرکار رسالتؐ نے بارہ برس کی عمر میں فنِ تجارت میں قدم رکھا اور اپنی مقدس طبیعت کا میلان اس طرف فرمایا۔ طبیعت ہمایونی کی یہ قدرتی اور بروقتی موزونیت تھی۔ قدرت کا منشا تو بالکل کھلا ہوا ہے وہ یوں کہ انہی کمسنی میں اس مشغلہ کاروبار کی طرف طبع مقدس کا میلان اور رجحان نمایاں ہونے لگا حضرت ابوطالبؑ نے زبانِ وحی سرکار رسالتؐ اور عملِ مظہرِ مشیتِ الہیہ سے ایک انقلابی مذہب کو یہ پیغام دیا کہ تبلیغ کے لئے تجارت ضروری ہے۔ اس لئے ہر مبلغ کو تبلیغ خالصاً للہ کرنی چاہیئے اور اس کا ذریعہ معاش اپنا ہونا چاہیئے مبلغ وہ ہے جو قوم پر معاشی بوجھ نہ بن سکے یہ ظاہر ہے کہ حضرت محمد مصطفٰےؐ نے جب کاروبار شروع کیا تو اپنے خاص اور تنہا سرمایہ سے نہیں کیا بلکہ مشترکہ سرمایہ سے شروع کیا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ یتیم عبداللہ کے لئے حضرت عبداللہ علیہ السلام والد سرکار رسالتؐ کوئی ایسا سرمایہ نہیں چھوڑ گئے تھے لیکن حضرت ابوطالبؑ نے جو درآمد و برآمد کے تاجر تھے انہیں اپنا سرمایہ دے کر تجارت میں اس لئے نہ لگایا تاکہ دوسروں کے سرمائے سے تجارت کر کے وہ صادق اور امین کا لقب حاصل کریں جو ان کی نبوت و رسالت کو منوانے کے لئے ایک دلیل بن سکے اس سے اُمت کو یہ سبق دیا کہ تجارت کے لئے سرمایہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنی امانت و دیانت اور صداقت و ایفاء عہد کی ہے۔ سرکار رسالتؐ نے تجارت بالمشارکہ کی بنیاد رکھی جسے آج تجارت کی اصطلاح میں لمیٹڈ کنسرن (Limited concern) کہتے ہیں جس پر دنیا کی مہذب ترین آج گامزن ہیں۔ جب حضورؐ کی صداقت و امانت عملی طور پر مسلم ہو گئی تو حضرت ابوطالبؑ نے سرکار رسالتؐ کو حضرت خدیجہ کے ساتھ تجارتی کاروبار کرنے کا مشورہ دیا۔ طبقات اور مواہب الدنیہ کی عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے ساتھ تعلقاتِ تجارت قائم کرنے کی مشورت حضرت ابوطالبؑ

www.khwajalateefansari.com

نے دی تھی اور جب اس امر میں سرکار رسالتؐ کا استمزاج لیا تو حضرت خدیجہ سے اس کی خود تحریک فرمائی (طبقات ابن سعد صفحہ ۸۲)

زرقانی شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۲۴۳، اگرچہ مندرجہ ذیل عبارت سے آنحضرتؐ کی ترتیب و درستی معیشت کی نسبت حضرت ابی طالبؑ کے خاص مربیانہ طرز عمل ثابت ہوتے ہیں لیکن جب اس کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے اور حضرت ابو طالبؑ کی حیا، ہمت، صبر قناعت پھر جو بنی ہاشم کا تمغۂ شرافت تھی خیال کیا جاتا ہے تو ابن ہشام اور طبری کے بیانات مندرجات صحت و واقعیت سے قریب ثابت ہوتے ہیں۔

میسرہ مختار جناب خدیجہ

سرکار رسالتؐ نے حضرت خدیجہ کے پیام تجارت اور مجوزہ انتظام کو سن کر منظور فرمالیا اور ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ سامان تجارت لے کر شام کی طرف روانہ ہوگئے اس سفر میں آپ کی حسن تدبیر اور سلیقہ شعاری سے حضرت خدیجہ کی تجارت میں امید سے زیادہ نفع ہوا۔ میسرہ ایک زمانے سے اپنی مخدومہ کے کل کاروبار کا مختار تھا۔ وہ بھی سرکار رسالتؐ کی خوش نظمی لین دین، خرید و فروخت میں خوش سلیقگی دیکھ کر دنگ ہوگیا۔ معاملات تجارت میں میسرہ نے آپ کی ایسی خوبیاں مشاہدہ کیں جو اس نے دیکھی کیا کبھی سنی بھی نہیں تھیں۔ کاروبار تجارت سے فراغت پاکر جب قافلہ مکے میں لوٹ آیا میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات جناب خدیجہ سے دہرا دیئے ان واقعات کو سن کر حضرت خدیجہ نے عزم مصمم کرلیا کہ سرکار رسالتؐ سے نکاح کریں۔ ابن ہشام اور ابن سعد کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی طرف سے تزویج کی سلسلۂ جنبانی شروع کی گئی۔ نفیسہ شادی کا پیغام لے کر سرکار رسالتؐ کے پاس گئیں۔ حضورؐ نے اس پیغام کو قبول فرمایا اور حضرت ابو طالبؑ اور اپنے دوسرے اعمام کے ساتھ حضرت خدیجہ کی عصمت سرا میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو طالبؑ نے نکاح پڑھا۔

خطبۂ نکاح سرکار رسالتؐ

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے خطبۂ نکاح پڑھا جس کے الفاظ یہ تھے۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراہیم و

ذرع اسمٰعیل وضِئضِئ معد بن عدنان وعنصر مُضر وجعلنا حفظۃ بلیتہ وسوس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی محمد بن عبد اللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفاً و نبلاً و فضلاً و عقلاً فان کان فی المال قلٌ فان المال ظل زائل وامر حائل و محمد من قد عرفتم قرابتہ وقد خطب خدیجہ بنت خویلد وبذل لہا ما اٰجلہ وعاجلہ من مالی کذا وھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم وخطر جسیم

تمام تعریف اُس خدائے بزرگ و برتر کے لئے سزاوار ہے جس نے ہم کو ذرّیت ابراہیم اور اولاد اسمٰعیل نسل معدّ بن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے بیت کا محافظ اور اپنے حرمِ محترم کا نگہبان مقرر فرمایا ہمارے لئے ایک ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج کرتی ہے اور ایسی متبرک زمین عطا کی کہ جہاں خدا کی مخلوق امن پاتی ہے۔ ماسوا اس کے خدا نے ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا اما بعد میرا یہ بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جس کا اگر کسی شخص سے موازنہ اور مقابلہ کیا جائے از روئے فضل و کمال و باعتبار شرافت و ذہانت بہی گرامی تر نکلے گا۔ یہ مال داری اور دولت میں اگرچہ کم ہے مگر مال کیا ہے ایک زائل ہونے والا سایہ ہے اور متغیر و متبدل ہو جانے والی شئی ہے محمدؐ وہی شخص ہے جس کی قرابت جو کچھ مجھ سے ہے آپ لوگ اس کو خوب جانتے ہیں۔ اُس نے خدیجہ سے تزویج کا ارادہ کیا اور اس طرح میں نے اپنے مال سے اُس کے (خدیجہ) کے مہر مؤجّل (رقم مقررہ جو عند الطلب ادا کی جائے) اور صداق معجّل (رقم مہر جو بروقت ادا کی جاوے) کو ادا کر دیا۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ وہ شخص ہے جس کے لئے کوئی خبر عظیم اور مہتم بالشان بہرہ یا حصہ نصیب ہونے والا ہے (زرقانی صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵)

اس خطبے کی پوری نقل و شرح کے بعد زرقانی لکھتے ہیں کہ دولابی نے لکھا ہے کہ خطبہ نکاح میں حضرت ابی طالبؑ کے یہ الفاظ بھی داخل تھے۔

میں آپ لوگوں کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہ کا خطبۂ نکاح بطیب خاطر پڑھتا ہوں اور

اُن کے مصداق مُؤجّل اور مُعجّل ہیں بارہ اوقیہ سونا دیتا ہوں۔

اس خطبے کے چند اُمور پر ملحاتِ فکر پھر ت کرنے کی ضرورت ہے اس خطبے کے متعلق میں نے کسی اخبار میں ایک سُنّی فاضل کا بیان پڑھا تھا انہوں نے اس خطبے کو خطبۂ وضعیہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ یہ خطبہ وضعی ہے اور اس کے وضعی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ لفظ ذ... حضرت کی بعثت سے پہلے عربی زبان میں مروّج نہیں تھا ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ ملّتِ ابراہیم میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے رائج تھا جیسا کہ سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیمؑ علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے یہ دعائیہ الفاظ ہیں۔ الحمد للّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحاق ان ربی لسمیع الدعاء (سورہ ابراہیم پ ۱۳ ع ۱۷ آیت ۴۰)

تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے اس کبرسنی میں مجھے اسمٰعیل اور اسحاق عطا کئے۔

اس خطبے کے یہ الفاظ بھی قابل غور و فکر ہیں۔

وجعلنا من ذریۃ ابراھیم وہ خدا جس نے ہم کو ابراہیم کی ذرّیت سے بنایا یہ مختصر الفاظ اولاد حضرت ابراہیمؑ اور آباؤ اجداد سرکار رسالت آب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رفعت و عظمت کے مظہر ہیں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ذرّیتِ ابراہیمؑ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب کہ ہم نے ذرّیتِ ابراہیم میں نبوت اور کتاب قرار دی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد جو اوصیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے وہ صاحب نبوت نہیں تھے مگر وارثِ کتاب تھے اوصیاء حضرت ابراہیمؑ ہونے کے لحاظ سے وہ صحف ابراہیم خلیل اللہ کے محافظ و نگہبان تھے اور ان صحائف کی نگہبانی کے لئے کم از کم عصمتِ صغریٰ ضروری اور لازم تھی پھر اسی ذرّیت کے متعلق سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِن اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العٰلمین ذریۃ بعضھا من بعض (پ ۳ ع ۱۲ سورہ آل عمران)

اس کے بعد حضرت ابی طالبؑ کے خطبے کے یہ الفاظ کہ خدا کی قسم محمدؐ وہ شخص ہیں جن کے لئے کوئی خبر عظیم اور کوئی مہتم بالشان بہرہ یا حصّہ نصیب ہونے والا ہے۔ عرفان حضرت ابوطالبؑ کی دلیل ہے

انہیں یہ معرفت تھی کہ سرکارِ رسالت عظیم الشان عہدہ ختم النبوت پر فائز ہونے والے ہیں علامہ زرقانی اس کے بعد منتقی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔ فَفَرِحَ ابو طالب فرحاً شدیداً وقال الحمد للہ الذی اذھب عنا الکرب و دفع عنا الھموم حضرت ابی طالبؑ کو اس تزویج سے بڑی مسرت ہوئی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہماری مشکلات ومہمات کو دور فرمایا وہ جانتے تھے کہ بلغت رسالت کے وقت جو مالی، اقتصادی اور معاشی مشکلات پیش آنے والی تھیں اُن کو اللہ نے آج دفع کر دیا اور حل کر دیا ہے گویا وہ قبل نزول اس آیت کی تفسیر فرمارہے تھے وَجَدَكَ عَائِلاً فَأَغْنَى اے حبیب ہم نے تجھے مفلس پایا پس غنی کر دیا شیعہ سنی مفسرین نے لکھا ہے کہ ہم نے مال خدیجۃ الکبریٰ سے تجھے غنی کر دیا ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت ونگرانی اور آرام رسانی کے متعلق حضرت ابوطالبؑ کے تعلقات وجذبات کا اندازہ کرنا اور ان کو عام واقعات کی طرح پایۂ ثبوت تک پہنچانا اصول فطرت کے خلاف کوشش کرنا ہے۔ ہر باپ کو اپنے بچے کی محبت ہونا لازمہ فطرت ہے اس لئے مشاہدات کیا اور بدیہیات پر بحث کیسی حضرت ابی طالبؑ نے اپنے اُن جذبات کو جن بلیغ اور پُرمعانی الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ انکشاف حقیقت کے لئے کافی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ محمد من قد علمتم قرابته محمدؐ سے میری قرابت کو سب جانتے ہیں اس لئے زائد نہ کسی انکشاف کی ضرورت تھی اور نہ کسی تفصیل تشریح کی احتیاج حضرت ابی طالبؑ کا یہ خطبہ جو اوپر نقل ہو چکا ہے ماسوا اس کے کہ مسرت کی فصاحت وبلاغت کا بے نظیر و بے مثال نمونہ ہے اور حضرت ابو طالب کے اسلام بلا واسطہ ایمان کامل اور عصمت صغریٰ کا آئینہ دار ہے۔

وصیت

حضرت ابو طالبؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں قریش کو جو وصیت فرمائی ہے اس کا سرسری مطالعہ بصیرت کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر سکتا ہے یہ وصیت ہر حیثیت سے نہایت جامع وصیت ہے اس میں آپ نے خانہ کعبہ کی تعظیم کے متعلق رضاء خدا کے علاوہ معاشی مفاد پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ وصیت امراء اخلاقیات کا ایک ایسا درس ہے جس میں مسائل اخلاق

کے حسن و قبح کو عقلی طور پر بیان کیا گیا ہے یوں سمجھنا چاہیئے کہ یہ وصیت نامہ علل الشرائع سے پُر ہے پھر سرکارِ رسالت کی تعلیمات حسنہ و مساواتِ انسانی اور اس کے عوام پہ اثرات بیان کئے گئے ہیں اسلام کے مستقبل کے متعلق دلیرانہ پیشین گوئیوں سے یہ وصیت نامہ مملو ہے اس وصیت نامے میں آپ قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وصیت نامہ

اِنّی اوصیکم بتعظیم هذا البیت یعنی الکعبة فان فیها مرضاة للرّب وقواماً للمعاش وثباتاً للوطأة صلوا ارحامکم فانّ وصلة الرحم منساة وفسحة فی الاجل وزیادة فی العدد واترکوا البغی والعقوق. بهما هلکت القرون قبلکم اجیبوا الداعی اعطوا السائل فان فیهما شرف الحیاة والممات وعلیکم بصدق الحدیث واداء الامانة فان فیها محبة فی الخاص ومکرمة فی العام اوصیکم بمحمّد خیراً فانه الامین فی قریش والصدیق فی العرب وهو الجامع لکل اوصیکم به وقد جاء بامر قبله الجنان وانکره اللسان مخافة الشنآن وایم الله کانّی انظر الی صعالیک العرب واهل الاطراف والمستضعفین من الناس قد اجابوا دعوته وصدقوا کلمته وعظموا امره فخاض بهم غمرات الموت فصارت رؤساء قریش وصنادیدها اذناباً ودورها خراباً وضعفاؤها ارباباً واذا اعظمهم علیه احوجهم الیه وابعدهم منه احظاهم عنده قد محضته العرب ودادها واعطته قیادها یا معشر قریش کونوا له ولاة و لحزبه حماة والله لا یسلک احد سبیله الا رشد ولا یأخذ احد بهدیه الا سعد ولو کان لنفسی مدة ولاجلی تاخیر لکففت عنه الهزاهز ولدفعت عنه الدواهی وقال لهم لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد وما اتبعتم امره فاطیعوه وترشدوا۔

ترجمہ:- میں تمہیں خانۂ کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں اس سے خدا کی رضا حاصل ہو گی

www.khwajateefansari.com

اور اصلاحِ معاش کا وسیلہ اور روزی کا سہارا ہوگا صلہ رحمی اختیار کرو اس سے عمر میں زیادتی اور نسل میں ترقی ہوتی ہے بغاوت اور نافرمانی چھوڑ دو ان دونوں باتوں سے اگلی قومیں ہلاک ہوئیں سچے مذہب کی دعوت دینے والے کی بات سنو۔ سائل کی حاجت پوری کرو ان دونوں میں شرفِ حیات و ممات ہے۔ سچ بولو اور امانت ادا کرتے رہو ان باتوں کی وجہ سے خواص محبت کرتے ہیں اور عوام عزت کرتے ہیں محمدؐ کے بارے میں میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ قریش انہیں امین سمجھتے ہیں اور تمام عرب انہیں سچا مانتے ہیں جن باتوں کی میں نے تم کو وصیت کی وہ سب ان میں موجود ہیں وہ ایک ایسا امر لے کر آئے ہیں جسے لوگوں کے دل قبول کر چکے ہیں اور زبانیں دشمن کے خوف سے انکار کرتی ہیں خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے فقیر اور قرب و جوار کے باشندے اور کمزور افراد ان کے پیام کو قبول کر چکے ہیں اور ان کے کلام کی سچائی کو تسلیم کر چکے ہیں اور ان کے امر کو بڑا سمجھ چکے ہیں وہ ان کو لے کر موت کے بھنور میں کود پڑے ہیں اور قریش کے سردار ادنیٰ درجے کے ہو گئے ہیں جو زبردست تھے وہ زیر دست ہو گئے ہیں اور جو محمدؐ کو اپنے سے کمتر جانتے تھے وہ ان کے محتاج ہو گئے ہیں جو ان سے دور تھے وہ ان سے قریب ہو گئے ہیں۔ اور اعراب نے ان کی خالص دوستی حاصل کر لی ہے۔ اور اپنے کو ان کے حوالے کر دیا ہے۔ اے قریش! ان کے دوست بن جاؤ اور ان کے گروہ کے حامی رہو۔ خدا کی قسم جو ان کے راستے پر چلے گا کامیاب ہوگا جو ان کی سیرت اختیار کرے گا سعید ہوگا اگر میری زندگی اور ہوتی اور میری موت کچھ دیر کرتی تو میں ان سے ہر قسم کے مصائب کو ٹالتا۔ جب تک تم محمدؐ کی بات سنتے رہو گے اور ان کے احکام کی پیروی کیے جاؤ گے تمہارے لیے ہر طرح بہتری ہوگی۔ دیکھو ان کی اطاعت کرو ہدایت پاؤ گے۔

یہ تمام پیشین گوئیاں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی پوری ہوئیں اور حضرت محمد مصطفیٰ نے جس طرح دنیا کی تقدیر بدلی اور جو نئی دنیا پیدا کی وہ سب حضرت ابوطالبؑ کے تصور صادق میں ہی تھی۔ ان کی وصیت کا ایک ایک لفظ ان کی تمنا کا آئینہ دار ہے۔ یہ وصیتیں [illegible] کی

وصیانہ شان کی شاہد ہے وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے آخری وصی تھے اور جس طرح حضرت موسیٰؑ کے آخری وصی حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق و اعانت پر مامور تھے اسی طرح حضرت ابوطالب عمران سرکار رسالت محمد مصطفےٰ کی امانت پر معین تھے (بلاغت زینبیہ المعروف خطیبۂ آل محمدؐ تالیف مؤلف صفحہ ۲۷ تا ۳۱)

www.khwajalateefansari.com

عروجِ عرفانی نمبر ۱۲

عصمت ابیطالبؑ عمران

دلیل نمبر ۲۔ وَاِذْ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔

(سورہ البقرہ پ۱ ع ۱۵ آیت ۱۳۰)

جب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کے ستونوں کو بلند کر رہے تھے تو بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کر رہے تھے اے ہمارے پالنے والے ہماری اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرما تو ہی تو سننے والا اور جاننے والا ہے اے ہمارے پالنے والے ہمیں اپنا مسلم مطیع بنائے رکھنا اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو اُمّتِ مسلمہ قرار دے۔ پالنے والے ہمیں ہمارے مناسک حج دکھلا اور ہمارے رجوع کو قبول فرما در حالیکہ تو رجوع کو بہت ہی قبول کرنے والا ہے اے ہمارے پالنے والے اسی اُمّتِ مسلمہ میں سے ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان میں سے ہی ہو وہ تیری آیات کو ان پر پڑھے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاک و پاکیزہ بنائے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ یہ دعا دو جلیل الشان نبیوں کی دعا ہے ابراہیم خلیل اللہ اور اسمٰعیل ذبیح اللہ کی دعا ہے۔ نبیوں کی دعا ایسی نہیں ہوتی جیسے ہم غیر معصوموں کی دعا ہوتی ہے ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے۔

www.khwajalateefansari.com

لا یجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ (سورہ نور پ ۱۸ ع ۱۵ آیت ۶۴) رسول کی دعا کو تم اپنے درمیان ایسا قرار نہ دو جیسا تم میں سے بعض بعض کو پکارتا ہے۔

انبیاء و رسل معصوم ہوتے ہیں دعا کی قبولیت میں گناہ و عصیان رکاوٹ ہوتے ہیں اور وہ گناہ و عصیان سے منزّہ ہوتے ہیں اسی لئے

ع — اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

خدا کے دروازے سے دعا کی قبولیت اُن کے استقبال کے لئے آتی ہے نیز انبیاء جن امور میں دعا کرتے ہیں وہ امور خیر ہوتے ہیں نیز انبیاء و رسل کی شان یہ ہے۔

عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون (سورہ انبیاء پ ۱۷ ع ۲ آیت ۲۸) وہ خدا کے قابل تکریم بندے ہیں بات کہنے میں پہل نہیں کرتے جو اُس کا حکم ہو اُسی پر عمل کرتے ہیں وہ کوئی بات ہو یا دعا ہو اُس کے کہنے میں سبقت نہیں کرتے جب کہ خدا کی طرف سے حکم نہ آجائے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اُن کی دعائیں منشاء الٰہی کے مطابق ہوتی ہیں اور اُسی کے حکم سے ہوتی ہیں تو پھر وہ شرفِ قبولیت حاصل کیوں نہ کریں۔ حضرت اسمٰعیلؑ و حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا تھی جس میں اُن کا حق شامل تھا چونکہ وہ دعا اَجر تھی اور اس معبود کے سامنے دعا تھی جس کی شان یہ تھی کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (سورہ التوبہ پ ۱۱ ع ۴ آیت ۱۲۲)

اللہ تعالٰی نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اس دعا میں تعمیر بیت اللہ کا اجر تھا وہ بیت اللہ جو مبارک ہے اور عالمین کے لئے ہدایت کا باعث ہے اُس میں روشن نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور وہ مأمن خلائق ہے جو اس بیت میں داخل ہو جائے وہ امن و سکون میں آجاتا ہے۔ مرکز توحید ہے مثابۂ انام ہے ایسے مکان کی تعمیر کا اجر اتنا ہی بلند و برتر ہوگا جتنا وہ مکان بلند و برتر ہے حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے اجر میں جو چیز طلب کی تھی وہ یہ تھی کہ ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع) بنائے رکھنا اور ہماری ذرّیت میں سے بھی اُمّت مسلمہ قرار دے۔ جس اسلام کو دو جلیل الشان نبیؑ

اجر کے طور پر طلب کر رہے ہیں وہ وہ اسلام نہیں جو عوام کا اسلام ہے جس کے متعلق خالقِ عالم فرماتا ہے قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم (سورہ الحجرات پ۲۶ ع۱۴ آیت ۱۵)

اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے رسول ان سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم اسلام لائے ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان کا درجہ بلند ہے اور اس اسلام کا درجہ ایمان کے بعد ہے اسلام زبانی، لسانی ہے اُس کا تعلق زبان سے ہے اور ایمان کا تعلق دل سے ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اسلام طلب کیا جب کہ وہ درجۂ نبوت و رسالت پر فائز تھے اُن کا اسلام کا مطالبہ ایسے اسلام سے بہت بلند و برتر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا اس وقت کی جب کہ بڑھاپے میں حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہو چکے تھے اُن کی بڑھاپے کی پیدائش پر قرآن کی یہ آیت شاہد ناطق ہے۔ الحمد للّٰہ الّذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق ان ربّی لسمیع الدعآء (سورہ ابراہیم پ۱۳ ع۱۷ آیت ۴۰)

تعریف اس خدا کے لئے ہی ہے جس نے اس کبر سنی میں مجھے اسمٰعیل و اسحاقؑ عطا فرمائے۔ تحقیق میرا پروردگار دعا کے سننے والا ہے۔ دعا کا وقت وہ تھا جب کہ حضرت ابراہیمؑ سن بلوغت کو پہنچ کر تعمیر کعبہ میں اپنے والد کے شریک و سہیم تھے یہ ظاہر ہے کہ اس وقت سے بہت پہلے حضرت ابراہیمؑ نبوت و رسالت، خلّت و امامت پر فائز تھے جو ان مراتب و مناصب ربّانیہ پر فائز ہو وہ تعمیر کعبہ کے وقت اسلام کا مطالبہ کرے وہ کیا ہوگا؟ یہ ظاہر ہے کہ وہ اسلام عصمت ہے عصمت پر قیام و دوام ہے اور ایسے اعمال کی توفیق ہے جو عصمت کے شایانِ شان ہوں۔ یہ ہے وہ اسلام جو فاطمینوں نے طلب کیا اور یہی اسلام اپنی ذریت کے لئے طلب کیا کہ وہ ایسی ہی اُمّت مسلمہ ہو اُمّتِ مسلمہ کا اسلام اس دعا کے لحاظ سے ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا تھا وہ بلا واسطہ تھا اس اسلام کی دعوت خدا کے سوا کسی اور نے نہیں دی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین (سورہ البقرہ پ۱ ع۱۶ آیت ۱۳۲)

حضرت ابراہیم سے اس کے پروردگار نے کہا کہ اسلام لاؤ انہوں نے عرض کیا کہ میں عالمین کے رب پر ایمان لایا یہ وہی اسلام تھا جس کے متعلق خالقِ عالم ارشاد فرماتا ہے بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔

سورۃ البقرہ پ۱ ع ۱۳ آیت ۱۱۳)

جس نے اپنے چہرے کو اطاعتِ الٰہی میں دیدیا اور وہ نیک عمل کرنے والا ہے اُس کا اس کے پالنے والے کے نزدیک اجر ہے نہ اس پر کوئی ایسا خوف طاری ہوتا ہے جو زمانہ آئندہ میں آنے والا ہو اور نہ گذشتہ اعمال پر حزن و ملال ہوتا ہے ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اسلام عصمت کا مترادف ہے عام مسلمانوں کے علماء معنی اسلام کی توضیح اس طرح کرتے ہیں من اسلم رأسہ یا من اسلم عنقہ مسلمان وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے سر یا اپنی گردن جھکا دے قرآن حکیم اور عترتِ طاہرہ نے اس نظریہ کو نہیں اپنایا بلکہ قرآن کا نظریہ یہ ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے چہرے کو خدا کی اطاعت میں جھکا دے سر اور گردن تشدد سے جھکا کرتی ہیں جیسا کہ فتح مکہ کے دن بنی امیہ کی گردنیں جھک گئیں جن کے متعلق جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے ما اسلموا ولکن استسلموا (نہج البلاغہ)

وہ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ انہوں نے اسلام کے غلبہ سے اپنی گردنوں کو جھکا دیا تھا وجہ کا لفظ جس کے معنی چہرہ کے ہیں توجہ کے مشتقات سے ہے لفظ وجہ وہ اسم ہے جس کے ذریعے سے توجہ کو جانچا جاتا ہے اگر ایک خطیب یہ معلوم کرنا چاہے کہ اُس کے سامعین اُس کے بیان کو توجہ سے سن رہے ہیں یا نہیں تو ان کے چہرے بتلائیں گے اور اگر سامعین یہ دیکھنا چاہیں کہ خطیب توجہ سے بیان کر رہا ہے تو خطیب کا چہرہ بتلائے گا توجہ کیا ہے اس کو علم نفسیات نے اس طرح بیان کیا ہے

HULMAN· MIND · POSSES · A · POWER · OF · CONCTINGEN

TRAALL · ITS · FACULTIES · WE · CALL · ATTENTION·

نفس انسانی میں اپنی صلاحیتوں اپنی قابلیتوں اور اپنی طاقتوں کو ایک مرکز پر لانے کی طاقت ہے

جسے ترجمہ کہتے ہیں اس لحاظ سے اسلام کی تعریف یہ ہوگی کہ اپنی قابلیتوں یعنی تامّل، فہم و فراست، دانائی، جذبات، وجدانات اور جبلتوں کو ایک مرکز پر لاکر خدا کی اطاعت میں دے دینا اسلام ہے اور اسی کو ترعصمت کہتے ہیں۔ اسلام کے معنی اپنے آپ کو کلیتہً خدا کے سپرد کرنا ہے اور اسی کو عصمت کہتے ہیں خداوند عالم اس کے بعد اسی آیہ (دعا ابراہیم و اسمٰعیل) میں حکایۃً ارشاد فرماتا ہے کہ اس اُمّتِ مسلمہ میں جن کا اسلام مترادفِ عصمت ہو رسول کو مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اُمّتِ مسلمہ وقت بعثت موجود تھی۔ وقت بعثت اُمّتِ مسلمہ کے جو افراد موجود تھے ان میں علیؑ مرتضیٰ اور سیّدہ طاہرہ تھیں جو دونوں عصمتِ کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے ان کے علاوہ حضرت ابوطالبؑ تھے حضرت فاطمہ بنت اسد تھیں اور حضرت خدیجہ طاہرہ تھیں۔ خدیجہ طاہرہ کی عصمت قرآن مجید کی ایک اور آیت سے بھی ثابت ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (سورہ الضحیٰ پ ۳۰ ع ۱۸ آیت ۹)

اے رسول ہم نے تجھے مفلس پایا پس غنی کر دیا بمال خدیجۃ الکبریٰ یعنی خدیجۃ الکبریٰ کے مال سے غنی کر دیا۔ اس آیت میں ربّ العزّت نے خدیجۃ الکبریٰ کے فعل کو اپنا کر رسولؐ اللہ پر احسان جتلایا ہے جس کے فعل کو اللہ تعالیٰ اپنا فعل کہے وہ معصوم ہوتا ہے جیسا کہ ہم اس سے پیشتر ثابت کر چکے ہیں۔ حضرت ابوطالبؑ اور حضرت فاطمہ بنت اسد اُس اُمّتِ مسلمہ سے تھے جو مترادفِ عصمت ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوطالب معصوم تھے گو ان کی عصمت عصمتِ صغریٰ ہو۔ فھو المطلوب الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وآلہ الطیبین المعصومین

دلیل نمبر ۳

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (سورہ عنکبوت پ ۲۰ ع ۱۵ آیت ۲۷)

اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کئے اور اس کی ذرّیت میں نبوت اور کتاب کو قرار دیا اور ہم نے دنیا میں اس کو اجر عطا کیا اور آخرت میں وہ خدا کے صالح بندوں میں سے ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ توارثِ صفات کے لحاظ سے ذرّیتِ ابراہیم میں یہ صلاحیت تھی کہ ان میں نبوت و کتاب کو رکھا جائے اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں

ذریت ابراہیم میں ودیعت رکھی ہیں نبوت وکتاب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کے لحاظ سے دو شاخیں ہیں بنی اسرائیل یعنی اولاد اسحاقؑ اور بنی اسمٰعیل یعنی اولاد حضرت اسمٰعیلؑ اولاد اسحاقؑ میں وہ سب نبیؑ ہوئے جن کا قرآن حکیم میں ذکر ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے جو نبیؐ تھے وہ صرف دُرِ یکتا و یگانہ بحر نبوت و رسالت دُرِّ یتیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوئے اور اس سلسلے میں اوصیاء حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیلؑ یعنی آبائے طاہرین سرکار رسالت اور سرکار ولایت تھے صحف وکتب الٰہیہ اوصیاء انبیاء کے ہی سپرد کی جاتی ہیں اس لئے صحف وکتب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اوصیاء کے سپرد ہوئیں جو نبی نہیں تھے گویا اس آیہ کے مطابق کتاب ان اوصیاء کے پاس رکھی گئی، دنیا کا یہ اصول ہے کہ انسان بھی جب کسی امانت کو کسی کے پاس ودیعت رکھتے ہیں تو اس کے پاس رکھتے ہیں جو خائن نہ ہو بداعمال نہ ہو بلکہ صادق و امین ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی امانتیں عظیم یعنی صحف وکتب کو غیر معصوم کے سپرد کس طرح کرے گا جب کہ وہ حکیم علی الاطلاق ہے ان اوصیاء میں حضرت ابوطالب علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے آخری وصّی تھے اور صحف وکتب کی امانت ان کے سپرد تھی تو وہ غیر معصوم نہیں تھے ولو کان ان کی عصمت "عصمت صغریٰ" ہو۔ اس آیت سے ان کی عصمت ثابت ہے لوھوالمطلوب

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین وآلہ الطیبین الطاھرین المعصومین۔

دلیل نمبر ۴

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اٰتَیْنَآ اٰلَ ابراھیم الکتاب والحکمۃ وَ اٰتیناھم ملکاً عظیماً (سورہ النساء پ ۵ ع ۵ آیت ۵۵)

کیا وہ لوگ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ہم نے اُن کو ملک عظیم عطا کیا۔ اس آیہ مبارکہ میں اس امر کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم عطا کیا۔

آل کو مفہوم کو ہم اپنی اس تالیف میں بالوضاحت بیان کر چکے ہیں جو چیزیں انہیں عطا ہوئیں وہ

کتاب اور حکمت ہے یعنی کتاب اور اس کے احکام کے ساتھ جو حکمتیں وابستہ ہیں وہ عطا کیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حسن و قبح اشیاء عقلی ہے جو شیعہ کا عقیدہ ہے اور انہیں ملک عظیم عطا کیا یعنی وہ حکومت جو دلوں پر ہوا کرتی ہے اس آیہ مبارکہ میں یہ ذکر ہے کہ یہ تینوں چیزیں آل ابراہیم کو عطا ہوئی ہیں۔ آل ابراہیم میں بنی اسرائیل بھی ہیں اور بنی اسمٰعیل بھی بنی امیہ عبد مناف کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اگر وہ ہوں بھی تو وہ کافر اور مشرک ہونے کی وجہ سے آل ابراہیم سے خارج ہو گئے اور جو کرامتیں آل ابراہیم کو یعنی آباء طاہرین محمد مصطفےٰ کو اور بنی ہاشم کو عطا ہوئی تھیں وہ اُس پر ہمیشہ حسرت کرتے رہے ہیں عبد الشمس۔ اُمیہ اور ابوسفیان اور اس کی اولاد جو لباس اسلام رکھتی تھی جس کا اللہ نے قالت الاعراب والی آیت میں ذکر کیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جسے کتاب اور اس کی حکمتیں عطا ہوں یہ عطیہ کسی ناقابلِ اعتبار شخص کو عطا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کو عطا ہو گا جو عصمت کبریٰ یا عصمتِ صغریٰ پر فائز ہو حضرت ابوطالبؑ آلِ ابراہیم سے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ ابوطالبؑ معصوم تھے اگرچہ معصوم اصغر ہوں وھو المطلوب۔

آل محمدؐ اور آل عمران بھی آلِ ابراہیم میں داخل ہیں وہ آل ابراہیم بھی ہیں آلِ عمران بھی ہیں یہ ملکِ عظیم کے عطیہ کا جو ذکر ہے یہ آل ابراہیم اور آل محمدؐ کے حجیت آخری القائم المنتظر مہدیؑ برحق کے ظہور پر ظہور پذیر ہو گا چنانچہ توراۃ کے باب پیدائش میں جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر ہے وہاں پر اس دعا کا بھی ذکر ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کے لئے کی تھی دعا قبول ہوئی جس کا ذکر اس طرح پر ہے۔

ہم نے اسمٰعیلؑ کے متعلق تیری دعا کو سنا ہم اُسے برکت (رحمت) عطا کریں گے اس کی اولاد سے بارہ ۱۲ سردار ہوں گے۔ بارہویں سردار یہی صاحب عصر امام برحق القائم المنتظر ہیں اور اس ملک عظیم کا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۱۲ میں اُس جگہ ہے جہاں سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا ذکر ہے وہاں ارشاد ربانی ہے کہ اُس کا بیٹا لوہے کے عصا سے دنیا پر حکومت کرے گا اور اس ملک عظیم کا ذکر صادق آل محمدؐ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح فرمایا ہے۔

۵ وَلِکُلِّ اُنَاسٍ دَوْلَۃٌ یرقبون لہا
وَدولتنا فی آخر الدھر یظھر

ہر قوم کے لئے سلطنت ہے جس کی وہ اُمید رکھتے ہیں اور ہماری سلطنت زمانے کے آخر میں ظاہر ہوگی دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی انجیل میں اسی حکومت کو آسمانی بادشاہت کہا گیا ہے عجل اللہ فرجہ۔

دلیل نمبر ۵ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ۔ (سورہ فاطر پ ۲۲ ع ۱۶ آیت ۳۲)

اس آیہ وافی ہدایہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پاکیزگی کے لحاظ سے چنا یعنی وارثانِ کتاب پاکیزگی میں چنے ہوئے معصوم بندے تھے اس کے بعد اللہ نے عبادنا کی توضیح کی ہے کہ ہمارے بندے اپنے نفس پر ظالم بھی ہوتے ہیں اور درمیانے درجے کے لوگ بھی ہوتے ہیں یعنی ایسے غیر معصوم کہ اُن سے افعال نیک بھی ہوتے ہیں اور خیرات میں سبقت کرنے والے بھی مگر وارثِ کتاب وہی ہوتے ہیں جنہیں ہم نے پاکیزگی کے لئے چنا اور وہ اعمالِ خیر میں سبقت کیا کرتے ہیں دنیا کے انسان اپنی وراثت کو اُسی کے سپرد کرتے ہیں جو اولاد میں اس وراثت کو اپنے حُسنِ اعمال سے ٹھیک رکھ سکے لیکن جو ٹھیک نہ رکھ سکے اور والدین کو اس کی بدعملیوں کا یقین ہو جائے تو اُسے عاق کر دیتے ہیں حضرت ذکریا علیہ السلام نے جو دعا اپنے وارث کے لئے کی تھی اُس کے الفاظ یہ ہیں فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا۔ (سورہ مریم پ ۱۶ ع ۱ آیت ۶)

پالنے والے مجھے اپنے پاس سے ولی عطا فرما جو میرا وارث ہو اور آلِ یعقوب کا وارث ہو اور اس کو رضی یعنی نیک بنا۔

حضرت ذکریاؑ کے پاس دنیاوی وراثت بھی تھی اور وراثت روحانیہ نبوّیہ بھی لہذا دعا یہ تھی کہ ان وراثتوں کا جو شخص وارث ہو وہ نیک ہو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کتاب جیسی چیز کا اُسے

ہی وارث قرار دے گا جو نیک، صالح اور رضیؑ ہو لیں صحف و کتب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے لئے عقلاً اور شرعاً ایسے وارث ہونے چاہئیں جو معصوم ہوں چونکہ حضرت ابو طالبؑ ان کتب و صحف کے وارث تھے اس لئے اُن کا معصوم ہونا ضروری ہے اگرچہ معصوم اصغر ہوں۔ وھو المطلوب الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین۔

دلیل نمبر ۱۹ یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ آلِ عمران پ۳ رکوع ۱۲ آیت ۴۳)

اے مریم اللہ تعالیٰ نے تجھے پاکیزگی میں چنا اور پاک رکھا اور تمام عالمین کی عورتوں پہ پاکیزگی کے لحاظ سے تجھے منتخب کیا۔

جناب مریم سلام اللہ علیہا جو طاہرہ اور بتول کے القابات سے سربلند اور سرفراز تھیں تمام اسلامی فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ صاحب عصمت تھیں، معصومہ تھیں اُن کی عصمت کو جہاں اصطفیٰ کے لفظ سے بیان کیا وہاں طَھَّرَ کے الفاظ سے بھی بیان کیا ہے۔ حضرت مریم کا شوہر نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا چونکہ معصومہ کا شوہر معصوم ہی ہو سکتا ہے ورنہ احکام الہیہ میں تضاد لازم آئے گا۔ قانون شریعت کے لحاظ سے شوہر مطاع ہے اور بیوی مطیع ہے مگر کوئی غیر معصوم کسی معصومہ کا مطاع نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مطیع رہے گا اس تضاد کے مدنظر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کا کوئی شوہر ہونے نہیں دیا حضرت ذکریاؑ اس زمانے میں صرف ایک معصوم تھے جن کا عقد حضرت مریمؑ کی بہن سے ہو چکا تھا۔ اور جمع بین الاختین شریعت میں جائز نہیں اس لئے گویا اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اے مریمؑ میں تجھ معصومہ کو کسی غیر معصوم کے عقد میں نہیں دوں گا اگرچہ عادت جاریہ کے خلاف مجھے بغیر باپ کے تجھے بیٹا دینا پڑے چنانچہ دیا اور حضرت عیسیٰ روح اللہ کی ولادت معجزۃً عادت جاریہ کے خلاف ہوئی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد طاہرہ تھیں، چونکہ اُن کے بیٹے کی ولادت اس بیت اللہ میں ہوئی جس کے متعلق دو نبیوں کو طاہر و پاک رکھنے کا حکم تھا اُن کا طاہر ہونا عملاً اس طرح پر ثابت ہوا کہ وہ نفاس کی نجاست سے منزہ و طاہرہ تھیں روایات میں یہ ہے کہ انہوں نے تین راتیں بیت اللہ

میں بسر کیں جیسا کہ لفظ بیت اللہ سے ظاہر ہے کہ وہ رات بسر کرنے کا مکان ہے۔ اللہ کے نقیب اور اس کی والدہ نے رات بسر کی اس کی وجہ سے اس پر "بیت"، کا اطلاق ہوا اللہ تو حدود و مکانیہ سے پاک و منزہ ہے اس کی شان لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ہے۔ رات بسر کرنے والے بھی اتنے پاک تھے کہ وہ دوران قیام در بیت اللہ نجاسات حسیہ سے بھی پاک رہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ فاطمہ بنت اسد طاہرہ تھیں اس لئے اگر ابو طالبؑ غیر طاہر اور غیر معصوم ہوتے تو سنت الہیہ کے مطابق جو مریمؑ کے واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے ان کا نکاح ابو طالبؑ سے نہیں ہو سکتا تھا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (سورہ الفتح پ ۲۶ رکوع ۱۱ آیت ۲۴)

سرکار رسالتؐ ایسی عورت سے جو مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر یا مشرک ہو تو ان دونوں میں جدائی کر دیتے تھے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں حضرت ابو طالبؑ کی موت تک فاطمہ بنت اسد ان کے عقد میں رہیں اس سے ثابت ہوا کہ ابو طالبؑ بھی طاہر تھے جیسا کہ ہم گذشتہ آیات میں ان کی عصمت کو بیان کر چکے ہیں اس واقعہ سے بھی ان کی عصمت صغریٰ اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔

وهو المطلوب والحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين واولاده الطاهرين المعصومين۔

دلیل نمبر ۷

لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔
(سورہ بلد پارہ ۳۰ رکوع ۱۵ آیت ۴)

مجھے اس شہر مکہ کی قسم درحالیکہ تم اسی شہر میں اترے ہوئے ہو اور والد کی قسم اور اس بیٹے کی قسم جس کو اس نے جنا۔

رب العزت نے قرآن حکیم میں قسمیں اسطرح کھائیں وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِينِ۔

مجھے قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور اس شہر کی جو مامن خلق ہے۔ رب العزت جب کسی چیز کی قسم کھائے تو مخلوق کی قسم پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے عام طور پر لوگ اعتبار قائم کرنے کے لئے سچا بننے کے لئے اور اپنے سے کذب و افتراء کے شبہات دور کرنے کے لئے قسم کھاتے

www.khwajanteeqansari.com

ہیں۔ اللہ کا قسم کھانا ان امور کے لئے نہیں ہوتا کیونکہ اس کی شان ان امور سے بالاو برتر ہے ہاں قسم محبت کے لئے بھی کھائی جاتی ہے جیسا کہ باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے بوجھک یا بنی بیٹا مجھے تیرے چہرے کی قسم۔ عشق مجازی میں شاعروں نے اسی مظہر محبت کی قسمیں کھائی ہیں مثلاً ایک شاعر کہتا ہے

قسم انگڑائی کی جب مرکز رفعت پہ آتی ہے
تو حسن دلربا سے بجلیاں دل پر گراتی ہے

اسی شعر کے خیال کو بغیر قسم کے ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے ان دونوں شعروں میں توارد ہے۔

اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن
بھولتا نہیں عالم تیری انگڑائی کا،

قسم تیر نظر کی دل میں گڑھ کر زنگ لاتا ہے
اثر سے اپنے وارفتہ و دیوانہ بناتا ہے

اسی مضمون پر غالب کا شعر ہے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ان مجازی عشق کی قسموں کو سرکار رسالت محمد مصطفٰے نے اپنی ہادیانہ شان میں اس طرح بیان کیا ہے النظر سھم من سھام الشیطان۔ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو محبوب ہو جس سے محبت ہو اس کے اظہار محبت کے لئے قسم کھائی جاتی ہے سرکار احدیت کی اس قسم کی قسمیں قرآن مجید میں موجود ہیں وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔

(سورہ الشمس پ ۳۰ ع ۱۶ آیت ۲-۱)

قسم ہے مجھے شمس کی، شمس سے مراد شمس رسالت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قسم ہے مجھے اس کی روشنی کی روشنی سے مراد ہیکر نورانیت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں جن کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑی ہو جاتی تھیں تو مدینے کے در و دیوار

زنگار زنگ روشنیوں سے منور ہو جاتے تھے اور قسم ہے چاند کی جب کہ وہ شمس رسالت کے پیچھے بلا فصل آئے۔ قمر سے مراد قمر امامت و ولایت حضرت علی مرتضیٰ ہیں جیسا کہ سورہ ہود کی اس آیہ سے ظاہر ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ (سورہ ہود پ ۱۲ ع ۲ آیت ۱۸) وہ ذات قدسی صفات جو قرآن کی الہامی مسکت خصم دلیل لایا اور اس کی صداقت کا گواہ اس کے پیچھے پیچھے بلا فصل آتا ہے جو اسی کے نور کا حصہ ہے کیا ان دونوں کے برابر کوئی ہو سکتا ہے ! مِنْہُ سے ظاہر ہے کہ اگر مِن جنسیہ ہے تو علی مرتضیٰ اس جنس سے ہیں جس سے محمد مصطفےٰ اور اگر مِن تبعیضیہ ہے تو اس سے مراد علی مرتضیٰ محمد مصطفےٰ کا حصہ ہیں جیسا کہ حدیث انا وعلی من نور واحد سے ظاہر ہے اور اگر مِن بدلیہ ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰ حضور سرور کائنات کا بدل ہیں۔

قسم اظہار محبت کے علاوہ کسی غم آگیں اور المناک واقعہ کے اظہار کے لئے بھی آتی ہے تاکہ اس واقعہ کا دل پر نیک اثر پڑے چونکہ جذبہ غم مصلح انسانیت ہے لہذا شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے اس سلسلے میں کہا ہے۔

قسم اس موت کی اٹھتی جوانی میں جو آتی ہے
عروس نو کو بیوہ ماں کو دیوانہ بناتی ہے

رب العزت نے غم انگیز واقعات کے سلسلے میں بھی قسمیں کھائی ہیں چنانچہ والفجر ولیالٍ عشرٍ قسم ہے مجھے نماز فجر کی جو امام حسینؑ نے شب زندہ دار رہ کر ساری رات عبادت میں گزاری اور پھر نماز فجر بھی ایسے خشوع و خضوع سے ادا کی جس کی مثال عالم میں معدوم ہے اور قسم ہے دس راتوں کی جو امام حسین علیہ السلام نے بقائے دین کے لئے انتہائی مصائب میں بسر کر کے گزاریں والعصر قسم ہے اس نماز عصر کی جو ایسے سجدے میں جاری تھی اور ختم نہ ہوئی کہ سر سجدے میں تھا اور روح پرواز کر گئی ان قسموں کی تفصیل آپ ہماری تالیف کربلا کی کہانی قرآن کی زبانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.khwajalateefarsari.com

معنونہ آیت میں خداوند عالم نے تین شخصیتوں کی قسم کھائی ہے قرآن کا قرینۂ صارفہ بتلاتا ہے کہ یہ تینوں بزرگوار ایک ہی زمانہ میں ہوئے اور ایک دوسرے سے ربط رکھتے اور وابستہ تھے آپ باقی روایتوں میں نہ جائیں بلکہ اس قرینۂ صارفہ پر غور کریں فرمایا میں یہ قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ اے حبیب تو اس سرزمین میں اترا ہے اور تیرے اقدام میمنت التزام اس زمین کو مس کر رہے ہیں اور انہی کی برکت سے یہ شہر مرکزِ توحید، مأمن خلق اور بیت اللہ ہو گیا اور یہاں سے توحید کی وہ صدا بلند ہوئی جس سے تمام روئے زمین گونج اُٹھی تو یہ تیری محبت کی وجہ سے اور جو دین اسلام کے پھیلانے میں تجھے مصائب آئے اور ایذائیں پہنچیں اُن کی وجہ سے ہیں اس شہر کی قسمیں کھاتا ہوں گویا یہ قسم قسمِ محبت بھی ہے اور غم آگین واقعات کا یاد دلانا بھی مطلوب ہے اور قسم ہے والد کی جو اس مَا وَلَدَ یعنی مولود کعبہ کا والد ہے اس سے اس لئے محبت ہے کہ اس کے وقار میں اسلام پیدا ہوا اور پھولا پھلا اس عبادت کی وجہ سے بھی ہے جو اس نے اپنی جان پر اور اپنی اولاد کی جان پر کھیل کر کی ہے اور یہ اُن غمگین واقعات کو یاد دلانے کی وجہ سے بھی ہے جو اس پر اور بنی ہاشم پر شعبِ ابی طالب میں گذرے جس میں خدیجۃ الکبریٰ اور ابوطالب کا مال صرف ہوا حالانکہ بڑی بڑی ہستیاں مسلمان ہو چکی تھیں مگر ان کی مالی امداد ہمیں کسی تاریخ میں نہیں ملتی گویا اس کی اور رسول اللہ کی محبت کی قسم کا اظہار ہے اور ان واقعات کو یاد دلانا ہے جو ان شخصیتوں پر (جن کی قسم کھائی گئی ہے) گزرے ہیں اب مَا وَلَدَ کی قسم ہیں وہ واقعات ہیں جو مَا وَلَدَ پر سایۂ رسالت میں گذرے ہمارے خاندان کے مایۂ ناز اور نامور شاعر مولانا الطاف حسین حالیؔ مسدس میں کہتے ہیں۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلے خدا کا　　خلیل اک معمار تھا جس بنا کا

ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا　　کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا

وہ اک بت پرستوں کا معبد نیا تھا

جہاں تین سو ساٹھ بت پوج رہا تھا

www.khwajatetansari.com

فتحِ مکہ

مکے کا جلاوطن نبیؐ حبیبِ جلالِ ربانی سے اپنے وصی کو اپنے سائے میں لئے ہوئے مکہ میں داخل ہوا تو مکے کے وہ لوگ جو رسولؐ اللہ سے برسرِ پیکار رہتے اور ان پر ظلم پر ظلم ڈھاتے تھے اللہ کی قوتِ قاہرہ سے آج سر جھکائے کھڑے تھے سراپا رحمت رسولؐ نے پوچھا کہو تم میرے متعلق کیا گمان رکھتے ہو انہوں نے کہا انت کریم و ابن الکریم تو کریم ہے اور کریم کا بیٹا ہے زبانِ رحمت نے ان اعداء سے جو قوتِ قاہرہ سے دبے ہوئے تھے کہا لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء آج تمہارے لئے کوئی سزا نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ لہذا اس واقعہ کو یاد دلانے کے لئے قسم کھائی گئی۔

سرکارِ رسالتؐ اپنے خلیفہ اور وصی کو ساتھ لئے بیت اللہ میں داخل ہوئے تو عجیب حالت دیکھی کائنات کی ترتیب بدل چکی تھی اشرف المخلوقات انسان اس قدر قعرِ مذلت میں گر چکا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا سمجھ کر ان کے آگے پرستش کے لئے گرتا تھا۔ کائنات کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے نیچے جمادات اس کے اوپر نباتات۔ نباتات کے اوپر حیوانات اور حیوانات سے بلند و برتر اشرف المخلوقات انسان ہے۔ انسان اپنے شرف سے گرا تو حیوانات کی پرستش کرنے لگا گائے کو اور سانپ کو پوجنے لگا اور نیچے گرا تو نباتات یعنی درختوں کی پرستش کرنے لگا۔ بڑ، پیپل اور جنڈ کی پوجا کرتے لگا اور نیچے گرا تو جمادات کے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرنے لگا۔

بُت شکنی

سرکارِ رسالت اس ترتیب کو درست کرنا چاہتے تھے اور عملاً انسان کو اس کے بلند مقام پر دکھانا چاہتے تھے ہاتھ میں عصا لئے ہوئے خانہ کعبہ میں جو بتوں سے اٹا پڑا تھا داخل ہوئے عصا کے اشارے سے جاء الحق وزھق الباطل فرماتے اور بت چور چور ہو کر گر پڑتے زمین پر زمین دوز بت جب ختم ہو گئے تو ان بتوں کی طرف توجہ فرمائی جو در و دیوار پر اڑے ہوئے تھے چاہتے تو اسی انداز سے ان بتوں کو چکنا چور کر دیتے مگر فرمایا یا علیؑ میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ۔ مولائے کائنات جو بھائی بھی تھے اور داماد بھی حفظِ مراتب سے

کہا کرتے تھے انا عبد من عبید محمدؐ میں محمدؐ مصطفٰے کے غلاموں سے ایک غلام ہوں مولا آپ ؐ میرے کاندھے پر سوار ہو جایئے مگر رسولؐ اللہ نے اسے قبول نہ کیا اور علی علیہ السلام کو زیر دوش فرما کر بتوں کا قلع قمع کرنا چاہا اس شرف کو جو علیؑ مرتضٰی کو حاصل ہوا اس پہ پردہ ڈالنے کے لئے مخالفین نے ایک روایت وضع کی ہے کہ زبان وحی ترجمان نے فرمایا علیؑ میں امامت کے بوجھ کو اٹھا سکتا ہوں اور تم بارِ نبوت کو نہیں اٹھا سکتے اس حدیث کی ضعیف ظاہر ہے رسولؐ اللہ گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہوتے رہے اور اگر ضرورت پڑی تو ایک روایت کی رُو سے ضعیف العمر حضرت ابو بکر کے کاندھوں پر بھی سوار ہوئے اور انہوں نے ضعف پیری کے باوجود اٹھایا تو پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ لا فتیٰ الا علیؑ بارِ نبوت کو نہ اٹھا سکے۔ اگر آقا غلام کے کندھوں پر سوار ہو جائے تو کیا شرف ہے ہاں شرف یہ ہے کہ اپنے آپ کو غلام کہنے والا آقا کے کاندھوں پہ سوار ہو۔ اس منظر کو ایک فارسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ع علیؑ بر دوشِ احمدؐ چشم بد دور عیاں شد معنیٔ نورٌ علیٰ نور

علیؑ احمدؐ مجتبیٰ کے کاندھے پر سوار تھے اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ نور نور پہ موجود ہے۔ ہمارے استاذ الاساتذہ مفتی میر محمد عباس اعلی اللہ مقامہٗ اسی شرف پر فرماتے ہیں۔

ے بو چوں کتفِ نبیؐ بالاتر از عرش بریں
زاں سبب شد جائے پایت یا امیر المومنینؑ

شبِ معراج رسول اللہ کا کاندھا ایک قدِ آدم عرش سے بلند تھا اس لئے یا امیر المومنینؑ تیرے پاؤں کو یہ بلندی نصیب ہوئی سرکار رسالتؐ نے کائنات کی ترتیب کو اس طرح صحیح کیا کہ جمادات زمین دوز ہوئی اور معصوم انسان اس بلندی پہ پہنچا یہ مسلمہ ہے کہ علیؑ کی خانہ کعبہ میں ولادت علیؑ کا شرف ہے مگر اس قسم مَا وَلَدَ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ علیؑ کا مولود کعبہ ہونا خانہ کعبہ کا شرف ہے حضرت ابو طالبؑ کی جو اللہ نے قسم کھائی ہے وہ اس لئے ہے کہ جب تک ابو طالبؑ زندہ رہے اس شان سے رسولؐ کی حفاظت کی کہ آپ کو ہجرت نہ کرنا پڑی ابو طالبؑ کی وفات

کے بعد مصیبت کے پہاڑ ختم رسالتؐ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں جلا وطن ہو کر مکہ معظمہ سے رخصت ہونا پڑا۔ جس ابوطالبؑ کی قسم خدا کھائے ماننا پڑے گا کہ یقیناً وہ محبوب خدا ہے۔ غیر معصوم گناہ کر کے مغضوب خدا ہو جاتا ہے پس اسی سے محبوب خدا کی عصمت ظاہر ہو رہی ہے وھو المطلوبُ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والرُسل وآلہ الطاھرین الطیبین المعصومین۔

دلیل نمبر ۴

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

(سورہ الزمر پ ۲۴ رکوع ۱ آیت ۳۴)

وہ ذات قدسی صفات یعنی رسول اکرمؐ جو سچائی لے کر آئے اور وہ جنہوں نے اس صداقت کی تصدیق کی وہی متقون ہیں۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے جب ضمیر جمع غائب اپنے مرجع اسم جمع سے مقدم ہو تو فائدہ حصر دیتی ہے اس قاعدۂ عربیہ کی رُو سے ثابت ہوا کہ صداقت لانے والا اور اس کی تصدیق کرنے والے ہی صرف متقی ہیں تقویٰ کی کئی قسمیں ہیں سرکار رسالتؐ کا تقویٰ وہ عصمت ہے لہٰذا جو اُن کی تصدیق کرنے والے ہیں وہی لوگ اس خاص تقویٰ کے مستحق ہیں اور کوئی نہیں ہم اپنی دوسری دلیل میں ثابت کر آئے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کا بعثتِ رسولِ اکرمؐ ارواحنا لہٗ الفدا سے پہلے موجود ہونا ضروری تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ موجودگی تصدیق رسالت کے لئے تھی۔ اور جو تقویٰ اس آیت میں مقصود ہے یعنی عصمت، اور حصر بتلاتا ہے کہ جو تقویٰ سرور کائنات کے لئے مخصوص ہے وہی تقویٰ ان تصدیق کرنے والوں کے لئے بھی مقصود ہے اہل سنت کی کتاب مناقب الصحابہ للعلامہ ابوبکر سیتلانی کا ایک باب ہے جس میں انہوں نے بتلایا ہے کہ جو سوالات دوسرے صحابہ سے دریافت کئے جائیں اور وہ جواب دیں اور انہی سوالوں کا جواب جو علیؑ مرتضیٰ دے تو اُن میں اور صحابہ کے جواب دینے میں علمی طور پر بڑا فرق ہوتا ہے چنانچہ اس باب میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ بعض لوگوں نے شاگرد جناب امیرالمومنینؑ عبداللہ بن عباس سے چند سوالات دریافت

کئے تو جنابِ امیرؑ نے اُن لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کیا سوالات تھے جو میرے شاگرد عبداللہ بن عباس سے پوچھے انہوں نے جواب دیا کہ وہ سوال و جواب یہ تھے ۔

ما افضل الاعمال کہ سب اعمال سے کون سا عمل افضل ہے اور عبداللہ بن عباس نے یہ جواب دیا کہ الصلوٰۃ وہ نماز ہے جنابِ امیرؑ نے فرمایا کہ جواب اتنا صحیح ہے کہ اگر تمام دنیا کے علماء سے دریافت کیا جائے تو وہ اس سے بہتر جواب نہیں دے سکتے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تمام اعمال سے افضل وہ عمل ہے جو معبودِ حقیقی سے شرفِ قبولیت پائے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا ما افضل الشہور مہینوں میں کون سا مہینہ افضل ہے ۔ عبداللہ بن عباس نے کہا شہر رمضان وہ ماہِ رمضان ہے مگر جنابِ امیرؑ نے جواب دیا کہ سب مہینوں میں وہ مہینہ افضل ہے کہ جس میں تیرے گناہ کم اور نیکیاں زیادہ ہوں لوگوں نے پوچھا کہ ما افضل الایام کہ دنوں میں کونسا دن افضل ہے عبداللہ بن عباس نے کہا یوم الجمعہ وہ جمعہ کا دن ہے جنابِ امیرؑ نے فرمایا کہ دنوں میں وہ دن افضل ہے کہ جو تیری زندگی کا آخری دن ہو اور وہ اس طرح ختم ہو کہ تو شیطان سے محفوظ رہے اور تیرا خاتمہ بالخیر ہو ۔ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا ما التقویٰ ۔ تقویٰ کیا ہے عبداللہ بن عباس نے جواب دیا کہ انسان ایک گھنے کنڈیاسے جنگل سے گذر رہا ہو اور اس طرح سے بچ بچ کر گذرے کہ جسم میں تو درکنار تیرے لباس میں بھی کوئی کانٹا الجھنے نہ پائے جنابِ امیر المومنینؑ نے فرمایا یہ تقویٰ ہم معصومینؑ کا تقویٰ ہے آپ لوگوں کا تقویٰ نہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے تقویٰ کی کیا مثال ہے آپ نے فرمایا کہ بارش کے بعد زمین میں پھسلاہٹ یعنی پھسلنا آچکا ہو اور آپ سنبھل سنبھل کے اس طرح قدم رکھیں کہ پھسلنے نہ پائیں اگر آپ اتفاق سے پھسل کر گر پڑیں تو جسم سے کیچڑ جھاڑ کر پھر راستے پر چلنا شروع کر دیں یعنی گناہ کے بعد تائب ہو کر پھر صراطِ مستقیم پہ گامزن ہو جائیں تصدیق کرنے والوں میں حضرت ابوطالبؑ، فاطمہ بنت اسد، حضرت خدیجہ طاہرہ اور علی مرتضیٰ علیہم السلام اور سیدۃ نساء العالمین شامل تھے اِن میں سے دو بزرگوار عصمتِ کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے اور باقی حضرات اسی تقویٰ پر فائز تھے ۔

www.khwajalateefansari.com

لہذا عصمتِ صغریٰ کے پائے جانے میں کچھ کلام نہیں۔ اس آیت سے بھی حضرت ابوطالب کی عصمتِ صغریٰ ثابت ہے کیونکہ جناب ابوطالبؑ مصدقِ رسالت، مؤیدِ نبوت، محافظِ پیغمبرِ اسلام سیّد الانام، ناصرِ دینِ اسلام تھے۔ حضرت ابوطالبؑ کے فصیح و بلیغ کلام میں جس طرح تصدیقِ رسالت ملتی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب اصابہ میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ جب حضرت رسولؐ خدا مبعوث برسالت ہوئے تو جناب ابوطالبؑ آپ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے آپ کے دشمنوں کو آپ سے دفع کرنے لگے اور آپ کی مدح میں کثرت سے قصیدے لکھے۔ انہیں قصائد میں وہ بھی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ	ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

اور حضرت رسولؐ خدا ایسے نورانی ہیں کہ ان کے چہرے کا واسطہ دے کر خدا سے طلبِ باران کیا جاتا ہے وہ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے بچانے والے ہیں۔ آپ کے ایک اور قصیدہ میں یہ شعر ہے ؎

وشق لہ من اسمہ لیجلہ	فذو العرش محمود وھذا محمدؐ

خدا نے حضرت رسولؐ خدا کی جلالتِ قدر کے لئے اپنے نام سے ایک نام مشتق کر کے رکھا اسی طرح صاحبِ عرش (خدا) محمود ہے اور یہ (رسولؐ خدا) محمدؐ ہیں۔

ابن عیینہ کہتے تھے کہ اس بہتر شعر میں نے کبھی نہیں سُنا۔ جناب ابوطالبؑ کہا کرتے تھے ماکذب ابن اخی قط۔ میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (اصابہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

علامہ ابن حجر ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جناب ابوطالبؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

ودعوتنی وعلمت انک صادق	ولقد صدقت وکنت قبل امینا
ولقد علمت بان دین محمدؐ	من خیر ادیان البریۃ دینا

www.khwajalateefansari.com

اے محمدؐ! آپ نے مجھے اپنی تصدیق کی دعوت دی اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم یقیناً صادق ہو اور (اس دعوے پیغمبری میں بھی) تم سچے ہو اس لئے کہ تم پہلے سے امین ہو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ محمدؐ کا دین تمام دنیا کے مذہبوں سے بہتر اور افضل ہے (اصابہ جلد ۷ ص۱۱۳ و تاریخ خمیس جلد ۱ ص۳۳۴ وغیرہ)

علامہ سید احمد بن سید زینی دحلان نے جو اجلہ علماء اہل سنت سے ہیں اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب ص۵ مطبوعہ مصر میں جناب ابو طالبؑ کا یہ شعر بھی لکھتے ہیں۔

الم تعلموا انا وجدنا محمداً رسولاً کموسیٰ ختم ذلک فی الکتب

کیا تم لوگوں کو خبر نہیں ہے کہ ہم نے محمدؐ کو ویسا ہی نبی پایا جیسے نبی حضرت موسیٰؑ تھے اور ان کی نبوت کی پیشین گوئیاں تو آسمانی کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ کے ایمان پر آپ کا وہ قصیدہ لامیہ بھی زبردست دلیل ہے جس کو آپ نے حضرت رسول خداؐ کی حقیقت و حمایت میں کہا ہے اور جو کثرت کتب حدیث و سیر و تاریخ میں منقول ہے لوگوں کا بیان ہے کہ اس قصیدہ میں اسی ۸۰ سے زیادہ اشعار ہیں اور علامہ ابن ہشام کی تالیف سیرۃ الرسول میں اس کے ۹۴ شعر منقول ہیں (ملاحظہ ہو مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۱۴۹) اس قصیدہ کے چند شعر یہ ہیں ؎

حلیما رشیدا حازما غیر طائش یوالی الٰہ الخلق لیس بماحل

وایدہ رب العباد بنصرہ واظھر دینا حقہ غیر باطل

الم یعلموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولا یعنیٰ بقول الاباطل

محمد مصطفےٰ بردبار، سمجھدار، ہوشیار، تجربہ کار ہیں۔ ہلکی عقل کے نہیں ہیں وہ خدائے جہان کو دوست رکھتے ہیں اور بات بنانے والے نہیں ہیں۔ پروردگار عالم نے اپنی مدد سے ان کی تائید کی ہے اور انہوں نے اس دین حق کو جو باطل نہیں ہے اچھی طرح ظاہر و واضح کر دیا ہے۔

کیا قریش کو معلوم نہیں ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے ہمارے فرزند کا کوئی کلام جھوٹا نہیں نکلا۔ اور نہ وہ باطل اقوال کی طرف توجہ کرتا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۱۴۷ وغیرہ)

گلہائے عقیدت

بحضور سردارِ مکہ سیدِ البطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام

از نتیجہ فکرِ منظورِ اہلِ بیتؑ عالی جناب السید منظور حسین صاحب بخاری "اجنالہ" سرگودھا

ابوطالب شہِ عالی مقامے
زمن بر وے درودے با سلامے

امین و ناصرِ دینِ الٰہی
مددگارِ شہِ خیر الانامے

سلام اے آدمِ آلِ محمدؐ
بعزمِ تو رسالتؐ را مقامے

سلام اے سید السادات ہاشم
نقیبِ خاندانِ ذو الکرامے

پئے تائیدِ امرِ حق گرفتی
بدستِ خویش تیغِ بے نیامے

سرانِ سرکشاں را خم نمودی
چہا کردی بجشنِ اہتمامے

عقیلؑ و جعفرِؑ طیارؑ و حیدرؑ
بسیرِ زندہ کارواں را تیز گامے

زآبِ تو نہالِ دیں شگفتہ
بخونِ شہ رگ تو با مرامے

خوشا قسمت اے جدِّ نامدارم
زتو آمد بہر عصرے امامے

www.khwajalateefansari.com

ز بہرِ فخرِ تو کافی ہمیں است — بہ نسلِ تو شریعت را نظامے

خطیبِ بے حیا ہذیان گوید — در ایمانے نو می آرد کلامے

با اندازِ کلامش می شناسم — ز بغضِ مرتضیٰ گوید لئامے

بکردارِ خودت اعلان کردی — "محمدؐ صدق گوید در کلامے"

بدل دارم ولائے دودمانت — کہ باشم در جہاں تابندہ نامے

محبِ آلِ عمران روزِ محشر — بفردوسِ بریں محوِ خرامے

ہماں سالیکہ از دنیا برفتی ما — بتاریخِ رسالت حزنِ عامے

قبول افتد ز من گر ایں ثنائے — بسجدہ سر نہادے ایں غلامے

بحمد اللہ ز مدحِ شاہِ بطحاء — بنوشم آبِ کوثر جامے جامے

ز لطفِ ساقئ کوثر بفردا — کجا مانم بمحشر تشنہ کامے

مرا منظور چہ ذوقے بنظمے

باین ربطے مگر کشف اللثامے،

والحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین۔

www.khwajalateefansari.com

دلیل نمبر ۹

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ۔

(سورہ یٰسین پارہ ۲۲ رکوع ۱۸ آیت ۱۳)

رب العزت ارشاد فرماتا ہے ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ لوگ آگے بھیج چکے ہیں ان کو بھی لکھتے ہیں اور جو ان اعمال کے اثرات ہوتے ہیں انہیں بھی تحریر میں لاتے ہیں۔

اس آیہ وافیہ ہدایہ میں انسانی نامۂ اعمال میں دو چیزیں لکھی جاتی ہیں ایک وہ اعمال جو انسان زندگی میں بجالاتا ہے اور دوسرے ان اعمال کے اثرات جو مرنے کے بعد قائم رہتے ہیں بعض اعمال صالحہ ایسے ہیں کہ انہیں باقیات الصالحات کہتے ہیں مثلاً کسی شخص نے مسجد یا امام بارگاہ تعمیر کی جب تک اُن میں نماز و عبادات جاری رہیں گی اس شخص کا نامۂ اعمال کھلا ہوا ہے اور اس کے مرجانے کے بعد بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس طرح گناہوں کا سلسلہ بھی ہے کہ بعض گناہ معقّبات دائمہ ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک چیز غصب کی جب تک وہ مالکان حقیقی تک پہنچے گی غصب کرنے والے کے نامۂ اعمال میں گناہ و عصیان تحریر ہوتا رہے گا۔ الغرض اس آیت سے مسئلہ تناسخ کا ابطال ہو جاتا ہے کیونکہ پُنر جنم میں مرنے کے بعد ثواب یا عذاب شروع ہو جاتا ہے اور اس میں اثرات شامل نہیں ہوتے اب ذرا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی سیرتِ مقدسہ پر نظر ڈالیے حضرت ابوطالب نے اپنی زندگی میں جو فرائض انجام دیئے اور جو اعمال بجالائے اُن پر نظر ڈالیے مقامِ حیرت ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان اور اسلام پر اعتراض کرنے والے بڑی شدّومد سے انکار کرتے ہیں مگر اس کے باوجود کوئی بھی نہ کہہ سکا کہ حضرت ابوطالبؑ کی زندگی میں فلاں فلاں خطائیں اور فلاں فلاں گناہ اور جرائم ہیں گویا خدائے قہّار کی قوّتِ قاہرہ نے اُن کے منہ پر مہرِ سکوت لگا رکھی ہے جب ہم حضرت ابوطالبؑ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک ثانیہ رسول اکرمؐ ارواحنالہ الفداء کے لئے وقف تھا کیا کوئی ہے یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ رسول اللہ کے سوا کسی اور امر میں صرف ہوا ہو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ذات قدسی صفات سرکار محمد مصطفےٰ کَانَ اَثَرٌ مِنْ آثَارِ ابیطالب

www.khwajanteerarsari.com

یعنی محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ کی زندگی آثار ابوطالبؑ ہیں سے تھی اس لئے اس قدسی زندگی کے جو آثار ہیں وہ آثار ابیطالبؑ ہیں حضرت ابوطالبؑ سرکار رسالتؐ کی کفالت سے لیکر اپنی وفات تک رسولؐ اللہ کے لئے جیئے اور ان آثار کو قائم کیا جو قیامت تک باقی رہیں گے لہذا حضرت ابوطالبؑ کا نامۂ اعمال کھلا ہوا ہے اور اسلام کی ہر نیکی ابوطالبؑ کے نامۂ اعمال میں درج ہو رہی ہے اسی کو کہتے ہیں "آثار کی زندگی" جناب امیر المومنینؑ نے اس زندگی (آثار کی زندگی) کا اپنے ایک کلام میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

مَاتَ قَوْمٌ وَّمَا مَاتَتْ مَکَارِمُھُمْ
وَعَاشَ قَوْمٌ وَّھُمْ فِیْنَا اَمْوَاتٌ

ایک قوم مرگئی مگر ان کے مکارم یعنی روشن آثار نہیں مرے اور ایک قوم زندہ ہے اور وہ ہمارے درمیان مردوں کی طرح ہے یعنی بے اعمال لوگ مردہ ہیں اسی آثار کی زندگی کا سرکار احدیت نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی ہم ہی ہیں جو مردوں کو ان کے آثار کی زندگی سے زندہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابوطالبؑ آثار کی زندگی سے زندہ ہیں یہ آثار رسولؐ اللہ کی زندگی علیؑ مرتضیٰ کی زندگی حسنؑ مجتبیٰ کی زندگی شہید کربلا کی زندگی باقی ائمہ معصومینؑ کی زندگی یہ سب کچھ ابی طالبؑ کے آثار ہیں جو قیامت تک زندہ رہیں گے جس فرد کامل کی زندگی اپنے دامن میں اتنے عظیم الشان آثار لئے ہوئے ہو وہ اعمال و آثار کے لحاظ سے صاحب عصمت ہی ہو سکتا ہے خواہ وہ عصمت عصمت صغریٰ ہو۔

وھو المطلوب والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ الطاھرین الطیبین المعصومین۔

آثار حضرت ابوطالبؑ میں سے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ایک اثر عظیم ہیں شاعر پہلوی سید آغا حسین نبیرہ شریف العلماء نے جو ان کی مدح میں نظم لکھی ہے اُسے لکھنا اپنے محسن خاندان کا تعارف کرانا میرا ایمانی فریضہ ہے نظم بھی نہایت بلند پایہ ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام

۱۔ بعد از علیؑ بود حسنؑ مجتبیٰ امام ،
مولای من امام زمن قبلۂ انام

۲۔ دعوات مستجاب حبیبِ خدا بہ اُو
اکملت دینکم علیؑ مرتضیٰ بہ اُو

۳۔ بر مسندِ علیؑ ولی اولین امام
شکر خدا امام حسنؑ می کند مقام

۴۔ فرمودۂ رسولؐ خدا سید شباب
یا این انا مدینۃ العلم علیؑ باب

۵۔ روزِ مباہلہ کہ بُود انتخابِ دوست
واضح کند کمالِ حدیث شبابِ دوست

۶۔ بادش بہ خیر ہمتِ خیبر کشای اُو
اسلام یک حقیقتِ صبر آزمای اُو

۷۔ مہرِ منبر و مہرِ نبوت ازانِ تُو ،
گویا شود رسولؐ خدا در زبانِ تُو

۸۔ انصاف و عدل منحصر خاندانِ تُو
این وسعت زمین و زمان در امانِ تُو

۹۔ حُسنِ عمل کمالِ بلاغت نظامِ تُو
آیینِ انکشافِ حقیقت پیامِ تُو

۱۰۔ قرآن یک نگارشِ حُسنِ بیانِ تُو
ختم الرسل خطاب کند در زبانِ تُو

۱۱۔ ای دوست مرحبا چہ نوید خباں دہی
گل می دہی کہ زندگی جاودان دہی

۱۲۔ روح القدس ہمای سعادت نمودہ ای
آغوشِ آفتابِ رسالت گشودہ ای

۱۳۔ آوردہ جبرائیل چو رنگین قبای تُو
گویا منم چو زمزمہ ثنای تُو

۱۴۔ در روزِ عید دوشِ پیمبر مقامِ تُو
واجب شدہ بہ اُمتِ جد احترامِ تُو

۱۵۔ با این لباسِ سبز کہ در خواب دیدہ ام
در دیدہ ما چہ سرمۂ حیرت کشیدہ ام

۱۶۔ حق بین حق شناس و حق آگاہ بودہ ای
قرآن از زبانِ پیمبر شنودہ ای ،

www.khwajalateefansari.com

"ترجمہ اشعار امام حسن علیہ السلام"

از رشحات قلم مولانا السید منظور حسین صاحب بخاری "اجالہ" سرگودھا

۱۔ حضرت علیؑ مرتضٰی کے بعد جناب حسنؑ مجتبیٰ امام ہیں۔ وہ میرے سردار، زمانے کے پیشوا اور لوگوں کے قبلہ ہیں۔

۲۔ حبیب خدا کی دعائیں اور تمنائیں آپ کے بارے میں قبول ہوئیں۔ علیؑ مرتضٰی کے بارے میں آیت اکمال کی تکمیل اور اتمام نعمت آپ ہی کے ہاتھ ہے۔

۳۔ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام جو کہ پہلے امام ہیں انکی مسند امامت پر خدا کا شکر ہے کہ امام حسنؑ جلوہ فگن ہوئے۔

۴۔ جناب رسولؐ خدا نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

۵۔ مباہلہ کے روز جب کہ پیغمبرؐ نے آپ کا انتخاب فرمایا تو اس امر سے حدیث "دو شباب اھل الجنۃ" کی عظمت اور کمال کا اظہار ہو گیا۔

۶۔ خیبر کُشا کی ہمت اور قوت آپ کی ذات کو دیکھ کر یاد آتی ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے

۷۔ مہر نبوت یعنی ختم رسالت کے سورج کی روشنی آپ کی وجہ سے جلوہ فگن ہے اور جناب رسالتمآبؐ آپ ہی کی زبان سے کلام فرماتے ہیں۔

۸۔ انصاف اور عدل کا انحصار آپ کے باعظمت خاندان پر ہے۔ زمین اور زمانے کی وسعت و کشادگی کی بقا آپ کی امان میں ہے یعنی آپ کی ذات کی برکت کی وجہ سے زمانہ قائم ہے۔

۹۔ آپ کے نظام کی وجہ سے بلاغت و فصاحت کا کمال اور حسن عمل کی بلندی باقی ہے اور آپ کے پیام ابدی نے قوانین حقیقت کھول کھول کر بیان کئے ہیں

۱۰۔ قرآن کی تحریر گویا آپ کے بیان کی عمدگی ہے اور جناب ختمی مرتبت آپ کی ہی زبان سے خطاب فرماتے ہیں۔

۱۱۔ اے میرے دوست تجھ پر آفرین ہو کہ تو نے مجھے جنت کی خوشخبری دی ہے تو نے مجھے بھول دیا ہے یا کہ ہمیشہ کی زندگی عطا کی ہے۔

۱۲۔ روح القدس یعنی جبرئیلؑ آپ کے لئے سعادت و نیک بختی کا پرندہ ہے اور آپ کے لئے رسالتؐ کے آفتاب نے گودی کھول رکھی ہے۔

۱۳۔ جبرئیلؑ آپ کے لئے جنت سے رنگین پوشاک لایا ہے اور اسی لئے میں آپ کی تعریف میں نرم نرم گفتگو کر رہا ہوں۔

۱۴۔ عید کے روز پیغمبر اسلام کا دوش آپ کے سواری کا مقام تھا۔ اسی سبب سے آپ کے جدِ بزرگوار کی امّت پر آپ کا احترام واجب ہے۔

۱۵۔ اس سبز لباس سے جو کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے آنکھوں میں میں نے حیرت کا سُرمہ ڈالا ہے۔

۱۶۔ آپ کی ذات حق کو دیکھنے والی اور حق کو پہچاننے والی اور امور حق سے باخبر ہے کیونکہ آپ نے قرآن کریم جو کہ حقائق کا مجموعہ ہے۔ پیغمبر کی زبان حق ترجمان سے سُن رکھا ہے۔

دلیل نمبر ۱

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(سورہ آل عمران پارہ ۳ رکوع ۱۲ آیت ۳۵)

اللہ نے پاکیزگی کے لحاظ سے آدم اور نوح کو اور آل ابراہیم اور آل عمران کو عالمین پر چنا اور بعض بعض کی ذریت میں سے ہیں اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیۂ مبارکہ میں دو انبیاء علیہما السلام کی عصمت کا ذکر ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو پاکیزگی میں چنا کرتا ہے۔ اب افراد کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ نے جماعتوں کا ذکر کیا ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ہم نے آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمرانؑ کو چنا معلوم ہوا کہ اللہ عصمت میں انبیاء کو چنا کرتا ہے یا آل کو آل سے مراد اولاد ہوتی ہے جیسا کہ ذریۃ بعضھا من بعض سے ظاہر ہے۔

اس آیت کے متعلق ہم اپنی اسی کتاب میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عمران سے مراد حضرت ابیطالبؑ عمران علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے جو آلِ ابراہیمؑ کو پاکیزگی میں چننے کا ذکر فرمایا ہے تو آلِ ابراہیمؑ کا اطلاق حضرت ابراہیمؑ کی اولاد انبیاء پر بھی ہوتا ہے اور آبائے طاہرین محمد مصطفٰے وعلیٔ مرتضیٰ پر بھی ہوتا ہے حضرت ابوطالبؑ اوصیائے حضرت ابراہیمؑ واسمٰعیل میں سے ہیں اس لئے آلِ ابراہیم میں سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عصمتِ صغریٰ اس آیہ مبارکہ سے بھی اُسی طرح ثابت ہے جس طرح پہلی نو ۹ آیات سے فھو المطلوب باقی رہا اسلام کو اسلام بنانے اسلام کو پروان چڑھانے میں جو حصّہ آلِ عمران نے لیا اور جس طرح ختمِ رُسل کی امداد کی وہ تاریخ کے طالبین سے پوشیدہ نہیں حضرت ابیطالب کے فرزند حضرت جعفر طیار ہجرت حبشہ کے قائد بن کر ابیسینیا میں گئے اور وہاں بادشاہ نجاشی اور امراء و وزراء پر اپنے کلام اور اسلام کی صداقت کا جس طرح سکہ جمایا اور مہاجرین کے لئے حبش کو مامن بنایا وہ تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں ملک حبش میں اس پہلے مہاجر مبلغ نے اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ جس دن فتح خیبر ہوا اسی دن حضرت جعفر طیار ملک حبش سے کامیاب ہو کر واپس آئے فتح خیبر کے بعد سرکار رسالت درمیان میں بیٹھے تھے اور ابوطالبؑ کا ایک فرزند علیؑ دائیں اور دوسرا فرزند جعفر بائیں طرف بیٹھا تھا۔ سرکار رسالتؐ کو محسن و شفیق چچا کی یاد دلا رہے تھے۔ سرکار رسالتؐ نے واقعات سے متاثر ہو کر فرمایا مَا اَدْرِی بِاَیِّهِمَا اُسَرُّ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ اَوْ بِفَتْحِ خَیْبَرَ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوں جعفر کے آنے پر یا فتح خیبر پر۔ فتح خیبر وہ فتح تھی

کہ اُس سے پہلے مسلمانوں کی اقتصادی حالت یہ تھی کہ ابوطالبؑ اور خدیجہؑ کا مال صرف ہو نے پہ بھی مسلمان بھوکے مر رہے تھے جیسا کہ مشہور صحابی عبداللہ ابن عمر کے قول سے ظاہر ہے۔

مَا شَبِعْنَا اِلَّا بَعْدَ فَتْحِ الْخَیْبَرِ ہم نے کبھی سیر ہو کر روٹی نہ کھائی مگر فتح خیبر کے بعد۔ یہی وہ غزوہ تھا جس کی بدولت سلطنت اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی اس لحاظ سے اب اگر ابوطالبؑ کے فرزندِ ارجمند کو بانی سلطنت اسلامیہ یا بانیٔ دولت مشترکہ اسلامیہ کہا جائے تو یہ مبالغہ نہیں اس فتح سے مسلمانوں پر بغیر لڑے توسیع حکومت کے دروازے کھل گئے۔ فدک، وادیٔ تیما وغیرہ یہودی کالونیاں اسلامی قبضہ میں آئیں اگر مسلمانوں کے افلاس کی وہی حالت رہتی تو وہ قیصر و کسریٰ کی منظم حکومتوں کے فاتح کس طرح بن سکتے تھے جب کہ فتوحات کے لئے مالی ذرائع کا ہونا ضروری ہے اس لئے مسلمانوں کی فتوحات کا سہرا بھی غالبؑ علی کُلِّ غالب مولائے کائنات علی ابن ابیطالب کے سر پر ہے ابیطالب کے دوسرے فرزند جعفر طیار نے علم اسلامی کے وقار کو قائم رکھنے کے لئے جنگ موتہ میں جان دی اسلام کے حفظ و بقاء کے لئے اولاد ابیطالب نے جو حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ کربلا میں قربانیاں دیں اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

"الطالبین" یا "شہدائے آلِ عمران"

خاندانِ رسالت کے ان شہداء کو جو کربلا میں شہید ہوئے شہدائے بنی ہاشم کہا جاتا ہے یہ خاص کو عام بنانے کی صورت ہے ہم ان حضرات کو اس وقت شہدائے بنی ہاشم کہتے اگر کسی اور ہاشمی سردار کی اولاد بھی کربلا میں شہید ہوئی ہوتی۔ یہ سب شہدائے راہِ خدا اولادِ ابیطالبؑ عمران ہیں اس لئے ہم انہیں "شہدائے آلِ عمران" یا "الطالبین" کہہ کر حقِ صداقت ادا کر رہے ہیں۔ ابوطالبؑ عمران کو ان کی اولاد نے ہی تاسیس اسلام میں حصہ لے کر اسلام کو اسلام بنایا اور اولادِ ابی طالبؑ نے ہی بقائے اسلام کی جدوجہد میں حصہ لیکر اسلام کو زندۂ جاوید کر دیا اس معرکہ میں حضرت عقیل کی اولاد میں سے آٹھ ۸ افراد شہید ہوئے یعنی آٹھ ۸ افراد ہی نہیں بلکہ اولادِ عقیل کا خاتمہ ہو گیا۔ گویا اسلام کے لئے اپنی ساری اولاد شہید راہِ خدا کر دی اور اولاد جعفر طیار میں سے دو ۲ افراد شہید ہوئے یہ دونوں عصمت صغریٰ حضرت زینبؑ طاہرہ کے فرزند تھے جس پر حضرت

www.khwajalateefansari.com

زینب سلام اللہ علیہا کی نسل کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور اولادِ جناب علی ابن ابیطالب میں سے چھ افراد شہید ہوئے اور امام حسنؑ کے تین بیٹے شہید ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے دو فرزند۔

ع — حیاتِ جاوداں اسلام میں یونہی نہیں آتی
بڑی انمول جانیں فدا کیں ہیں آلِ عمران نے

امام حسین علیہ السلام کا سوانح نگار ریاض بنارسی اپنی "تالیف شہیدِ اعظم میں اس کتاب کے خاتمہ پر لکھتا ہے ماشاء اللہ کیا جامع فقرہ ہے۔

"اگر اسلام نہ ہوتا تو حسینؑ نہ ہوتے چونکہ اسلام جیسا مذہب ہی دنیا میں حسین جیسا شہید لا سکتا ہے ہاں اگر حسینؑ نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا"

شہدائے کربلا کا نامہ نگار یہ لطیف سراپا تقصیر گنہگار سمجھتا ہے کہ ریاض کا یہ کلام ناتمام ہے یوں کہنا چاہیئے تھا اگر اسلام نہ ہوتا تو حسینؑ نہ ہوتے اور اگر حسینؑ نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا ہاں اگر عصمتِ صغریٰ زینبؑ طاہرہ نہ ہوتیں تو نہ حسینؑ ہوتے نہ اسلام ہوتا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی کوششیں ختم ہو جاتیں ابو طالبؑ کی اس بیٹی نے حسینؑ کو بھی زندۂ جاوید، اسلام کو بھی زندہ جاوید کر دیا اور انبیاء ماسبق کی مساعی جمیلہ کو بھی قیامت تک کے لئے زندہ جاوید کر دیا۔

تلک عشرۃ کاملۃ

عروجِ عرفانی نمبر ۱۳-۱۴

"الولایت"

عقیدہ قرآنیہ ـــــــ بحقائق العرفان

کما فی القرآن

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی العباد الذین اصطفیٰ لا سیما محمد المصطفیٰ وعترتہ الطاہرۃ۔ امابعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ المبین وھو اصدق الصادقین وقولہ الحق "ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر" (پ ۱ ع ۱۳ آیت ۱۰۶ سورہ البقرہ)

ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے یہ بھلا دیتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل نہ کر دیں کیا تم کو علم نہیں کہ خدا ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے۔

جو چیز منسوخ ہو جائے وہ ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ کے ظہور اور اعلانِ نبوت سے انبیاء ماسلف کی نبوتیں ختم ہو گئیں اور نبوت اللہ کی آیت یا نشانی ہے جیسا کہ پروردگار عالم نے جناب مسیح عیسیٰ بن مریم کے متعلق ارشاد فرمایا سورہ مریم ہی ہے کہ وہ آیت اور رحمت ہے آیت اس طرح ہے "ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا امراً مقضیا" (سورہ مریم پ ۱۶ ع ۵ آیت ۲۱) ہم نے اس کو اپنی آیت نشانی اور اپنی طرف سے رحمت قرار دیا ہے

اوران کی پیدائش عالم امر سے ہونے والی تھی اور عالم امر ظاہری اسباب کا محتاج نہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ہے۔ امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (سورہ یٰسین پ۲۳ ع ۴ آیت ۸۱) اللہ کا امر یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے یہ ہو جا کہنا بھی افہام و تفہیم کے لئے ہے بلکہ اس کا ارادہ عین فعل ہے ختم نبوت جیسا کہ خاتم النبیین کے لفظ سے ظاہر ہے قرآنی عقیدہ ہے جس پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے اگر کوئی شخص ایجاد بندہ ظلی اور بروزی کے الفاظ سے اس مسئلہ میں گڑبڑ پیدا کرنا چاہے تو وہ خارج از اسلام اور غیر مسلم ہے جیسا کہ مرزا آنجہانی غلام احمد قادیانی اور اس کے گروہ نے کیا تمام اسلامی فرقوں نے انہیں خارج از اسلام اور غیر مسلم ہمیشہ سمجھا اسی لئے اب حکومت پاکستان نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ نبوت ختم ہو گئی تو آیہ معنونہ کی رو سے کوئی اور آیت یا نشانی آنی چاہیے جو اس سے بہتر یا افضل ہو یا اس جیسی ہو سرکار احدیت نے وعدہ کیا ہے اور الٰہی وعدے کی شان ہے اِنَّ اللہ لا یخلف المیعاد اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا وہ اللہ کی آیت اور نشانی کون ہے جو اس وعدے کے مطابق منصہ شہود پر آئی ہم تمام فرق اسلامیہ سے کہتے ہیں کہ بتلایئے ختم نبوت کی جگہ لینے والی وہ کونسی نشانی ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین (سورہ البقرہ پ۱ ع۱۴ آیت)

ایسی دلیل لایئے کہ وہ تمہاری دلیل دعویٰ پر غالب آنے والی ہو اگر تم سچے ہو قرآن حکیم میں غور و تفکر کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ آیت از روئے قرآن آیۂ ولایت ہے جس کو رب العزت نے اس طرح بیان فرمایا۔ اِنَّما ولیکم اللہ ورسولہٗ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (سورہ مائدہ پ۶ ع۱۲ آیت ۵۵) کلمہ حصر اِنَّما کے بعد اللہ فرماتا ہے اللہ تمہارا ولی ہے اس کا رسولؐ ولی ہے اور وہ لوگ ولی ہیں جو ایمان لائے نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں در حالیکہ وہ حالت رکوع میں ہوتے ہیں۔ یہ آیہ مبارکہ جیسا کہ اکثر مفسرین و محدثین اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے۔

www.khwajaateeqansari.com

جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیہ مبارکہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے تبریز نیشاپوری اور بیضاوی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے امام فخرالدین رازی نے اسی امر کو دو سندوں سے نقل کیا ہے کہ یہ آیہ مبارکہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اور ملا علی قوشجی نے شرح تجرید میں اقرار کیا ہے کہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیہ مبارکہ حضرت علی علیہ السلام ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے سمعانی، واحدی، بیہقی، ثعلبی صاحب مشکوٰۃ مؤلف مصابیح اور سیوطی بھی اسی کے معترف ہیں۔

خدا کی طرف سے ہدایت پر مامور اس کے مخصوص نمائندگان اور نقباء کے چند مناصب و مراتب ہیں خلافت اور جو نمائندہ اس منصب پر فائز ہوا سے خلیفہ کہتے ہیں اللہ نے خلیفہ کو خلیفہ کہا مگر اپنے آپ کو خلیفہ نہیں کہا "نبوت و رسالت" اس میں بھی اللہ نے نبیؐ و رسولؐ کو نبیؐ و رسولؐ کہا مگر اپنے آپ کو اس لقب سے ملقب کر کے نبیؐ یا رسولؐ نہیں کہا "عہدہ امامت" میں بھی امام کو امام کہا مگر کبھی اپنی ذات کو امام کے لفظ سے منسوب نہیں کیا لیکن جب منصب "ولایت" آیا تو فرمایا تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور علی مرتضیٰ ہیں چونکہ اس منصب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شامل کر لیا اس لئے جو وعدہ فرمایا تھا نأت بخیر منہا وہ آنے والی نشانی منصب ولایت پر فائز ہے چونکہ اس میں خود سرکار احدیت شامل ہے اس لئے یہ افضل اور بہتر ہے اس حقیقت کو عرب کے مشہور شاعر مداح رسولؐ حسان بن ثابت انصاری نے جو فصاحت و بلاغت میں عرب کا مشہور شاعر ہے اس قصیدے میں بیان کیا ہے جو انہوں نے علی مرتضیٰ علیہ السلام کی شان میں لکھا ہے۔

فدتك نفوس القوم يا خير راكع   فانزل فيك الله خير ولاية

اے بہترین رکوع کرنے والے قوم کے نفوس تجھ پر فدا ہوں۔ اللہ نے تیری ہی شان میں بہترین ولایت نازل فرمائی ہے۔ (مناقب صدر الائمہ اخطب خوارزم و دیوان حسان)

www.khwajalateefansari.com

اس شعر میں جہاں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا افضل و بہتر ہونا بیان ہوا وہاں یہ بھی بیان ہو گیا کہ آیہ ولایت میں بہترین رکوع کرنے والے علیؑ تھے بہترین رکوع کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے جہاں آیہ ولایت کی تفصیل ہوگی۔ یہ تو ہو گیا ختم نبوت کی بجائے ایسی ولایت کا ہونا جو بہتر و افضل تھی باقی رہا مسئلہ تو یہ ولایت کی ایک حیثیت ہے — افضل و بہتر ہے دوسری حیثیت سے ایسی ہی ہے جیسا کہ ختم نبوت مثلاً" جس طرح ختم نبوت کی اطاعت واجب ہے اسی طرح ولایت کی اطاعت بھی واجب ہے ان چیزوں کو ہم آئندہ قرآنی آیات سے ثابت کریں گے اور جس طرح ختم رسالت پر درود واجب ہے اُسی طرح آل پر بھی جو صاحبانِ ولایت ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنی ولایت کا ذکر کرتے ہوئے ولیکم اللہ کہا اور اسے اپنے نام سے سرفراز کیا اور رسولؐ کی ولایت کا ذکر کرتے ہوئے اُسے اس کے منصبِ جلیلہ رسالت سے یاد کیا مگر جہاں علیؑ کی ولایت کا ذکر آیا علی علیہ السلام کا نام نہیں لیا بلکہ ان کی کچھ صفات کو جو اُن سے اور اُن کی اولاد معصومین سے مختص تھیں بیان کیا اب اس کی وجہ کو غور و فکر سے سمجھیں۔

قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ انتہائے بلاغت میں کہ جو شایانِ شان سرکار احدیت ہے نازل ہوا لہٰذا کسی کا نام نہ لینا بلکہ ایسے صفات کو بیان کر جانا جو اُس شخصیت کے علاوہ اور کسی میں جمع نہ ہوں یہ نام لینے سے ابلغ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صفات کو بیان کیا ہے۔

پہلی صفت :- والذین امنوا۔ اس میں ایسی ہستی کا ذکر ہے جو بحدیث رسولؐ کل ایمان ہے چنانچہ جب علی مرتضیٰ عمرو بن عبدود کے مقابلے میں جنگِ خندق میں نکلے تو رسول اللہ نے فرمایا لقد برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ (حیواۃ الحیوان علامہ دمیری) آج پورا ایمان پورے کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے حدیث میں آیا ہے کہ علیؑ ایسے مومن ہیں کہ ان کے متعلق سرکار رسالتؐ نے فرمایا یا علیؑ بک یعرف المومنون اے علیؑ تیرے سے ہی مومن پہچانے جاتے ہیں۔

دوسری صفت :۔ الّذین یقیمون الصّلوٰۃ۔ وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں نماز ایک ایسا فریضہ ہے جس کے متعلق سرکار رسالتؐ نے فرمایا الصلوٰۃ رکن الاسلام ان قُبلت قُبل ما سواھا وان ردّت رُدّ ما سواھا نماز ایک اسلام کا ستون ہے اگر قبول ہو جائے تو باقی نیکیاں قبول ہو جاتی ہیں اگر ردّ ہو جائے تو باقی نیکیاں بھی رد ہو جاتی ہیں قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا ہے۔

وَاَقیموا الصّلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین (سورہ روم پ ۲۱ ع ۷، آیت ۳۱)

نماز کو قائم کرو اور مشرک نہ ہو۔ نماز کو اس شان سے قائم کیا کہ نماز واجبہ تو ایک طرف نماز نافلہ کی ایک ہزار رکعت روز بجالاتے تھے چنانچہ جنگِ صفین میں جب کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی فوج کی صفوں میں علیؑ مرتضیٰ کو نماز پڑھتے دیکھ کر اُن کے شاگرد عبداللہ بن عباس نے کہا کہ یہ کونسا نماز پڑھنے کا وقت ہے آپ نے فرمایا کہ اسی نماز کو قائم کرنے کے لئے تو ہم لڑ رہے ہیں نماز میں خشوع کا یہ حال تھا کہ ایک غزوہ میں پائے میں تیر لگا تھا جب اُسے نکالتے تھے تو تکلیف ہوتی تھی سرکار رسالتؐ نے فرمایا کہ جب علیؑ حالتِ نماز میں ہوں تو تیر نکالو۔ تیر نکالا تو آپ کو خبر بھی نہ ہوئی

ویؤتون الزکوٰۃ اور حالتِ نماز میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

مولائے کائنات نے صدقہ دے کر اپنے آقا سے جو سوالات کئے اُن میں سے تیسرا سوال یہ تھا ما الدّین یارسول اللہ جعلت فداک یارسولؐ اللہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں دین کیا ہے؟ سرکارِ رسالت نے فرمایا التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ۔ دین ہے اللہ کے حکم کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور مخلوقِ خدا پر شفقت و مہربانی کرنا نماز ہے امر الٰہی کی عظمت اور زکوٰۃ ہے مخلوقِ خدا پر شفقت اور ان دونوں کو از روئے آیۂ ولایت حضرت علی علیہ السلام میں جمع کیا گیا درحالیکہ وہ حالت رکوع میں تھے۔

نماز اور زکوٰۃ کو فی وقتِ واحدِ ادا کرنا ہر عام انسان کے لئے ناممکن ہے کیونکہ زکوٰۃ دینا فعل کثیر ہے حالتِ نماز میں فعل کثیر کیا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے تو اس لئے ایک عام آدمی

ایک ہی وقت میں فریضہ نماز ادا کرے گا یا زکوٰۃ دے گا۔

نماز و زکوٰۃ کا جمع کرنا صرف اس حالت میں ممکن ہو سکتا ہے جب کہ ایسا کرنے والا توجہ کے لحاظ سے دو جنبے رکھتا ہو ایک جنبہ سے توجہ الی اللہ کو قائم رکھ سکے اور دوسرے جنبہ سے مخلوق کے حوائج سے غافل نہ ہو یعنی واسطہ بین الخلق والمخلوق ہو اللہ سے انعام الٰہی کو حاصل کرکے اور بندوں تک پہنچا سکے اور بندوں کی التجاؤں، دعاؤں اور تمناؤں کو خدا تک پہنچا سکے وہ اُمتِ وسط کا فرد ہو جو سے

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
صفات اس برزخِ کبریٰ میں ہیں حرفِ مشدّد کے

اسی لیئے زکوٰۃ دینے کے لیئے حالت رکوع تجویز کی گئی ہے جو قیام و قعود کے درمیان حالتِ وسطیٰ ہے۔

چونکہ آیہ ولایت میں والّذین اٰمنوا الّذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون میں جمع کے صیغے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت علیؑ میں یہ اوصاف جمع تھے وہ ولی اللہ تھے اسی طرح ان کی اولاد آئمہ معصومینؑ بھی ان اوصاف سے متصف ہیں اس لئے کہ وہ عہدہٴ ولایت میں شریک ہیں اور اولیاء اللہ ہیں۔

اَلوَلِیّ (۱) ولی کے معنی ہیں مَنْ وَلِیَ امرَ اَحَدٍ فَھُوَ وَلِیُّہٗ۔ جو کسی کے امر کی ذمّہ داری لے وہ اس کا ولی ہے جو شخص امر الٰہی کی ذمّہ داری لے وہ ولی اللہ ہے اور اولیاء اللہ کی یہی صفت ہے ؎

ہیں یہ بندے ہی مگر کارِ خدا کرتے ہیں

اور جب یہ لفظ مخلوق کی طرف منسوب ہو اس کے ہوں گے امور عباد میں رشد و ہدایت کی ذمّہ داری لینے والا آئمہ علیہم السلام ہر دو معنی کے لحاظ سے اولیاء اللہ ہیں۔ ولی اللہ بھی ہیں اور ولی المومنین بھی ہیں اس لحاظ سے آئمہ علیہم السلام میں سے ہر امام کا لقب وَلی ہے۔

۲. ولی کے معنی "الوَلِیُّ الَّذِی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ" ولی وہ ہے جو کسی امر کی تدبیر کرے۔ چونکہ ائمہ علیہم السلام کی شان ہے وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ ہم نے انہیں امام بنایا ہے کہ وہ ہمارے امر سے فریضہ ہدایت انجام دیتے ہیں اس لئے وہ اولیاء اللہ ہیں اور چونکہ مومنین کی اصلاح امور شرعیہ کرتے ہیں اس لئے وہ اولیاء المومنین ہیں۔

۳. وَلِیّ کے معنی مُحِبّ بھی ہیں چونکہ آئمہ علیہم السلام کے بارے میں قرآن مجید میں وارد ہے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ان کو اللہ سے محبت، عام انسانوں سے بڑھ کر ہے اس لئے اولیاء اللہ ہیں۔ چونکہ انہیں مخلوق سے محبت و ہمدردی ہے اس لئے اس معنی سے۔ اولیاء المومنین بھی ہیں۔

۴. وَلِیّ کے معنی ہیں ناصر چونکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی نصرت میں گزرتا تھا اس لئے ان معنوں میں بھی وہ اولیاء اللہ ہیں اور چونکہ مخلوق خدا کی نصرت و اعانت فرماتے رہے اس لئے وہ اولیاء المومنین بھی ہیں۔

۵. وَلِیّ کے معنی صاحب اختیار و اولیٰ بالتصرف ہیں اگرچہ ولی کا ہر معنٰی حقیقی معنوں میں ان کے شایانِ شان ہے لیکن ان کے لقب ولی میں اللہ کو یہ معنی مطلوب و مقصود ہے۔

قرآنی عقائد میں تین عقیدے نہایت اہم ہیں اور خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ عقیدۂ التوحید۔ عقیدۂ نبوت و رسالت، عقیدۂ ولایت و امامت۔ آیہ ولایت کا یہ امتیاز ہے کہ اللہ نے ان ہر سہ عقائد کو آیہ ولایت میں جمع کر دیا ہے۔

الولایۃ والامامۃ	النبوۃ والرسالۃ	التوحید
والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون	ورسولہ	انما ولیکم اللہ
اور تیسرے وہ لوگ جنہوں نے تصدیق کی وہ لوگ نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔	اور دوسرا اس کا رسول ہے	بس صرف تمہارا ولی ایک تو اللہ تعالےٰ

www.khwajalateefansari.com

التوحید	النبوۃ ورسالۃ	الولایۃ والامامۃ
لا الٰہ الا اللّٰہ	محمد رسول اللّٰہ	علی ولی اللّٰہ واولادہ المعصومون اولیاء اللّٰہ
اللّٰہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں	محمدؐ اللّٰہ کے رسول ہیں	علیؑ اللّٰہ کے ولی ہیں اور ان کی معصوم اولاد اولیاء اللّٰہ ہیں۔

علی ولی اللّٰہ واولادہٗ المعصومون اولیاء اللّٰہ۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اس عقیدہ ولایت کو توحید اور رسالت کے ساتھ ملانے کو اپنے شایانِ شان سمجھا اور رسولؐ اللّٰہ نے سنتِ الٰہیہ پر عمل کر کے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور ولایت کو توحید اور رسالت کے ساتھ شامل کیا اور اسے شانِ رسالت کے شایان سمجھا مگر اس زمانے کے چند سرپھرے انسان اس عقیدہ کو شامل کرنے والے کو خارج از اسلام کہہ رہے ہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

تیرہ سو برس سے کلمہ میں عقیدہ ولایت کو شامل کرنا یا اذان میں شامل کرنے کے متعلق کسی فرقے نے فتویٰ کفر نہیں دیا بلکہ کلمہ میں جو توحید اور رسالت کا اقرار ہے وہ ایک آیت میں موجود نہیں۔ قرآن حکیم میں توحید کا اقرار لا الٰہ الا اللّٰہ جدا ہے اور رسالت کا اقرار محمد رسول اللّٰہ جدا ہے مگر آیہ ولایت میں تینوں اقرار جدا جدا نہیں بلکہ عطف لا کر معطوف اور معطوف علیہ کے طور پر تینوں عقائد شامل ہیں اور تینوں عقائد کو کسی انسان نے اکٹھا نہیں کیا بلکہ اسے سرکار احدیت نے ایک مقام پر جمع کر دیا اور اس کا اعلان سرکار رسالت نے فرمایا۔

اس زمانے میں جو یہ فتنہ کھڑا کیا گیا ہے ع

کوئی اور بولتا ہے میری صدا نہ سمجھو

اس آواز کو مسلمانوں میں تشتت اور افتراق پیدا کرنے کے لئے اٹھایا گیا ہے بلکہ

www.khwajalateefansari.com

قادیانی تحریک کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد اس فتنے نے سینگ نکالا ہے ۔ اولیاء دشمن اسلام اسرائیل نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سے یہ شوشہ چھوڑا ہے جو اسلام کی اجتماعی طاقت کے لئے نہایت خطرناک ہے ۔رسول اللہ کے زمانے میں جو اسلامی اجتماعیت نے ظہور فرمایا تھا اسی کی تصویر کشی قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے یَدخُلُونَ فِی دِینِ اللّٰہِ افواجاً ۔ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ لوگ داخل ہو رہے تھے یہ فتنہ جو کیفیت ادا کرنا چاہتا ہے ان کو ان الفاظ میں سمجھیے یخرجون من دین اللّٰہ افواجا ً یعنی خدا کے دین سے گروہ در گروہ لوگوں کو نکال رہے ہیں میں تمام اسلامی فرقوں سے عرض کرتا ہوں ۔ ؎

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

یہ زمانہ دور پُر فتن ہے اس میں ملّتِ اسلامیہ کی وحدت کو قائم رکھنے کے لئے جلد سے جلد جدوجہد کرنی چاہیئے ۔ ؎

من نمی گویم زیاں کن یا بہ فکر سود باش
اے ز فرصت بے خبر از ہر چہ باشی زود باش ،

اور حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کو بھی لفظ ولی سے یاد فرمایا ۔ اب جس معنیٰ میں اللہ ولی ہے اُسی معنی میں رسولؐ ولی اللہ ہیں اسی معنیٰ میں علی ولی ہیں اور باقی آئمہ معصومینؑ ولی ہیں یعنی صاحب اختیار اور اولیٰ بالتصرف ۔

"الولی" اسمائے حسنہ الٰہیہ سے ہے اور ہر اسم الٰہی کا کوئی مظہر ہے ۔ القابض کا مظہر حضرت عزرائیل ، الباسط کا مظہر میکائیل ، الحفیظ کا مظہر جبرائیل امین ، اور اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کے مظہر جناب محمد مصطفےٰؐ ہیں الولی اللہ ہے اور ولایت اسی کے لئے ہے اور اس اسم الٰہی کا مظہر سرکار رسالت محمد مصطفےٰؐ اور سرکار ولایت علی مرتضیٰؑ ہیں بلکہ اسم علی کا تابع مہمل بھی تابع با معنیٰ (ولی) ہے ۔ علی ولی اور ان کی اولاد کے گیارہ آئمہ طاہرینؑ اولیاء اللہ ہیں ۔

آیۂ مبارکہ کی ابتداء لفظ "انّما" سے ہوئی ہے۔ تمام اہل لغت اور اہل عربیت کا اس پر اتفاق ہے کہ اِنّما مفید حصر ہے۔ اگر اس آیہ میں ولی کے معنی محبّ یا ناصر لئے جائیں۔ تو حصر لغو اور غیر صحیح ہو جائے گا کیونکہ محبّ اور نصرت خدا سے ہی مخصوص نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والمومنون و المومنات بعضھم اولیاء بعضٍ۔ مومنین اور مومنات بعض بعض کے ناصر و مددگار ہیں بلکہ فرشتے بھی مومنین کے محبّ و یاور و ناصر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے قول کو ان الفاظ میں قرآن حکیم میں بیان فرمایا ہے۔ نحن اولیاءُکم فی الحیٰوۃ الدُّنیا و فی الآخرۃ (سورہ حٰم سجدہ پ ٢٤ ع ١٨ آیت) ہم دنیا اور آخرت کی زندگی میں تمہارے مددگار ہیں بلکہ بعض کافر بھی مسلمانوں کے محبّ، یاور و مددگار ہیں۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقربھم مودّۃً لِلّذین قالوا انّا نصاریٰ (سورہ مائدہ پ ٦ ع ١٥ آیت)
اُن لوگوں کو جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں۔ تم ان کو محبّت کے لحاظ سے زیادہ قریب پاؤ گے ان حالات میں ولی کا معنیٰ محبّ و ناصر لینا حصر کے خلاف ہے اور لفظ انّما بالوضاحت حصر کی صریح خصوصیت کو بیان کر رہا ہے۔

صاحبان ولایت یعنی اللہ، رسول، علی اور ان کی اولاد معصومین میں چند امور مشترک ہیں اور عہدہ ولایت کا توحید اور رسالت کے ساتھ اشتراک اس عہدے کی اہمیت کی دلیل ہے۔

اولی الامر

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے یا ایّھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (سورہ نساء پ ٥ ع ٥ آیت)

اے وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہے غیر معصوم حکام کے لئے لفظ اولی الامر کا استعمال صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ رسول اللہ کے زمانے میں رسولؐ اللہ حاکم تھے اور اس زمانے میں کوئی غیر رسول حاکم نہ تھا لیکن وقت نزول آیت اولی الامر کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اولی الامر سے حاکم مراد لینا قرآن کے خلاف ہے دوسرے عطف معطوف کے ذریعہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کے

www.khwajalateefansari.com

ساتھ اولی الامر کی اطاعت واجب ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ اطاعت ایسے ہی ہونی چاہیئے جیسے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ہے اسی لئے کسی غیر معصوم کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ ان القرآن یفسر بعضہ بعضاً۔

اب ہم اولی الامر کی تفسیر قرآنی آیات سے کرتے ہیں خلقتِ مخلوقات کی از روئے قرآن دو صورتیں ہیں ایک عالم خلق کی صورت اور دوسرے عالمِ امر کی صورت تو لفظ اولی الامر بتلا رہا ہے کہ اس لفظ کا مفہوم صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی خلقت عالمِ امر سے ہو۔ عالم خلق کی خلقت تدریجی ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام (سورہ اعراف پ ۸ ع ۱۴ آیت) اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور عالم امر کی خلقت کے متعلق ارشاد ہے۔ امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (سورہ یٰسین پ ۲۳ ع ۵ آیت) اس کا امر یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کی خلقت عالم امر سے ہوتی ہے۔

حضرت یحییٰؑ اور حضرت ذکریاؑ کی ولادت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے قال رب انّٰی یکون لی غلٰمٌ وکانت امرأتی عاقراً وقد بلغت من الکبر عتیاً قال کذٰلک قال ربک ھو علیّ ھیّنٌ وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئاً (سورہ مریم پ ۱۶ ع ۵ آیت) کہا اے پالنے والے میرا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں فرشتے نے کہا ایسا ہی ہے تیرے رب نے کہا ہے یہ میرے لئے آسان ہے میں نے تجھے بھی اسی طرح پیدا کیا درحالیکہ تو کوئی شئی نہیں تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت ذکریاؑ دونوں کی پیدائش عالم امر سے تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عالم امر سے ہونا ہم اس مقالے کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب فرشتے حضرت اسحاق کی بشارت لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو اس وقت ان کی بیوی حضرت سارہ صلوات اللہ علیہا بھی وہیں موجود تھیں

کہنے لگیں۔ یٰویلتیٰ ءالد وانا عجوز وھٰذا بعلی شیخاً ان ھذا لشیٔ عجیب قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت (سورہ ہود پ ۱۲ ع ۷ آیت)

حضرت سارہ کہنے لگیں کیا میں بڑیا جنوں گی میں تو عجوز (بڑھیا) ہوں یعنی مجھے ماہواری نہیں ہوتی اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے یہ تو ایک بہت ہی عجیب بات ہے انہوں نے کہا کیا تم امر الٰہی پر تعجب کرتی ہو اے اہل بیتؑ رسالت یہ تو تم پر خدا کی رحمت ہے کہ تمہارے بچے ظاہری اسباب سے متولد نہیں ہوتے۔ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام عالم امر سے ہوتے ہیں اس لئے اُن کے کمالات تدریجی نہیں ہوتے بلکہ وہ کمالات کو اپنی ذات کے ساتھ لئے ہوئے متولد ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و بشرناہ بغلام علیم ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علیم بچے یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی علیم صفت مشبہہ ہے اور صفت مشبہہ میں صفت عین ذات ہوتی ہے معلوم ہوا کہ جن کی پیدائش اس طرح سے ہو اس کو عالم امر کہتے ہیں۔

وجعلناھم آئمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین (سورہ انبیاء پ ۱۷ ع ۵ آیت)

ہم نے انہیں امام بنایا وہ ہمارے امر سے کارِ ہدایت کو انجام دیتے ہیں ہم اُن پر اعمال خیر کو وحی کرتے ہیں۔ نماز کو قائم کرتے زکوٰۃ دینے کی وحی کرتے ہیں اور وہ صرف ہمارے لئے ہی عبادت کرتے ہیں یعنی ماسویٰ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ہی کبھی انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کی۔

ختم نبوت پر وحی تشریعی ختم ہو گئی اور آئمہ معصومین جو نبی نہیں ہیں اُن پر امور الٰہیہ کی وحی بدستور جاری ہے جو اللہ کے امر سے کار ہدایت کو انجام دیں وہی آئمہ اولی الامر ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا وجعلناھم آئمۃ یھدون بامرنا لما صبروا (سورہ ؟ پ ۲۱ ع ۱۶ آیت) ہم نے انہیں امام بنایا وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں جب کہ انہوں نے صبر کیا معلوم ہوا کہ اولی الامر جو شجاعت پر ہی فائز نہیں ہوتا بلکہ صبر بھی کرتا ہے جہاں اللہ کا حکم شجاعت کا ہو شجاعت دکھاتا ہے جہاں صبر کا ہو صبر کرتا ہے۔

www.kitabmaktaba.com

تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر (پ ۳۰ ع ۲۲ آیت)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شب قدر کو فرشتے اور روح القدس خدا کے حکم سے ہر امر کے مطابق نازل ہوتے ہیں۔ تنزل صیغہ فعل مضارع ہے جو استمرار کے لحاظ سے فعل حال کا معنیٰ دے رہا ہے جس پہ ہر امر ہے کہ فرشتے نازل ہوتے ہوں وہی اولی الامر ہے اور اس زمانے میں بھی اولی الامر موجود ہے اولی الامر وہ ہیں جو بین الخالق والمخلوق واسطہ ہیں اور قبلۂ باطنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (سورہ البقر پ ۲ ع ۱ آیت)

کذلک سے پہلے قبلۂ ظاہری کا ذکر ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے۔ اسی طرح اے امتِ وسطیٰ ہم نے تمہیں قبلہ باطنی بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر چشم دید گواہ رہو اور اللہ کا رسولؐ تم پر چشم دید گواہ رہے گواہ کے لئے دو لفظیں آتی ہیں شاھد اور شہید۔ شاھد کی جمع شہود ہے ایسے گواہ کو کہتے ہیں جو کسی ذریعے سے گواہی دے شہید کی جمع شہداء ہے شہید چشم دید گواہ کو کہتے ہیں جیسا کہ اسباب زنا کے لئے چار شہداء قرآن میں قرار دیئے گئے ہیں اس کے یہ معنی ہوئے کہ شہداء چشم دید گواہوں کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اولی الامر اُسے کہتے ہیں جو چشم دید گواہ ہو اور ان اولی الامر (صاحبان امر) کا رائی اعمال خلق ہونا پ ۱۱ سورہ توبہ کی آیات سے ظاہر ہے۔

وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون وستردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون (سورہ توبہ پ ۱۱ ع ۲ آیت)

اُن سے یہ کہدو کہ تم عمل کئے جاؤ عنقریب اللہ اور اس کا رسولؐ اور امام دینے والے تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے اور عنقریب تم عالم غائب وحاضر کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے اور جو کچھ تم کیا کرتے تھے اُس سے وہ تم کو آگاہ کر دے گا۔

اس آیت میں المومنون سے مراد صاحبان منصب ولایت و امامت ہیں جیسا کہ تفسیر اہل بیتؑ سے ظاہر ہے آیت میں رؤیت کا ذکر ہے علم کا نہیں مفسرین عامہ نے اُمتِ وسطیٰ سے مراد عام اُمتِ محمدیہ لی ہے حالانکہ وہ اُمتِ وسطیٰ نہیں بلکہ آخری اُمت ہے۔ اُمت وسطیٰ وہ گروہ ہے جو بین الخالق والمخلوق واسطہ ہیں اللہ کے انعام بندوں تک پہنچاتا ہے اور بندوں کی آرزوئیں اور دعائیں خدا تک پہنچاتا ہے۔ حضرت زینبؑ طاہرہ نے اپنے معرکۃ الآراء خطبۂ کوفہ میں اہل کوفہ کو ان اشعار سے مخاطب کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام اُمتِ محمدیہ آخری اُمت ہے اُمتِ وسطیٰ نہیں۔ ؎

ماذا تقولون اذ قال النبیُّ لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم،
یا اهل بیتی واولادی ومکرمتی منهم الاُساری ومنهم ضُرِّجَ بالدّم

ترجمہ:۔ تم کیا کہو گے؟ کیا جواب دو گے؟ جب کہ سرکار رسالتؐ تم سے فرمائیں گے اے تم نے آخری اُمت ہو کر یہ کیا کیا؟

میرے اہل بیت، میری اولاد، اور میری عزت و حرمت کے ساتھ یہی کہ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کیا ؎

ما کان ذالک جزائی اذ نصحت لکم ان تخلفونی لسوءٍ فی ذوی الرحم

میری نصیحت (رسالت و صلاح) کا یہ بدلا نہ تھا کہ تم میرے بعد میرے رشتہ داروں سے ایسا بُرا سلوک کرو۔

اللہ اللہ! اللہ کریم نے لفظاً عمل رکھنے والی آیات سے اور دوسری آیات سے جو تفسیر بالقرآن فرآن سے کی ہے وہ عقل مند انسانوں کے لئے معنیٔ اولی الامر سمجھنے کے لئے کافی و وافی ہے۔

اولی الامر ایسا غیر معصوم انسان نہیں ہو سکتا جو رعایا کے خون پسینے کی کمائی کو بے دریغ تعیشات میں اڑائے اور زکوٰۃ اور ٹیکسز کو غریب رعایا سے جمع کر کے گلچھرے اڑائے۔

آیہ ولایت سے ظاہر ہے کہ عہدۂ ولایت کا حاکم بحالتِ نماز زکوٰۃ دے کر ولی یا حاکم بنا کرتا ہے۔ اور ٹیکسز اور زکوٰۃ کو تشدد سے جمع کر کے اولی الامر نہیں ہو سکتا۔ منصوص من اللہ حاکم کے لئے زکوٰۃ اور ٹیکسز حلال نہیں ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں سرکار رسالتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ ھٰذِہِ الصدقات لا تحل لمحمدٍ ولآل محمد یہ تمام صدقات زکوٰۃ وغیرہ محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے حلال نہیں ہیں وہ الٰہی نمائندے ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے حکومت ظاہریہ کے وقت رعایا سے اس طرح خطاب کیا تھا تمہارے بیعت کرنے اور میرے بیعت لینے میں بہت فرق ہے۔ اِنّی اریدکم للہ وانتم تریدونی لانفسکم فاعینونی علی انفسکم۔ میں تمہیں اللہ کے لئے رعایا بنانا چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے نفسوں کے لئے حاکم بنانا چاہتے ہو اپنے نفسوں کے خلاف میری مدد کرو تمہیں اللہ کے لئے رعایا بناؤں اور تم مجھے اپنے دین کے لئے حاکم بناؤ۔

اس سلسلۂ اولی الامر کے آخری فرد حضرت حجۃ الحق مہدئ برحق القائم المنتظر ہیں جو دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کر دیں گے۔ درانحالیکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ آج کل اقتصادی اور معاشی مسائل سے دنیا تنگ آچکی ہے لیکن اُن کے ظہور پر یہ حالت ہوگی کہ زکوٰۃ دینے والے زکوٰۃ لینے والوں کو ڈھونڈتے پھریں گے اور وہ انہیں نہیں ملیں گے اسی لئے علامہ اقبال نے کہا ہے۔ ؎

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہے جس کی نگاہ زلزلۂ عالم افکار ؂

اس وقت جب کہ وہ پردۂ غیبت میں ہیں دنیا کو اسی طرح فائدہ پہنچا رہے ہیں جس طرح اَبر تلے آفتاب فائدہ پہنچاتا ہے۔

تعجب ہے کہ مظہر ضلالت شیطان رجیم تو پردے میں رہ کر دنیا کو گمراہ کر سکے اور مظہر ربانی انسانوں کو فائدہ نہ پہنچا سکے۔

www.khwajalateefansari.com

مؤلف کتاب ہذا جو انتہائی شدت میں فالج کی حالت میں تالیف پہ تالیف لکھ رہا ہے یہ اُس ہی سرکار کا فیض ہے۔

چشم و چراغ خاندان ارسطو جاہی شاعر پہلوی نبیرۂ سرکار شریف العلماء اپنے ایک قصیدے میں صاحب الامر کی شان اس انداز میں لکھتے ہیں۔

"اولی الامر"

فی مدح خلیفۃ الرحمٰن و حلیف القرآن عجل اللہ ظہورہٗ

۱۔ ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ ز لطفِ کبریائی آمد،

۲۔ ورودِ آخر حجتؑ قریب است کتابِ دل پُر از ذکرِ حبیب است

۳۔ ز اوقاتِ ظہورش کس نداند ز روئے مصلحت ایں راز ماند

۴۔ مثالِ او مثالِ آفتاب است چہ کم گردد اگر زیرِ سحاب است

۵۔ ورودش مظہرِ اسماءِ رازی ورودش حصرِ اعمالِ نمازی

۶۔ دِلش پیمانۂ صبر و رضائی رخش سرچشمۂ آبِ بقائی

۷۔ "اولی الامر" است چوں نفسِ پیمبر بہ تقدیس ہمہ آیاتِ کوثر،

۸۔ بلاشک عقدۂ مشکل کشاید بلاشک شانِ یزدانی نماید

ز من اے ابر نیساں ایں سلامی

بہ پیشِ آخرِ حجتؑ امامی،

ترجمہ اشعار "اولی الامر"

از رشحات قلم مولانا السید منظور حسین صاحب بخاری مصنف توثیق فدک و سیاست معاویہ و یزید بدھو اچھالہ "ضلع سرگودھا

۱۔ خداوند عالم کے لطف و کرم سے جناب قائم آل محمدؐ کے ظہور کی آمد آمد ہے۔

۲۔ خداوند ذوالجلال کی آخری حجت کا ورود مسعود جلدی ہونے والا ہے اور میرے دل کی کتاب حبیب کے ذکر سے پُر ہے۔

۳۔ آپ کے ظہور کے مخصوص وقت کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ مصلحت خداوندی نے اس حقیقت کو راز میں رکھا ہوا ہے۔

۴۔ آپ کے وجود مبارک کی مثال سورج کی مانند ہے اور سورج جب بادل کے سایہ میں کسی وقت آ بھی جائے تو اس کی عظمت اور فوائد میں کچھ کمی واقع نہیں آتی۔

۵۔ آپ کا دنیا میں بظاہر تشریف لانا صفات خداوندی کا مظہر ہے اور آپ کی ذات ستودہ صفات پر درود و سلام نماز سے متعلق تمام اعمال کی قبولیت کا سبب ہے۔

۶۔ آپ کا دل صبر و رضا کا پیمانہ اور رُخ مبارک آب حیات کا سرچشمہ ہے۔

۷۔ نفس پیغمبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرح آپ کی ذات بھی "اولی الامر" ہے اور آپ کی پاکیزہ صفات کا ذکر ستودہ سورۂ کوثر کی آیات سے ظاہر ہے

۸۔ بلاشبہ خدا کی آخری حجت مشکلات کی گرہیں کھول دے گی خدا عظیم نیل کی شان کا اظہار فرمائے گی۔

۹۔ اے نیساں کے بادل میری طرف سے میرا یہ سلام خدا کی آخری حجت یعنی امام زمانہ کی خدمت میں پہنچا دینا۔

www.khwajatateefansari.com

اللہ اللہ! عقیدۂ قرآنیہ ولایت کو اللہ وحدہٗ لاشریک نے کس شان سے بیان فرمایا۔ اور قرآن کو ماننے والوں سے کیسا عظیم الشان تعارف کرایا ہے اس تعارف کے بعد جب کہ وہ وقت آیا کہ سرکار رسالتؐ کار ختم نبوت کو ختم کرکے اپنے جانشین کا تقرر بلفظ ولی یا مولا فرمائیں۔ تو ارشاد ہوا۔ فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب (پ۳۰ ع۱۹ آیت ۸)

جب تو کار نبوت سے فارغ ہو جائے تو اپنی جگہ اپنا جانشین ولی مقرر کرکے اپنے پالنے والے کی طرف لوٹ آ۔ رموزِ الٰہیہ کے رمز شناس خاتم النبیینؐ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے حج سے فارغ ہو کر جب مقام غدیر خم پر پہنچے تو فرمانِ ربانی ان الفاظ میں نازل ہوا۔

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس (سورہ مائدہ پ۶ ع۱۴ آیت ۶۷)

اے رسول پہنچا دے اس حکم کو جو تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اگر تم نے اسے عملاً کرکے نہ دکھلایا تو گویا رسالت کے فریضے کو ادا ہی نہیں کیا اور خدا تجھے لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

"رسول" سرکارِ رسالت کا منصب ہے اور اس منصب سے مخاطب کیا جا رہا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے وہ فرضِ منصبی ہے۔ لفظ بلغ بتلاتا ہے کہ احکام کو پہنچانا رسول اللہ کا فریضۂ منصبی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جن احکام کو پہنچانا ہے وہ عملی تبلیغ ہے جیسا کہ وما علی الرسول الا البلاغ سے ظاہر ہے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔ رسولوں کا فرض پیغام پہنچانا ہی ہے اور بس!

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ محض زبانی رسائی پہنچانا نہیں بلکہ ایسا اہم فریضہ ہے کہ اسے جامۂ عمل پہنانا ہے اس کے بعد جو جملہ ہے وہ نہایت عجیب معلوم ہوتا ہے یہ اسے ارشاد ہو رہا ہے جس کی شان ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

www.khwajalateefansari.com

اس انداز سے ارشاد کیوں ہے اسے ہم ایک اہم مقدمے سے حل کریں گے ۔

عام انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو دو امور اپنی ذات کے ساتھ لاتا ہے جو اس سے وابستہ ہوتے ہیں. جہالت اور احتیاج لیکن انبیاء و آئمہ معصومینؑ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں. سرکار احدیت کا قرآن مجید میں ارشاد ہے ھو الذی اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئاً "وجعل لکم السمع والابصار و الافئدۃ (سورہ النحل پ ۱۴ ع ۱۷

اس ذات نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا جب تم کچھ نہیں جانتے تھے (پس تمہیں علم کے لئے جو ذرائع دیئے وہ یہ تھے) سننے، دیکھنے کی طاقت اور سمجھنے کے لئے دل دیئے مگر آئمہ و انبیاء اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ تمام کمالات اپنے وجود کے ساتھ لاتے ہیں دوسری چیز "احتیاج" ہے انسان محتاج پیدا ہوتا ہے محتاج عمر کی منزلیں طے کرتا ہے محتاج جیتا ہے اور محتاج مرتا ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی حاجت اُس سے جُدا نہیں ہوتی ضرورت ہے کہ کچھ انسان اُسے اُس کی منزل مقصود تک پہنچا دیں ۔ اس کی زندگی اس طرح شروع ہوتی ہے ۔

اطمینان	SATISFECTON
جدوجہد	STRUGGLE
آرزو	DESIRE
حاجت	WANT

انسان جو محتاج ہے تو احتیاج خواہش پیدا کرتی ہے خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کی حاجت دور ہو جائے اور وہ جلد سے جلد پوری ہو جائے کیونکہ انسان جلد باز ہے وکان الانسان عجولا (سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۲ آیت)

تحقیق انسان جلد باز ہے اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ میری حاجت پوری ہو میرے

www.khwajafateemansari.com

عزیز و اقارب کی حاجتیں پوری ہوں حتیٰ کہ میری آنے والی نسل کی حاجتیں پوری ہوں تاکہ انہیں پورا کرنے سے مجھے اطمینان حاصل ہو اطمینان حاصل کرنے کے لئے وہ جدوجہد کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس جدوجہد سے میری حاجتیں پوری ہو جائیں اور مجھے اطمینان حاصل ہو جائے اسی لئے ہر انسان مصروف جدوجہد ہے لہٰذا اس جدوجہد میں تصادم اور فتنہ و فساد کو دور کرنے کے لئے قیامِ امن کے لئے قانون کی ضرورت ہے اگر یہ قانون کسی حاجتمند انسان کا بنایا ہوا ہوگا تو وہ اپنی حاجتوں کو مقدم اور دوسروں کی حاجتوں کو مؤخر کر دے گا اگر گوروں کا بنایا ہوا ہوگا تو گوروں کی حاجتیں پوری ہو جائیں گی اور کالے محروم ہو جائیں گے اس لئے یہ قانون کسی انسان کا بنایا ہوا نہ ہونا چاہیئے۔ واضع قانون وہ ہو جو یکتائی میں یگانہ حاجتوں سے بے نیاز نہ وہ کسی کو جنتے اور نہ جنا گیا ہوں اور نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہو تو اس کا یہ قانون یقیناً عدل پر مبنی ہوگا اس لئے واضع قانون جیسا ہونا چاہیئے اسے قرآن حکیم نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے

قل ھو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد ولم یولد ۝ ولم یکن لہ کفواً احد

معلوم ہوا کہ دنیا میں قیام امن کے لئے دو عقیدوں کی ضرورت ہے عقیدۂ توحید اور عقیدۂ عدل اب یہ قانون آئے کس طرح یہ قانون ایسے انسان کے ذریعے سے آنا چاہیئے جو خواہش کا بندہ نہ ہو اپنی خواہش سے کچھ نہ بولتا ہو جو کچھ کہے وہ واضع قانون اللہ کے ارشادات ہوں اس کی شان ہو وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (سورہ النجم پ ۲۷ ع ۵ آیت)

میرا رسولؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو کچھ وہ کہتا وہ اللہ کا کلام ہوتا ہے جو اس پر وحی ہوتی ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مثنوی مولانا روم

اس کی کہی ہوئی بات اللہ کی کہی ہوئی بات ہے اگرچہ وہ اللہ کے بندے

www.khwajafteemansari.com

کے حلق سے ادا ہو رہی ہو۔

صحیح قانون کی جب تک ترجمانی صحیح نہ ہو جو نتائج اس کے نکلتے ہیں وہ قارئین پر روشن ہیں آج کل قانون کی جو درگت قانونی عدالتوں میں بنتی ہے اس سے سب لوگ آگاہ ہیں ایک ہی قانون ہے جسے مُدّعی کا وکیل مُدّعی کے حق میں پیش کر رہا ہوتا ہے اور مدعی علیہ کا وکیل اسی قانون کو مدعیٰ علیہ کے حق میں خدا کا قانون بھی، اللہ اس کا بنانے والا ہو، عدل پر مبنی ہو، نبیؐ و معصوم اس قانون کو پہنچانے والا ہو۔ لیکن غلط ترجمانی سے اُس کی افادیت زائل ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جس طرح قانون کے لانے والا معصوم اور خواہشات سے منزّہ و مبرّا ہو تو اُس کا مفسر اور ترجمان بھی معصوم اور خواہشات سے منزّہ ہونا چاہیئے اسی لئے خدا نے فرمایا اِنَّ علینا بیانہ، جس طرح قرآن کا نازل کرنا ہمارے ذمّے ہے اسی طرح اس کی ترجمانی اور تفسیر بھی ہمارے ذمّے ہے۔ اس لئے اپنے رسولؐ سے تاکید فرمایا کہ اگر تو نے اپنے بعد صحیح ترجمان مقرر نہ کیا تو رسالت کی افادیت ختم ہو جائے گی لہذا اس حکم کے ماتحت سرکار رسالتؐ نے اس حکم کے پہنچانے میں جیسا اہتمام کیا اور اس کو جس طرح عملی جامہ پہنایا ہم اُسے بیان کرتے ہیں۔

اعلان ولی عہدی علی مرتضیٰؑ بہ غدیر خُم

مکہ سے روانہ ہو کر جب سرکار رسالتؐ مقام جُحفہ پر پہنچے جو اہل شام کا میقات ہے وہ ایک بستی ہے اور قافلوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر حضورؐ وہاں سے تین میل آگے نکل گئے۔ یہاں پر غدیر خُم کا میدان ہے اس جگہ حضورؐ پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان الفاظ میں ارشاد ہوا۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (المائدہ پ ۶ ع ۱۰ آیت)

اے رسول (امت تک پہنچا دو وہ پیغام) جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے

اگر تم نے عملاً ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

(یہ آیہ مبارکہ غدیر خم کے موقع پر نازل ہوئی (تفسیر دُرِّ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ اسباب نزول القرآن واحدی، ما انزل من القرآن فی علی واحدی، تفسیر کبیر فخر الدین رازی، مطالب السئول، تفسیر غرائب القرآن، الفصول المہمہ، عمدۃ القاری، کتاب التفسیر، تفسیر شاہی، کتاب اربعین جمال الدین محدث، توضیح الدلائل، مفتاح النجاۃ، حلیۃ الاولیاء، کتاب المناقب ابن مردویہ)

چنانچہ خم کے ایک تالاب کے کنارے تمام صحابہ کو روک دیا گیا جو آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلا لیا اور جو پیچھے آ رہے تھے اُن کا انتظار کیا گیا چونکہ یہ مجمع ایک لاکھ اور بروایتے ایک لاکھ بیس ہزار کا تھا جس کے لئے ایک وسیع میدان کی ضرورت تھی اور ساحل غدیر خم کے ساتھ ایک وسیع میدان تھا جو راستہ سے ڈیڑھ کوس پر واقعہ ہے۔ یہ مقام ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ نہیں شدید گرم جگہ ہے مگر اتنے مجمع کے لئے کسی اور جگہ گنجائش بھی نہیں تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کی شدت اور اہمیت کی وجہ سے یہیں ٹھہرنا پڑا۔ یہ مقام ایسا تھا جہاں سے مختلف راستے پھٹتے تھے اس سے آگے بڑھ کر سارا مجمع مختلف گروہوں میں بٹ جاتا۔ غدیر خم ایک ناہموار میدان تھا اور سارا کانٹوں سے بھرا ہوا تھا آپ نے حکم دیا کہ کانٹوں سے زمین صاف کی جائے اور ببول کے درختوں کی شاخیں تراشی جائیں تاکہ لوگوں کے سروں پر نہ لگیں اونٹوں کے کجاووں کو جمع کر کے ایک منبر بنایا گیا۔ یہ سارا اہتمام بتلا رہا ہے کہ نہایت تاکیدی حکم تھا حضور منبر پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جسے ہم مختصراً خصائص نسائی سے نقل کرتے ہیں۔

خطبہ

جب جناب رسالت مآبؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور مقام غدیر خم میں نزول اجلال فرمایا تو حکم دیا کہ منبر تیار کیا جائے چنانچہ منبر تیار کیا گیا

www.khwajalateefansari.com

اور آنحضرتؐ نے اس پر رونق افروز ہو کر فرمایا۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلایا گیا ہوں اور میں نے حکم الٰہی کو قبول کر لیا ہے۔ اب میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرے اپنے اہلبیتؑ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پہ پہنچ جائیں گی اب تم میرے بعد قرآن اور اہل بیتؑ سے کیونکر برتاؤ اور تمسک کرتے ہو پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

سنو میرا مولا اللہ تعالیٰ ہے اور میں کل مومنین کا ولی ہوں بعد ازاں حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس کا میں ولی ہوں۔ علیؑ بھی اس کا ولی ہے خداوندا دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

(اکثر کتب فریقین میں ولی کی جگہ مولا کا لفظ ہے)

اس واقعہ کو تقریباً ۱۵۲ علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور تقریباً چالیس جلیل الشان صحابیوں نے روایت کیا ہے۔

حضرت علیؑ کی دستار بندی

خطبہ کے بعد جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ کے سر پہ عمامہ باندھا اور اس کی تحت الحنک پیچھے کی طرف لٹکا دی (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۱۷، الاصابہ جلد ۲ ترجمہ علی، کنز العمال جزء ۸ ص ۶۰ حدیث ۱۲۰۹، ۱۲۱۳ مسند ابو داؤد طیالسی۔ فرائد السمطین، اشعۃ اللمعات جزء ۴ ص ۲۷۱ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۵)

صحابہ کی اس واقعہ پر مبارکباد

اس عظیم الشان واقعہ پہ تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کو مبارک باد دی حتیٰ کہ امہات المومنین نے بھی ہدیہ تہنیت پیش کیا (قرۃ العین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مسند احمد حنبل۔ تذکرہ خواص الامہ، معارج النبوۃ، تاریخ احمدی)

شعرائے دربار رسالتؐ نے قصائد تہنیت پڑھے

چنانچہ حسان بن ثابت نے قصیدۂ تہنیت پڑھا

(الازہار فی عقیدۃ الاشعار جلال الدین سیوطی) اس قصیدے کا ایک شعر اس طرح پر ہے ۔

فقال له قم یا علی فاننی — رضیتك من بعدی اماماً وهادیاً

رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ اٹھو میں اس بات پر راضی ہو گیا ہوں کہ تو بلا فصل میرے بعد امام و ھادی ہو۔

مولا کا لفظ مختلف المعنی ہے عرب کے فصیح و بلیغ شاعر مدّاح رسول نے اس شعر میں یہ ظاہر کر دیا کہ لفظ مولا کے معنی امام اور ھادی ہیں ۔ اور یہ قصیدہ رسول اللہؐ کی موجودگی میں پڑھا گیا اگر رسول اللہؐ کی مراد امام اور ہادی نہ ہوتی تو ارشاد فرما دیتے کہ میری یہ مراد نہیں اس پر جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا وہ یہ تھا یا حسّان لا تزال مؤیّداً بروح القدس ما نصرتنا بلسانك ۔ اے حسّان جب تک تو اپنی زبان سے ہماری نصرت اور مدد کرتا رہے روح القدس سے مؤیّد رہے یعنی یہ معنی مراد لینا رسول اللہؐ کی زبان سے نصرت کرنا تھی اور یہ معنی مراد لینا روح القدس کی تائید سے تھا (مناقب صدر الائمہ اخطب خوارزم) اور اسی موقع پر عمرو بن عاص اموی جو بعد میں معاویہ کا وزیر بنا تھا نے ایک طویل قصیدہ پڑھا جس کے چند شعر یہ ہیں ۔

بآل محمد عرف الصواب — وفی ابیاتهم نزل الکتاب

فهم حجج الاله علی البرایا — بهم وبجدهم لا یستراب

ولا سیما ابو حسن علیّ — له فی الحرب مرتبة تهاب

هو البکاء فی المحراب لیلاً — هو الضحاك اذا اشتد الضراب

وضربته کبیعته بخم — مواخذها علی القوم الرقاب

هو النبأ العظیم وفلك نوح — وباب الله وانقطع الخطاب

www.khwajaloteefansari.com

(مناقب صدر الائمہ اخطب خوارزم)

ہم نے آلِ محمدؐ کے ذریعہ ہی راہِ راست کو پہچانا ہے وہ آلِ محمدؐ کہ جن کے گھروں میں قرآن نازل ہوا ہے۔

وہ مخلوقات پر حجۃ اللہ ربانیہ ہیں اُن کے اور اُن کے جد کے بارے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور ان میں بالخصوص ابوالحسن علیؑ ہیں انہیں لڑائی میں ایک ہیبت ناک مرتبہ حاصل ہے۔

رات کے وقت وہ محراب عبادت میں بہت ہی رونے والے ہیں اور بہت ہی ہنسنے والے ہیں جب شدت سے تلواریں پڑ رہی ہوں۔

ان کی ضرب ایسی ہے جیسی کہ ان کی خم غدیر کے دن بیعت ان دونوں نے قوم کی گردنیں جھکا دی ہیں۔

وہ خبر عظیم ہیں اور کشتی نوح ہیں اور خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہیں اور یہ اس بارے میرا آخری کلام ہے۔

سرکار رسالتؐ نے جو فرمایا من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اس کے متعلق ایک فارسی شاعر نے کہا ہے ؎

عبث در معنیٔ من کنت مولامی روی ہر سو

علیؑ مولا بآں معنی کہ پیغمبر بود مولا

مولا کے معنوں میں تو بے فائدہ ادھر ادھر جاتا ہے علیؑ انہی معنوں میں مولا ہیں جن معنوں میں پیغمبرؐ مولا ہیں۔

اس سارے واقعہ کے بعد آیہ اکمال دین و اتمام نعمت الٰہی نازل ہوئی جس کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (سورہ المائدہ پ ۶ ع ۵ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اس پر آنحضرتؐ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ شکر ہے۔ اکمال دین اور اتمام نعمت پر اور اس امر پر کہ خداوند تعالےٰ میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر رضامند ہوا۔ پھر فرمایا خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے (فرائد السمطین، توضیح الدلائل۔ تفسیر درمنثور جز ۲ صفحہ ۲۵۹ ما نزل من القرآن فی علی)

لفظ الیوم صاف بتلا رہا ہے کہ آج دین کامل ہوا پہلے دین کامل نہیں تھا آج نعمت تمام ہوئی پہلے نعمت تمام نہیں تھی اور آج ہی خدا نے دین اسلام کو پسند کیا اور اُس پر راضی ہوا اس سے پہلے دین میں توحید بھی تھی۔ عدل بھی تھا۔ نبوّت و رسالت بھی تھی امامت بھی تھی فرائض بھی تھے نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ جہاد وغیرہ ان سب کے ہوتے ہوئے دین کامل نہیں تھا ختم نبوت کی جگہ جب الولایت نے لی یعنی ولایت ختم نبوت کی جگہ آگئی تو دین کامل ہو گیا خدا کی منصبی نعمتوں میں آخری نعمت ولایت تھی اُس کے آنے سے نعمتیں ختم ہو گئیں اور دین اسلام پسندیدہ ہو گیا اب اگر ولایت کو دین میں شامل نہ کیا جائے تو دین کامل نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ علیؑ ولی اللہ کہنے سے دین کامل ہوتا ہے اور اسلام پسندیدہ ہوتا ہے۔ فتدبروا ولا تکن من الجاہلین۔

جن لوگوں پر ولایت ناگوار گذری اُن کا حشر

جناب امیر علیہ السلام کا اعلان ولی عہدی منافقین اور دشمنان علیؑ پر نہایت شاق گذرا۔ کیونکہ ان کی تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا اب انھوں نے یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش شروع کی کہ یہ اعلان خلافت خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ سرکار رسالتؐ اپنے خاندان میں ہمیشہ کے لئے حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں یعنی اگر یہ خیال لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا تو ہم رسول اللہ کے انتقال کے بعد جسے چاہیں گے خلیفہ بنا سکیں گے (حاشیہ شرح جامع صغیر سیوطی)

چنانچہ ایک شخص حارث ابن نعمان فہری نے اس جماعت کے خیالات کی ترجمانی اور نمائندگی کا حق ادا کیا۔

حارث بن نعمان فہری کا واقعہ

جب واقعہ غدیر کی خبر عام ہوئی تو ایک شخص حارث بن نعمان فہری ناقہ پر سوار ہو کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ناقہ کو مسجد کے باہر ایک طرف باندھ کر حضورؐ کے پاس آیا اور سرکار رسالتؐ کو اس طرح مخاطب کیا۔

اے محمد! تم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم خدا کو ایک اور تم کو اس کا رسول مانیں۔ ہم نے مان لیا۔ تم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم پانچ وقت نماز پڑھیں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھیں اور حج کریں۔ ہم نے تسلیم کر لیا تم اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور اب تم نے اپنے ابن عم کا بازو پکڑ کر اٹھایا اور ہم پر فضیلت دی کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے اب بتلاؤ کہ علیؑ کا مولا ہونا تمہارا طبعزاد ہے یا یہ بھی خدا کی طرف سے ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں کہ یہ امر بھی خدا کی طرف سے ہے" یہ سن کر حارث یہ کہتا ہوا ناقہ کی طرف روانہ ہوا۔ خدایا اگر یہ بات جو محمدؐ نے کہی ہے تیری طرف سے حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر گرا یا کوئی اور دردناک عذاب مجھ پر بھیج۔ ابھی وہ اپنے ناقہ تک

www.khwajalateefansari.com

نہیں پہنچا تھا۔ کہ اللہ نے اُس پر آسمان سے پتھر برسایا جس سے وہ ہلاک ہو گیا اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔
سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ (سورہ المعارج پ ۲۹ ع ۷ آیت)
ایک مانگنے والے نے اوپر سے گرنے والے پتھر کا عذاب مانگا جس سے کافروں کو کوئی بچا نہیں
سکتا۔ بلند درجات والے کی طرف سے نازل ہونے والا عذاب۔ تفسیر القرآن ثعلبی، تذکرہ خواص الامۃ
باب الثانی۔ کتاب الاکتفا فی فضائل الاربعہ الخلفاء۔ معارج الوصول۔ ہدایت السعداء۔ جواہر العقدین۔
کتاب اربعین سید جمال الدین۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر، عقد نبوی و سر مصطفوی، صراط سوی
محمود بن القاری۔ انسان العیون۔ وسیلۃ المآل۔ تفسیر شاہی، معارج العلیٰ۔ روضۃ القدیہ۔ ذخیرۃ
المآل۔ نور الابصار۔

عقیدۂ قرآنیہ در الولایت "یہ اہلسنت صوفیہ کے تین خاندان ہمارے شریک وسہیم ہیں۔
چشتیہ سہروردیہ۔ قادریہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو خرقۂ ولایت بلافصل بعد ختم رسالت
عطا ہوا ہے۔ اسی لئے وہ جناب امیر علیہ السلام کو سرکار ولایت، سلطان ولایت، شاہ ولایت اور
سید الاولیاء کے نام سے یاد کرتے ہیں چند سال ہوئے کہ ہندوستان کے ایک مذہبی ماہنامے میں خواجہ حسن نظامی
ثانی کی ایک نظم شائع ہوئی تھی جس کا ایک مصرع یہ تھا۔ ع

خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

انہوں نے جواب دیا تھا کہ ہمارا راسخ عقیدہ یہی ہے یہ تینوں گروہ کہتے ہیں کہ ولایت اور
چیز ہے اور وہ خلافت جسے افراد اُمت نے چاہا اور چیز ہے۔ کیا اچھا اصول ہے اس پر
شیعہ سُنی کی بحث نہایت پُرامن طریقے سے ختم ہو جاتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ
وھو ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق والحمد للہ رب العلمین و
الصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء وآلہ المعصومین ھم اولیاء
اللہ بالیقین۔

فریاد

یاغیاث المستغیثین

یا مالک یوم الدین۔ عادل اور منتقم معبود!

تیری بارگاہِ عدل وانصاف میں میں اپنا ایک شدید ترین المیہ پیش کرتا ہوں مجھ گنہگار سراپا عصیان کو جب اپنے رحم وکرم سے مرض فالج میں مبتلا کیا تا کہ دنیا میں ہی میرا کفارۂ ذنوب ہو جائے جو عین خیر تھا پس جب میں اس مرض میں نیم بے ہوشی کی حالت میں بستر علالت پر تھا تو میری کئی سو نادر اور نایاب کتابیں چوری ہو گئیں، ہتھیا لی گئیں، دبا لی گئیں۔ غصب کر لی گئیں۔ میری زندگی میں میری متعدد اولادیں فوت ہوئیں ان کو میں نے اتنا محسوس نہیں کیا جتنا اس واقعہ کو کیونکہ یہ مجھ پر ظلم تھا ایسا ظلم جس نے خدمتِ دین کی راہیں مجھ پر مسدود کر دیں اور مذہب محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کی جس طرح میں اشاعت کرنا چاہتا تھا نہ کر سکا۔ حالانکہ مرض فالج میں میرا سلسلۂ تصنیف وتالیف جاری رہا میرے مولا کریم میں جاہل ہوں مجھے معلوم نہیں کہ کن لوگوں نے یہ غاصبانہ فعل کیا تو عالم السّر والخفیّات اور علام الغیوب ہے جن لوگوں نے اپنے اس غاصبانہ فعل سے مجھے دینی نقصان پہنچایا ہے تو ان کو ان مقاصد واغراض میں جو اس غاصبانہ فعل سے متعلق تھیں اس دنیا میں ناکام ونامراد کر دے اور آخرت میں یہ معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں جس طرح تو چاہے اور تیری رضا ہو اس طرح

اُن سے سلوک کرا اگر وہ حُسنِ طریق سے میری کتابیں میرے تک پہنچا دیں یا مجھے خود بتلا دیں تو میں اُن کے نام کو ظاہر نہیں کروں گا اگر میری زندگی میں میری کتابیں مجھ تک پہنچادیں تو میں اُن کا شکریہ ادا کروں گا اور دعائیں دوں گا اور ان کتابوں کو ایسے مقام میں منتقل کردوں گا جہاں وہ دینِ خدا اور ملّتِ بیضا کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکیں گی۔

المعلن

محمد لطیف انصاری

www.khwajalateefansari.com

خاتمۃ الکتاب

اے معبود برحق تیرا بے انتہا شکر گذار ہوں کہ یہ تالیف لطیف بھی پایۂ تکمیل تک پہنچی اور میری زندگی میں میری آرزو پوری ہوئی۔ مختلف امراض و عوارض، اَسقام و آلام میں یہ کتاب خاتمہ کو پہنچی یہ تیرا افضال و انعام ہے اور سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کا اکرام و احسان ہے۔ اور سرکار سیّد الشہداءؑ کا لطف عطا ہے۔ صاحب العصر، حجۃ الحق، قائم منتظر کی نظر التفات ہے جس سے یہ کام باحسن وجوہ پروان چڑھا میرے مولائے کریم جس طرح یہ کتاب ختم ہوئی ہے میری زندگی کا خاتمہ بالایمان فرما۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامان آل رسول

پالنے والے عقائد قرآنیہ توحید۔ عدل۔ نبوت و رسالت۔ ولایت و امامت اور معاد پر میرا خاتمہ بالخیر فرما اور میری اس سعی کو جو میں نے اس نیک نیتی سے کی ہے شرف قبولیت بخش ایک کم علم جس کا علم اکتسابی ہے اور غیر معصوم انسان ہے اگر اس سے اس کتاب کی تحریر میں کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں تو اسے عفو فرما دے مجھ غیر معصوم سے جو کوئی تحریر تیری منشاء کے خلاف ہوئی ہو اس سے درگذر فرما۔ میں گنہگار رہوں مگر میرا عقیدہ ہے۔

ع
یہ تو کیوں کر کہوں کہ میں لائق تعزیر نہیں
پر تیرے رحم سے بڑھ کر میری تقصیر نہیں
میر انیس

www.khwajalateefansari.com

عزاداریٔ سیدالشہداء کو قبول فرما کر میرا ذریعۂ نجات قرار دے اور شفیعِ روزِ جزا کی شفاعت سے مجھے بہرہ اندوز فرما۔

الٰہ العالمین میرا جو ضعفِ بصارت ہے بتصدق انوارِ معصومین علیہم السلام میری بصارت میں نورانیت عطا فرما اور بصیرت میں ازدیاد فرما دے۔ پالنے والے یہ عالمِ اسباب ہے اور تو مسبب الاسباب ہے کہ میری تالیف و تصنیف کی تکمیل کے لئے تو نے مجھے عالمِ اسباب سے وہ معالج عطا فرمائے جن کی مخلصانہ مساعی سے میں عوارض و امراض میں بھی اس مذہبی فریضے کو انجام دیتا رہا۔

۱۔ پروفیسر سید عنایت حسین صاحب بخاری ہومیوپیتھ جو ایم۔ اے۔ او کالج لاہور میں تعلیم کے فرائض کو بہترین طریقے سے انجام دیتے رہے اور ایک بلند پایہ خطیب بھی ہیں مصائب سیدالشہداؑ کا بیان ان کی فنی مہارت کی دلیل ہے۔ این بلاک سمن آباد لاہور میں سکونت رکھتے ہیں۔

۲۔ حکیم ڈاکٹر غضنفر عباس ترمذی جو میڈیکل کالج لکھنؤ میں طبِ یونانی اور ایلوپیتھی کے فارغ التحصیل ہیں۔ فالج اور ذیابیطس کے خصوصی طبیب ہیں علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہیں انہوں نے اور ان کے والد ماجد ڈاکٹر علی اختر اعلی اللہ مقامہٗ نے مرض کے ابتداء میں اور شدتِ حملہ میں جس طرح میری صحت کو سنبھالا دیا وہ اپنی مثال آپ ہے اور اس کے اثرات اب تک میرے جسم میں موجود ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر خواجہ الطاف حسین صاحب اور ان کے فرزند ارجمند ڈاکٹر افضال حسین صاحب گلبرگ کالونی و سمن آباد لاہور میں ہومیوپیتھک کے طبیب ہیں۔ میرے دورانِ قیام لاہور میں بہترین طریق پہ میری صحت کو بحال رکھا۔

۴۔ سب کے بعد ڈاکٹر عابد حسین صاحب جعفری ہومیوپیتھ سرگودھا نے جو مجھ پہ احسان فرمایا ہے اس کا کسی طرح حق ادا نہیں ہو سکتا چھ سال کے طویل عرصہ میں میرے ہر دکھ اور درد کا بے لوث علاج فرماتے رہے جس سے میں ان عظیم امور کو انجام دیتا رہا خداوند عالم ان سب

کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ میری طویل بیماری اور ہاتھ کے بے حس و حرکت ہونے اور ضعفِ بصارت میں دارالعلوم محمدیہ سرگودھا میں میرے پرنسپل ہونے کے زمانے میں میری دو قابلِ قدر یادگاروں نے ہر طریق سے میری اعانت کی۔

۱۔ مولانا نذر حسین صاحب ظفر جو میرے پرنسپلی کے زمانہ میں قابل ترین اور چوٹی کے طالب علم تھے اور آج بھی دارالعلوم محمدیہ میں وہ اہم ترین ادبی کتابوں کا درس باحسن الوجوہ دیتے ہیں مثلاً "نہج البلاغہ، دیوان حماسہ، دیوان متنبی اور الکامل للمبرد و مقامات حریری وغیرہ اور انہوں نے میری کتابوں کی تصحیح کی ذمہ داری لے کر مجھ پہ احسان کیا۔

۲۔ مولانا غلام حیدر صاحب جنہوں نے میری معذوری میں تحریر کے کام کو انجام دیا ہے۔ خدا ان دونوں کو جزائے خیر دے۔

۳۔ میرا پوتا خواجہ عمار رضا ابن خواجہ حبیب رضا بھی تحریر کے کام میں میرا ممد و معاون رہا ہے میں ان کتابوں کی طباعت و اشاعت سے مایوس ہو چکا تھا مگر میرے قرۃ العین مونس حسین خواجہ اور ان کی رفیقۂ حیات میری لختِ جگر بیٹی نے اس نا اُمیدی کو اُمید سے بدلا اور ان کتابوں کی طباعت میں بے نظیر اعانت فرمائی۔ سب سے آخر میں شائقِ اہلِ بیتؑ سید وزیر حسین شیرازی اور ان کے فرزندانِ ارجمند سید کلب عباس اور افضل عباس جنہوں نے ان کتابوں کی کتابت میں پیشہ ورانہ طور پر نہیں بلکہ انتہائی دینی شغف سے اس کارِ خیر کو انجام دیا ہے۔

تمت بالخیر۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ المعصومین۔

www.khwajalateefansari.com

تَرتیب معارج العرفان

(۱) نذرانہ عقیدت

(۲) پیش لفظ

(۳) مسلمانوں کی تاریخ وحدیث

(۱) تواریخ

(۲) احادیث واخبار

(۴) قرآن حکیم

(۵) قرآن پاک کی معجزانہ شان معجزۂ فصاحت وبلاغت۔

(۶) السنہ مختلفہ عالم کو چیلنج

(۷) ورثاء کتاب

(۸) تبحر علم کی ضرورت

(۹) اقسام وجوب

(۱۰) عقیدۂ توحید

(۱۱) عقیدۂ محبت محمدؐ وآل محمد علیہم السّلام

(۱۲) معجزۂ ایجاز

(۱۳) علم لدنی

(۱۴) قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی ایک دلیل

(۱۵) ترجمانی قرآن کے شرائط

(۱۶) تفسیر و مفسرین قرآن

(۱۷) خاندانِ رسالت وامامت

(۱۸) حضرت ابراہیم کے والد از روئے قرآن وتوراۃ تارخ تھے۔ نہ کہ آذر

(۱۹) آبائے کرام محمدؐ وآل محمد مسلم تھے۔ یعنی امت مسلمہ

(۲۰) شجرۂ طیبہ

(۲۱) آل ابراہیم کی دو شاخیں۔

(۲۲) بنی اسرائیل۔

(۲۳) بنی اسماعیلؑ

(۲۴) بنی اسماعیل کا اسلام بلا واسطہ تھا۔ اور اسی کے ایک فرد حضرت ابوطالب عمران تھے

(۲۵) کفر ابوطالب کے سُنی بیانات بے بنیاد ہیں اور ان کی تردید۔

(۲۶) محدث اسماعیل بخاری کا خلاف قرآن افتراء

(۲۷) وصایت حضرت ابوطالب عمران

(۲۸) اوصیاء حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ

(۲۹) آل ابراہیم وآل عمران کے خصوصیات

(۳۰) لفظ آل کی توضیح

(۳۱) عصمت

(۳۲) صحابہ کرام غیر معصوم ہیں۔

www.khwajataeefansari.com

(٣٣) عصمت انبیاء ہی کی خصوصیت نہیں
(٣٤) امامت اور عصمت
(٣٥) آیات عصمت - آیہ تطہیر
(٣٦) آیہ مباہلہ
(٣٧) آیہ مبارکہ مشیت
(٣٨) عقیدہ عصمت اور اہل تسنن
(٣٩) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر
(٤٠) تفسیر آیہ ووجدک ضالا فھدی
(٤١) زمانے کا تقاضا اور کرنے کا کام
(٤٢) عصمت کے مدارج ۔ عصمت کبریٰ و عصمت صغریٰ ۔

عصمت ابی طالب عمران من آیات القرآن

(١) اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (سورہ والضحیٰ ٧) آیت ٦ پارہ ٣٠ رکوع ١٨

(٢) وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰہِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ (سورہ بقرہ آیت ١٢٧ تا ١٢٩ پارہ ١ ع ١٥)

(٣) مَنْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورہ زمر آیت ٣٣ پارہ ٢٤ رکوع ١)

(٤) مَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا (سورہ کہف آیت ٥١ پارہ ١٥ ع ١٩)

(٥) اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ (سورہ القلم آیت ٣٦ پارہ ٢٩ ع ٤)

(٦) اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (پارہ ٣٠ سورہ الکوثر)

(٧) اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ (سورہ یٰسین آیت ١٢ پ ٢٢ ع ١٨)

(٨) لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ

(٩) لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (سورہ البلد پ ٣٠)

(١٠) اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران آیت ٣٣ پ ٣ ع ١١)

www.khwajalateefansari.com

ترتیب آیاتِ قرآنیہ در کتاب معارج العرفان

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	عروجِ عرفانی نمبر۲	
۱	وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورۃ البقرہ پ۱ ع۳ آیت ۲۴)	۴۷
۲	قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵ ع آیت ۸۸)	۴۸
۳	اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۝ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (سورۃ ہود پ۱۲ ع۲ آیت ۱۳)	۴۸
۴	وَيَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ (سورۃ النصر پ۳۰ ع۳۵ آیت ۲)	۴۹
۵	اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (سورۃ الکوثر پ۳۰ ع۳۳ آیت ۲)	۴۹
۶	اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (سورۃ الحجر پ۱۴ ع۳ آیت ۴۲)	۵۰

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۷	وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ نجم پ ۲۷ ع ۵ آیت ۴)	۵۰
۸	ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (سورۃ فاطر پ ۲۲ ع ۱۳ آیت ۳۲)	۵۲

عروج عرفانی نمبر ۳

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۹	قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ (سورۃ الاعراف پ ۹ ع ۱۳ آیت ۱۸۷)	۵۷

عروج عرفانی نمبر ۴

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۱۰	قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (سورۃ شوریٰ پ ۲۵ ع ۴ آیت ۲۳)	۵۹
۱۱	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سورہ سبا پ ۲۲ ع ۹ آیت ۲۹)	۶۱
۱۲	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورۃ الانبیاء پ ۱۷ ع ۷ آیت ۱۰۸)	
۱۳	لَّا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا (سورہ مریم پ ۱۶ ع ۹ آیت ۸۸)	۶۲
۱۴	أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ (سورۃ یٰسین پ ۲۳ ع ۴ آیت ۶۰)	۶۲
۱۵	وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورۃ الدھر پ ۲۹ ع ۲۰ آیت ۳۰)	۶۲
۱۶	إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (سورۃ المائدہ پ ۶ ع ۱۳ آیت ۵۶)	۶۳
۱۷	إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (سورہ احزاب پ ۲۲ ع ۱ آیت ۳۳)	

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	عروج عرفانی نمبر ۵	
۱۸	وَمَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ط (سورۃ الانعام پ۷ ع۱۰ آیت ۳۹)	۶۴
۱۹	وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ط (سورۃ انعام پ۷ ع۱۳ آیت ۵۹)	۶۴
۲۰	وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ (سورۃ النحل پ۱۴ ع۱۸ آیت ۹۰)	۶۵
۲۱	وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ط (سورہ یٰسین پ۲۲ ع۱۸ آیت ۱۳)	۶۶
۲۲	عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا (سورۃ البقرہ پ۱ ع۴ آیت ۳۲)	۶۶
۲۳	وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (سورۃ الکہف پ۱۵ ع۳ آیت ۶۶)	۶۶
۲۴	وَاٰتَیْنَاهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۝ (سورہ مریم پ ۱۶ ع ۴ آیت ۱۳)	۶۷
۲۵	قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ط (سورہ مریم پ۱۶ ع۵ آیت ۳۱)	۶۷
۲۶	وَلُوْطًا اٰتَیْنَاهُ حُکْمًا وَّعِلْمًا ۝ (سورہ انبیاء پ۱۷ ع ۵ آیت ۶۵)	۶۷
۲۷	وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اِبْرَاهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ط (سورہ انبیاء پ۱۷ ع۵ آیت ۵۲)	۶۷
۲۸	وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَهَارُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ط (سورۃ الانبیاء پ۱۷ ع۴ آیت ۴۹)	۶۷
۲۹	وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط (سورۃ النساء آیت ۱۱۳ پ۵ ع۴)	
۳۰	وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ (سورہ الفتح پ۲۶ ع۱۱ آیت ۲۴)	۶۸

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	عروج عرفانی نمبر ۶	
۳۱	أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝ (سورہ نساء پ۵ ع ۸ آیت نمبر ۸۲)	۶۹
۳۲	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ (سورہ قمر پ۲۷ ع ۱)	۷۰
۳۳	قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (سورہ الطلاق پ۲۸ ع ۱۸ آیت ۱۲)	۷۰
۳۴	فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ النحل پ۱۴ ع ۱۴ آیت ۴۳)	۷۱
۳۵	قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (سورہ سبا پ ۲۲ ع ۲ آیت ۴۷)	۷۲
۳۶	قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ (سورہ الفرقان پ۱۹ ع ۴ آیت ۵۷)	۷۲
۳۷	قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ۝ (سورۃ الانعام پ۷ ع ۱۰ آیت ۹۰)	۷۳
۳۸	قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ۝ (سورہ ص پ ۲۳ ع ۴ آیت ۸۶)	۷۳
۳۹	تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝ (سورۃ الفرقان پ۱۸ ع ۱ آیت ۱)	۷۳
۴۰	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ	

www.khwajalatteefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	وُدًّا ۝ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا ۝ (سورہ مریم پ۱۶ ع۷ آیت ۹۶-۹۷)	۷۴
	عروج عرفانی نمبر ۷	۷۶
۴۱	إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (سورۃ البقرہ پ۱ ع۱۶ آیت ۱۳۳)	۷۹
۴۲	مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝ (سورۃ التوبہ پ۱۱ ع۳ آیت ۱۱۳-۱۱۴)	۷۹
۴۳	الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ (سورہ ابراہیم پ۱۳ ع۱۸ آیت ۳۹-۴۱)	۷۹
۴۴	أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ	

www.khwajafateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورہ ابراہیم پ۱۳ ع۱۶ آیت ۲۵-۲۶)	۸۲
۴۵	كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ (سورہ آل عمران پ۴ ع۱ آیت ۹۳)	۸۶
۴۶	وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (سورہ عنکبوت پ۲۰ ع۱۵ آیت ۲۷)	۸۶
۴۷	وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (سورۃ البقرہ پ۱ ع۱۶ آیت ۱۳۲)	۸۷
۴۸	فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (سورہ آل عمران پ۳ ع۱۳ آیت ۵۲)	۸۷
۴۹	يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (سورہ بقرہ پ۱ ع۶ آیت ۴۸)	۸۷
۵۰	مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورہ آل عمران پ۳ ع۱۵ آیت ۶۸)	۸۸
۵۱	ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ	

www.khwajatechfansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	علیہم المسکنۃ ذالک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون الانبیاء بغیر حق ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون ۝ (سورہ آل عمران پ ۴ ع ۳ آیت ۱۱۲)	۸۸
۵۲	ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین ۝ (سورۃ آل عمران پ۳ ع۱ آیت ۸۶)	۸۸
۵۳	اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۱ پ۱ ع ۱۶)	۹۰
۵۴	ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک (سورہ بقرہ پ۱ ع ۱۵ آیت ۱۲۸)	۹۱
۵۵	من جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون ۝ (سورہ زمر آیت ۳۳ پ ۲۴ ع ۱)	۹۱
۵۶	واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا ۝ (سورہ مریم آیت ۴۲ پارہ ۱۶ ع ۶)	۹۴

عروج عرفانی نمبر ۹

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۵۷	ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا وآل ابراہیم وآل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم ۝ (سورہ آل عمران آیت ۳۴ پ۳ رکوع ۱۲)	۱۰۴
۵۸	ولقد اصطفیناہ فی الدنیا وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۰ پ۱ ع ۱۶)	۱۰۶

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۵۹	وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ط (سورہ عنکبوت پ۲۰ ع ۵ آیت ۲۷)	۱۰۶
۶۰	وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ بقرہ آیت ۲۴ پ۱ ع ۵)	۱۰۷
۶۱	أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ۝ (سورہ نساء آیت ۵۴ پ۵ ع ۵)	۱۰۸
۶۲	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۝ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ط إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ط (سورہ انعام پ۷ ع ۱۶ آیت ۸۹)	۱۱۰
۶۳	وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (سورۃ الجاثیہ آیت ۱۶ پ۲۵ ع ۱۸)	۱۱۰
۶۴	قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ۔ (سورۃ المومن آیت ۲۸ پ۲۴ ع ۹)	۱۱۵

عروج عرفانی نمبر ۱۰

www.khwajalateefansari.com

صفحہ	آیت	نمبر شمار
۱۱۹	لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ سبا آیت ۲۰ پ ۲۲ رکوع ۸)	۶۵
۱۱۹	يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ (سورہ آل عمران آیت ۴۲ پ ۳ رکوع ۱۳)	۶۶
۱۱۹	لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (سورہ الحجر آیت ۴۰ پ ۱۴ رکوع ۳)	۶۷
۱۱۹	إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (سورہ الحجر آیت ۴۲ پ ۱۴ ع ۳)	۶۸
۱۲۱	عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۷ پ ۱۷ ع ۲)	۶۹
۱۲۲	وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ (سورہ انبیاء آیت ۷۳ پ ۱۷ رکوع ۵)	۷۰
۱۲۲	وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا (سورہ السجدہ آیت ۲۴ پ ۲۱ رکوع ۱۶)	۷۱
۱۲۲	إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ (سورہ نساء آیت ۱۷۱ پ ۶ رکوع ۳)	۷۲
۱۲۳	فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سورہ نساء آیت ۱۴۱ پ ۵ ع ۱۷)	۷۳
۱۲۳	يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ الخ (سورہ انفال آیت ۸ پ ۹ رکوع ۱۵)	۷۴
۱۲۳	يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورہ بقرآیت ۸۵ پارہ ۲ رکوع ۷)	۷۵

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۷۶	وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ط (سورہ آل عمران آیت ۱۰۵ پ۴ رکوع ۲)	۱۲۳
۷۷	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورہ طور آیت ۲۱ پ۲۷ رکوع ۳)	۱۲۴
۷۸	اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط سورہ یٰسین پارہ ۲۳ ع ۴ آیت ۸۳)	۱۲۵
۷۹	ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ط اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ط (سورہ ہود پ۱۲ رکوع ۷ آیت ۷۲)	۱۲۶
۸۰	اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ——— وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط (سورہ ہود آیت ۷۲ پارہ ۱۲ رکوع ۷)	۱۲۷
۸۱	اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (سورہ احزاب پ۲۲ ع ۴ آیت ۵۶)	۱۳۰
۸۲	اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ط (سورہ آل عمران آیت ۹۰ پ۴ ع ۱)	۱۳۱
۸۳	وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ط (سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ پ۱ ع ۱۵)	۱۳۲
۸۴	فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ط (سورہ آل عمران آیت ۶۱ پارہ ۳ رکوع ۱۴)	۱۳۷
۸۵	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ	

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط (سورہ احزاب پ ۲۲ رکوع ۲ آیت ۴۰)	۱۳۸
۸۶	وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ط (سورہ الدھر آیت ۳۰ پ ۲۹ رکوع ۲۰)	۱۳۹
۸۷	یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا وَّ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا (سورہ الدھر آیت ۹،۸ پ ۲۹ رکوع ۱۹)	۱۴۱
۸۸	لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (سورۃ الفتح پ ۲۶ ع ۹ آیت ۲)	۱۵۱
۸۹	وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی (سورہ الضحٰی پ ۳۰ ع ۱۸ آیت ۸)	۱۵۳
۹۰	مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی (سورۃ النجم پ ۲۷ رکوع ۵ آیت ۲)	۱۵۴
۹۱	اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (سورۃ آل عمران پ ۳ رکوع ۱۲ آیت ۳۱)	۱۵۵
	عروج عرفانی نمبر ۱۱	
۹۲	ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۹ پ ۲۵ ع ۳۰)	۱۵۸
۹۳	اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (سورۃ الضحٰی آیت ۶ پ ۳۰ ع ۱۸)	
۹۴	اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۚ (سورۃ الفتح آیت ۱۰ پ ۲۶ رکوع ۹)	۱۵۹
۹۵	وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (سورہ انفال آیت ۱۷ پ ۹ ع ۱۶)	۱۶۰

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۹۶	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورہ النجم آیت ۴-۵ پارہ ۲۷ رکوع ۵)	۱۶۰
۹۷	وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورہ الدھر آیت ۳۰ پ۲۹ ع ۵)	۱۶۰
۹۸	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ط (سورہ ابراہیم پ۱۳ ع۱۸ آیت ۴۰)	۱۶۲
۹۹	اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ط (سورہ آل عمران آیت ۳۴ پ۳ ع۱۱)	۱۶۲
	عروج عرفانی نمبر ۱۲	
۱۰۰	وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط (سورہ بقرہ پ۱ رکوع ۵ آیت ۱۳۰)	۱۶۶
۱۰۱	لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (سورہ نور پ۱۸ ع۱۵ آیت ۶۳)	۱۶۸
۱۰۲	عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ	

www.khwajalateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	(سورہ انبیاء پ۱۷ رکوع ۲ آیت ۳۰)	۱۶۸
۱۰۳	اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ط (سورہ التوبہ پ۱۱ ع ۴ آیت ۱۲۲)	۱۶۸
۱۰۴	قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (سورت الحجرات پ۲۶ ع ۱۴ آیت ۱۵)	۱۶۹
۱۰۵	اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط (سورۃ البقر پ۱ رکوع ۱۶ آیت ۱۳۲)	۱۶۹
۱۰۶	بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط (سورہ بقرہ پ۱ ع ۱۳ آیت ۱۱۲)	۱۸۰
۱۰۷	وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (سورۃ الضحیٰ پارہ ۳۰ رکوع ۱۰ آیت ۹)	۱۸۱
۱۰۸	وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (سورہ عنکبوت پ۲۰ رکوع ۱۵ آیت ۲۸)	۱۸۱
۱۰۹	اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ۝ (سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۵ آیت ۵۵)	۱۸۲
۱۱۰	ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْ خَیْرٰتِ ط (سورہ فاطر پ۲۲ رکوع ۱۶ آیت ۳۲)	۱۸۴
۱۱۱	فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ط (سورہ مریم پ۱۶ ع ۴ آیت ۶)	۱۸۴

www.khwajateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۱۱۲	یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (سورہ آل عمران پ۳ ع ۱۳ آیت ۴۲)	۱۸۵
۱۱۳	وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔ (سورۃ الفتح پ۲۶ ع ۱۱ آیت ۲۳)	۱۸۶
۱۱۴	لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۔ (سورہ بلد پ۳۰ ع ۱۵ آیت ۳)	۱۸۶
۱۱۵	وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا (سورۃ الشمس پ۳۰ ع آیت ۲-۳)	۱۸۷
۱۱۶	اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ (سورہ ہود پ۱۲ رکوع ۲ آیت ۱۸)	۱۸۸
۱۱۷	وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورہ زمر پ۲۴ ع آیت ۳۳)	۱۹۲
۱۱۸	اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ (سورہ یٰسین پ۲۲ ع ۱۵ آیت ۱۲)	۱۹۸

عروج عرفانی نمبر ۱۳-۱۴

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۱۱۹	مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ۱ رکوع ۱۳ آیت ۱۰۶ سورۃ البقرہ)	۲۰۴
۱۲۰	وَلِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ۔ (سورہ مریم پارہ ۱۶ ع ۱۵ آیت ۲۱)	۲۰۶
۱۲۱	اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝	

نمبر شمار	آیت	صفحہ
	(سورہ یٰسین پارہ ۲۳ رکوع ۴ آیت ۸)	۲۰۷
۱۲۲	قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ط (سورہ بقرہ پارہ ۱ رکوع ۱۳ آیت ۱۱۱)	۲۰۷
۱۲۳	اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ	
	وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ط (سورہ مائدہ پ۶ ع ۱۲ آیت ۵۵)	۲۰۷
۱۲۴	وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ط (سورہ روم پ۲۱ ع ۴ آیت ۳۱)	۲۱۰
۱۲۵	نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ط	
	(سورہ حٰم سجدہ پ۲۴ ع ۱۸ آیت ۳۱)	۲۱۵
۱۲۶	وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى (سورہ مائدہ پ۷ ع ۱۵ آیت ۸۲)	۲۱۵
۱۲۷	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ	
	مِنْكُمْ (سورہ نساء پ۵ رکوع ۵ آیت ۵۹)	۲۱۵
۱۲۸	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (سورہ اعراف پ۸ ع ۱۴ آیت ۵۴)	۲۱۶
۱۲۹	قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ	
	مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ	
	خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝ (سورہ مریم پ۱۶ ع ۱ آیت ۹)	۲۱۶
۱۳۰	ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۝ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝	
	قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ	
	الْبَيْتِ ۝ (سورہ ہود پ۱۲ ع ۷ آیت ۷۳)	۲۱۷
۱۳۱	وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ	
	الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ط	
	(سورہ انبیاء پ۱۷ ع ۵ آیت ۷۳)	۲۱۷

www.khwajajateefansari.com

نمبر شمار	آیت	صفحہ
۱۳۲	وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (سورہ الٓمٓ سجدہ پ۲۱ ع۱۷ آیت ۲۴)	۲۴۷
۱۳۳	تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ (سورہ قدر پ۳۰ ع۲۲ آیت ۴)	۲۱۸
۱۳۴	وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (سورہ بقرہ پ۲ ع۱ آیت ۱۴۳)	۲۱۸
۱۳۵	وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ (سورہ توبہ پ۱۱ ع۳ آیت ۱۰۵)	۲۱۸
۱۳۶	يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ (سورہ مائدہ پ۶ ع۱۴ آیت ۶۷)	۲۲۳
۱۳۷	وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ (سورۃ النحل پ۱۴ ع۷ آیت ۷۸)	۲۲۴
۱۳۸	اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ (سورہ المائدہ پ۶ ع۵ آیت ۳)	۲۳۱

www.kr.walalateefansari.com